

عصرِ حاضر کی تقریباً تمام تحقیقات سے استفادہ شدہ

جدید محقق ایڈیشن

تفسیرِ ابنِ کثیر

از تحقیقات و تعلیقات

الشیخ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ
الشیخ المحدث شعیب ارنؤوط حفظہ اللہ
الشیخ عبد الرزاق مهدی حفظہ اللہ
الشیخ مصطفی السید محمد حفظہ اللہ
الشیخ محمد فضل عجماوی حفظہ اللہ
الشیخ حسن عباس قطب حفظہ اللہ
الشیخ محمد السید رشاد حفظہ اللہ
الشیخ علی احمد الباقی حفظہ اللہ
الشیخ زبیر علی زئی حفظہ اللہ
الشیخ مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ

6	5	4	3	2	1



تالیف
حافظ عماد الدین
ابنِ کثیر الدمشقی رحمہ اللہ

ترجمہ
مولانا محمد
جوناگڑھی رحمہ اللہ

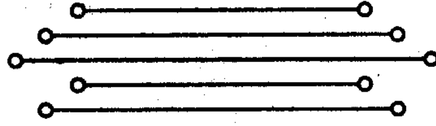
اہتمام
تخریج و تحقیق
حافظ عمران
ایوب لاہوری حفظہ اللہ

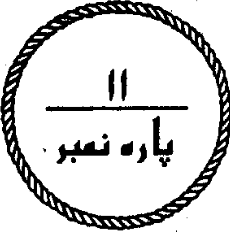



ناشر
فقہ الحدیث پبلیکیشنز
0300-4206199
Fiqh-ul-Hadith Publications Lahore Pakistan
E-mail: editor@fiqhulhadith.com, Website: www.fiqhulhadith.com

ڈسٹری بیوٹر
نعمانی کتب خانہ
042-7321865, 0334-4229127
Nomani Kutab Khana Lahore Pakistan
E-mail: nomania2000@hotmail.com, Web: www.nomanibooks.com

تفسیر ابن کثیر





چند اہم مضامین کی فہرست

يَعْتَذِرُوْنَ اِلَيْكُمْ اِذَا رَجَعْتُمْ اِلَيْهِمْ ؕ قُلْ لَّا تَعْتَذِرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكُمْ قَدْ نَبَّاَنَا اللّٰهُ مِنْ اَخْبَارِكُمْ ؕ وَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۴﴾ سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ اِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ اِنَّهُمْ رِجْسٌ ۫ وَّمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۹۵﴾ يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ ۚ فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۹۶﴾

یہ لوگ تمہارے سامنے عذر پیش کریں گے جب تم ان کے پاس واپس جاؤ گے۔ آپ کہہ دیجئے کہ یہ عذر پیش مت کرو ہم کبھی تم کو سچا نہ سمجھیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو تمہاری خبر دے چکے ہیں اور آئندہ بھی اللہ اور اس کا رسول تمہاری کارگزاری دیکھ لیں گے پھر ایسے کے پاس لوٹائے جاؤ گے جو پوشیدہ اور ظاہر سب کا جاننے والا ہے پھر وہ تم کو بتا دے گا جو کچھ تم کرتے تھے ○ ہاں وہ اب تمہارے سامنے اللہ کی قسمیں کھا جائیں گے جب تم ان کے پاس واپس جاؤ گے تاکہ تم ان کو ان کی حالت پر چھوڑ دو۔ سو تم ان کو ان کی حالت پر چھوڑ دو۔ وہ بالکل گندے ہیں اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ ان کاموں کے بدلے جو کچھ وہ کیا کرتے تھے ○ یہ اس لئے قسمیں کھائیں گے کہ تم ان سے راضی ہو جاؤ سو اگر تم ان سے راضی بھی ہو جاؤ تو اللہ تعالیٰ تو ایسے شریر لوگوں سے راضی نہیں ہوتا ○

جھوٹے عذر پیش کرنے والے: اللہ تعالیٰ نے منافقین سے متعلق یہ معلوم کرا دیا ہے کہ جب تم مدینہ واپس ہو گے تو تمہارے سامنے اپنے عذرات پیش کریں گے۔ لیکن تم ان سے کہہ دو کہ عذرات باطلہ پیش کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہم تمہاری بات کو کبھی سچ نہ مانیں گے اللہ پاک نے ہمیں تمہارے احوال معلوم کرا دیئے ہیں۔ عنقریب اللہ پاک تمہارے اعمال دنیا میں لوگوں کے سامنے ظاہر فرما دے گا اور تمہیں تمہارے اچھے برے سارے اعمال کی خبر دے دے گا اور پھر اپنے اعمال کا نتیجہ بھی دیکھنا پڑے گا۔ پھر ان سے متعلق مزید خبر دی گئی کہ وہ قسمیں کھا کھا کر بیان کریں گے تاکہ تم ان سے درگزر کر جاؤ اور چشم پوشی کر لو۔ یہ اس وقت ہوگا جب تم مدینہ واپس ہو جاؤ گے۔ لیکن تم ہرگز ان کی تصدیق نہ کرنا اور ان سے اظہار حقارت کے لئے اعراض کر جاؤ۔ ان میں نفس کی گندگی ہے، ان کے باطن اور ان کے اعتقادات نجس ہیں، آخرت میں ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور یہ ان کے اعمال کا یعنی خطاکاریوں کا صحیح بدلہ ہے۔ اور یہ بھی بتلا دیا کہ اگر تم ان سے ان کی قسمیں کھانے کے سبب راضی ہو بھی جاؤ تو اللہ تعالیٰ تو ان لوگوں سے راضی نہ ہوگا جو اللہ کی اطاعت اور رسولوں کی فرماں برداری سے باہر ہو گئے ہیں۔ وہ لوگ فاسق ہیں اور فسق کے لغوی معنی باہر نکلنے کے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ((اَلْفَارَةُ فُوَيْسِقَةٌ)) یعنی چوہا خرابیاں اور فساد پیدا کرنے کے لئے ہی اپنے بل سے نکلتا ہے۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے ((فَسَقَتِ الرُّطَبَةُ)) یعنی ڈالیوں سے کھجور کے خوشے نکل آئے۔

اَلۡاَعۡرَابُ اَشَدُّ كُفۡرًا وَّنِفَاقًا وَّاَجۡدَرُ اَلَّا يَعۡلَمُوۡا حُدُوۡدَ مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوۡلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌ حَكِيۡمٌ ﴿۹۷﴾ وَمِنَ الۡاَعۡرَابِ مَنۡ يَّتَّخِذُ مَا يُنۡفِقُ مَغۡرَمًا وَّيَتَرَبَّصُ بِكُمُ الدَّوَآئِرَ ؕ عَلَيۡهِمۡ دَآئِرَةُ السَّوۡءِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيۡعٌ عَلِيۡمٌ ﴿۹۸﴾ وَمِنَ الۡاَعۡرَابِ مَنۡ يُّؤۡمِنُ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا يُنۡفِقُ قُرُبٰتٍ عِنۡدَ اللّٰهِ وَصَلَوٰتِ الرَّسُوۡلِ ؕ اَلَاۤ اِنَّهَا قُرۡبَةٌ لَّهُمۡ ؕ سَيُدۡخِلُهُمُ اللّٰهُ فِىۡ رَحۡمَتِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ﴿۹۹﴾

دیہاتی لوگ کفر اور نفاق میں بہت ہی سخت ہیں اور ان کو ایسا ہونا ہی چاہئے کہ انہیں ان احکام کا علم نہ ہو جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر نازل فرمائے ہیں اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے بڑی حکمت والے ہیں ○ اور ان دیہاتوں میں سے بعض ایسا ہے کہ جو کچھ خرچ کرتا ہے اس کو جرمانہ سمجھتا ہے اور تم مسلمانوں کے واسطے گردش کا منتظر رہتا ہے براوقت ان ہی پر پڑنے والا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سنتے ہیں جانتے ہیں ○ اور بعض اہل دیہات میں ایسے بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں اور جو کچھ خرچ کرتے ہیں اس کو عند اللہ قرب حاصل ہونے کا ذریعہ اور رسول کی دعا کا ذریعہ بناتے ہیں یاد رکھو کہ ان کا یہ خرچ کرنا بے شک ان کے لئے موجب قربت ہے ضرور ان کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں داخل کرلیں گے اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے بڑی رحمت والے ہیں ○

دیہاتی لوگ کفر ونفاق میں سخت: اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ دیہاتیوں اور صحرا نشین بدؤں میں کفار بھی ہوتے ہیں اور مومنین بھی۔ اور ان کا کفر اور ان کا نفاق دوسروں کی بہ نسبت بہت عظیم اور شدید ہوتا ہے اور وہ اسی بات کے سزاوار ہیں کہ اللہ پاک نے اپنے رسول پر جو بھی حدود واحکام نازل فرمائے ہیں ان سے بے خبر رہیں۔ جیسے کہ اعمش نے ابراہیم سے روایت کی ہے کہ ایک اعرابی بدوی زید بن صوحان رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور وہ اپنے ساتھیوں سے باتیں کر رہے تھے اور جنگ نہاوند میں ان کا ہاتھ کٹ گیا تھا۔ اعرابی ان سے کہنے لگا کہ تمہاری باتیں تو بڑی پیاری ہیں اور تم بڑے اچھے آدمی معلوم ہوتے ہو لیکن یہ تمہارا کٹا ہوا ہاتھ مجھے تمہارے بارے میں شک پیدا کرتا ہے تو زید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرے کٹے ہوئے ہاتھ سے تمہیں شک کیوں ہوتا ہے یہ تو بایاں ہاتھ ہے تو اعرابی نے کہا کہ اللہ کی قسم میں نہیں جانتا کہ چوری میں بایاں ہاتھ کاٹتے ہیں کہ دایاں ہاتھ۔ تو زید بن صوحان بول اٹھے کہ اللہ نے سچ فرمایا تھا کہ ﴿اَلۡاَعۡرَابُ اَشَدُّ كُفۡرًا وَّنِفَاقًا وَّاَجۡدَرُ اَلَّا يَعۡلَمُوۡا حُدُوۡدَ مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوۡلِهٖ﴾ یعنی یہ کفار اعراب اسی کے سزاوار ہیں کہ حدود اللہ سے ناواقف ہیں۔

امام احمد رحمہ اللہ نے بالاسناد ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو صحرا نشین ہو وہ گویا جلاوطن ہے اور جو شکار کے پیچھے دوڑا دوڑا پھرتا ہے بڑا ہی بے سمجھ ہے اور جس نے کسی بادشاہ کی ہمنشینی

اختیار کی وہ فتنہ سے دوچار ہو گیا۔ (١)

ابوداؤد اور ترمذی' نسائی میں بھی سفیان ثوری رحمہ اللہ سے یہ حدیث مروی ہے۔ ترمذی رحمہ اللہ نے اسے حسن غریب بتایا ہے۔ ثوری رحمہ اللہ سے روایت کے سوا اور کسی سے روایت کا ہمیں علم نہیں۔ صحرا نشینوں میں چونکہ بدمزاجی اجڈ پن اور بدتمیزی ہوتی ہے اس لئے اللہ نے ان میں اپنا رسول نہیں پیدا کیا۔ بعثت نبوت ہمیشہ شہری اور مہذب لوگوں میں ہوا کرتی ہے۔ جیسا کہ اللہ پاک نے فرمایا ہے کہ ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا نُّوحِي إِلَيْهِم مِّنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ﴾ (٢) یعنی ہم نے تم سے پہلے بھی جتنے رسولوں کو انسانوں کی طرف بھیجا وہ سب شہری اور متمدن بستیوں کے لوگ تھے ایک مرتبہ ایک اعرابی نے اپنا ہدیہ رسول اللہ ﷺ کی طرف بھیجا تو اس وقت تک اس کا دل خوش نہ ہوا جب تک کہ اس سے کئی گنا زیادہ آپ ﷺ نے اس کے پاس نہ بھیج دیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اب میں نے تو ارادہ کر لیا ہے کہ قریشی' ثقفی' انصاری اور دوسی کے سوا اور کسی کا ہدیہ قبول نہ کروں گا۔ (٣) کیونکہ یہ لوگ متمدن شہری ہیں مکہ طائف' مدینہ اور یمن میں رہتے ہیں اخلاق میں یہ بدویوں سے بہت اچھے ہوتے ہیں۔ کیونکہ اعرابی بہت اجڈ ہوتے ہیں۔

حدیث مسلم بالا سناد عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ چند بدوی رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور کہنے لگے کیا تم اپنے بچوں کو چومتے ہو؟ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا ہاں۔ تو انہوں نے کہا لیکن اللہ کی قسم ہم نہیں چومتے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر اللہ نے تمہارے دلوں سے محبت اور رحمت کو نکال دیا ہے تو کیا میں اس کا ذمہ دار ہوں؟ (٤) اور اللہ خوب واقف ہے ان لوگوں سے جو اس بات کے مستحق ہیں کہ انہیں علم اور ایمان کی توفیق دی جائے اور اس نے اپنے بندوں میں علم' جہل ایمان' کفر اور نفاق کی تقسیم بڑی دانشوری سے کی ہے۔ وہ اپنی حکمت اور علم کی بنا پر جو کچھ کرتا ہے کون اس پر حرف گیری کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ

---

(١) [صحیح : ابوداؤد : کتاب الصید : باب فی اتباع الصید (٢٨٥٩) نسائی : کتاب الصید : باب اتباع الصید (٤٣٢٠) ترمذی : کتاب الفتن (٢٢٥٦) ابن ابی شیبة (٣٣٦/١٢) طبرانی کبیر (١١٠٣٠) مسند احمد (٣٥٧/١)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابوداود، المشکاة (٣٧٠١)] شیخ عبدالرزاق مہدی اور مولانا مبشر احمد ربانی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔ حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔]

(٢) [سورۃ یوسف: آیت ١٠٩]

(٣) [صحیح : مسند احمد (٢٦٨٧) ترمذی : کتاب المناقب : باب فی ثقیف و بنی حنیفة (٣٩٤٥) ابوداود (٣٥٣٧) نسائی (٣٧٥٩) بزار فی کشف الاستار (١٩٣٨) صحیح ابن حبان (٦٣٨٤) طبرانی کبیر (١٠٨٩٧)] حافظ عراقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔[تخریج الاحیاء (٤٤٢/٨)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔[تخریج الظلال (ص : ٤٨٠)] شیخ شعیب ارناؤوط، حافظ زبیر علی زئی اور شیخ عبد الرزاق مہدی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

(٤) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الادب : باب رحمة الولد و تقبیله و معانقته (٥٩٩٨) صحیح مسلم : کتاب الفضائل : باب رحمة الصبیان و العیال (٢٣١٧)]

انہیں میں ایسے کم حوصلہ بھی ہیں کہ اللہ کی راہ میں اگر وہ کچھ خرچ کرتے ہیں تو اس کو تاوان اور خسارہ سمجھ بیٹھتے ہیں' اور تم پر حوادث و آفات کے منتظر رہتے ہیں۔

لیکن یہ حوادث انہیں پر منعکس ہوں گے اور گھوم پھر کر انہیں پر نازل ہوں گے۔ اللہ اپنے بندوں کی پکار کو سننے والا ہے اور اس بات کو جانتا ہے کہ ذلت خذلان و نامرادی کا کون مستحق ہے اور نصرو کامیابی کا کون سزاوار ہے؟

اور اعراب کی ایک اور قسم مدوح ہے یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کی راہ میں اگر کچھ خرچ کرتے ہیں تو اس کو اللہ کے پاس قربت اور پسندیدگی کا ایک ذریعہ سمجھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اس کے سبب اپنے لئے رسول ﷺ کی دعائے خیر حاصل ہو۔ ہاں یقیناً یہ انفاق ان کے لئے قربت الٰہی کا سبب ہوگا اور اللہ پاک ان کو اپنی رحمت میں داخل فرمائے گا۔ اللہ بڑا غفور رحیم ہے۔

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ
رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ
خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ

اور جو مہاجرین اور انصار سابق اور مقدم ہیں اور جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں اللہ ان سب سے راضی ہوا' اور وہ سب اس سے راضی ہوئے اور اللہ نے ان کے لئے ایسے باغ مہیا کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہ بڑی کامیابی ہے ○

صحابہ اور ان کے نقشِ قدم پر چلنے والے کامیاب: اللہ تعالیٰ خبر دے رہا ہے کہ میں ان مہاجرین اور انصار اور تابعین سے راضی ہوں جنہوں نے میری رضا مندی اور خوشنودی حاصل کرنے میں سبقت کی ہے اور میری خوشنودی اس طرح ثابت ہے کہ میں نے ان کے لئے جناتِ نعیم تیار کر رکھی ہیں۔ شعبی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ مہاجرین وانصار میں سے سابقین واولین وہ ہیں جنہوں نے صلح حدیبیہ میں بیعتِ رضوان کا شرف حاصل کیا ہے اور شعبی رحمہ اللہ اور حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ اور سعید بن المسیّب اور محمد بن سیرین اور حسن اور قتادہ رحمہم اللہ نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ قبلتین کی طرف نماز پڑھی تھی۔

محمد بن کعب رحمہ اللہ القرظی کہتے ہیں کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ایک آدمی کے پاس سے گزرے اور وہ یہ آیت پڑھ رہا تھا ﴿وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ﴾ تو عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا ہاتھ تھام لیا اور پوچھا کہ کس نے تمہیں یہ پڑھایا ہے؟ تو کہنے لگا کہ ابی بن کعب رحمہ اللہ نے! تو کہنے لگے اچھا چلو میں تمہیں ابی کے پاس لے چلتا ہوں تا کہ پوچھ لوں۔ اور جب حضرت ابی کے پاس پہنچے تو پوچھا' کیا تم نے اس آیت کو اس طرح پڑھنا بتایا ہے؟ تو ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں فرمایا تو نے رسول اللہ ﷺ سے اسی طرح سنا ہے؟ کہا ہاں! تو عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ ہم نے وہ اعلیٰ وارفع درجہ پالیا ہے کہ ہمارے بعد کوئی دوسرا یہ منزلت حاصل نہیں کر سکتا۔ تو ابی

کہنے لگے اس آیت کی تصدیق سورۂ جمعہ کے اول میں بھی ہے یعنی ﴿وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ [1] اور سورۂ حشر میں بھی ہے ﴿وَالَّذِيْنَ جَاءُوْ مِنْ بَعْدِهِمْ﴾ [2] الخ اور سورۂ انفال میں بھی ہے۔ ﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا مَعَكُمْ﴾ [3] الخ ابن جریر رحمہ اللہ نے اس کی روایت کی ہے اور کہا کہ حسن بصری ((وَالْاَنْصَارُ)) کے لفظ کو پیش سے پڑھتے ہیں۔ اور ﴿اَلسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ﴾ پر عطف قرار دیتے تھے۔ گویا عبارت یوں ہوئی کہ مہاجرین میں سے سابقین اولین اور انصار اور ان کے تابعین سے اللہ راضی ہے افسوس کیا کم بختی ہے ان لوگوں کی جو ان صحابہ رضی اللہ عنہم سے بغض رکھتے ہیں انہیں گالیاں دیتے ہیں یہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کو سبّ وشتم کرتے ہیں، خصوصاً وہ صحابی جو تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کا سردار ہے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا جانشین ہے۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اسی کا درجہ ہے جس کو افضل صحابہ کا درجہ حاصل ہے یعنی حضرت صدیق اکبر اور خلیفۂ اعظم ابوبکر بن ابی قحافہ رضی اللہ عنہ یہ رافضیوں کا نامراد فرقہ افضل صحابہ سے دشمنی رکھتا ہے انہیں گالی گلوچ کرتا ہے۔ ایسی حرکت سے اللہ کی پناہ۔ یہ چیز اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ انکی عقلیں اوندھی ہوگئی ہیں ان کے قلوب الٹ گئے ہیں، اگر وہ کمبخت ان لوگوں کو گالیاں دیں جن سے اللہ راضی ہو چکا ہے اور قرآن میں اپنی رضا مندی کی انھیں سند دے دی تو پھر کس منہ سے وہ قرآن پر ایمان لانے کا دعویٰ کرتے ہیں اب قرآن پر ایمان ہی کہاں رہا؟ اہل سنت ان لوگوں کی قدر کرتے ہیں اور ان سے راضی ہیں جن سے اللہ راضی ہے اور یہ اہل سنت برا بھلا کہتے ہیں تو ان کو جنہیں خود اللہ نے اور رسول نے برا کہا ہے اور ان لوگوں کو دوست رکھتے ہیں جن کو اللہ دوست رکھتا ہے اور ان کے مخالف ہیں کہ اللہ خود جن کا مخالف ہے یہ اتباع ہدایت کرتے ہیں بدعتی نہیں ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا کرتے ہیں اور مذہب واعتقادات میں نئے نئے شاخسانے نہیں نکالتے۔ فلاح پانے والے اور مومن بندوں کی جماعت یہی ہے۔

وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ ۛ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ۛ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ ۣ لَا تَعْلَمُهُمْ ۭ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ۭ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ ۝ (۱۰۱)

مع وقف منزل ۲

اور کچھ تمہارے گرد وپیش والوں میں اور کچھ مدینے والوں میں ایسے منافق ہیں کہ نفاق کی حد کمال کو پہنچے ہوئے ہیں آپ ان کو نہیں جانتے، ان کو ہم جانتے ہیں ہم ان کو دوہری سزا دیں گے پھر وہ بڑے بھاری عذاب کی طرف بھیجے جائیں گے ○

منافقوں کا تذکرہ: اللہ پاک اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دے رہا ہے کہ عرب کے قبائل میں جو مدینہ کے اطراف میں رہتے ہیں بعض منافق ہیں اور خود مدینہ کے رہنے والے بعض مسلمان بھی درحقیقت منافق ہیں کہ اپنے نفاق کو لئے چل رہے ہیں اور منافقت سے باز نہیں آتے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے شیطان مرید ومارد۔ اور تَمَرَّدَ فُلَانٌ عَلَى اللّٰهِ یعنی فلاں نے اللہ کی نافرمانی اور سرکشی کی۔ اللہ کا قول ﴿لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ﴾ اللہ کے اس قول ﴿وَلَوْ نَشَاءُ لَاَرَيْنٰكَهُمْ﴾ [4] الخ، کے منافی اور متضاد نہیں ہے یعنی تم انہیں نہیں پہچانتے، ہم انہیں خوب

---

[1] [الجمعہ: ۳]　　[2] [الحشر: ۱۰]
[3] [الانفال: ۷۵]　　[4] [سورۃ محمد: آیت ۳۰]

جانتے ہیں اور یہ قول ہے کہ اگر ہم چاہیں تو ہم تمہیں بتلا دیں گے کہ وہ کیسے ہیں تو پھر تم انہیں جان جاؤ گے ان کی صورت دیکھتے ہی اور انہیں پہچان لو گے ان کی کج مج باتوں ہی سے۔ یہ دونوں آیتیں آپس میں ضد نہیں' اس لئے کہ یہ اس قسم کی چیز ہے کہ اس کے ذریعہ ان کی صفات کی نشاندہی کی گئی ہے تاکہ وہ پہچان لئے جاسکیں یہ بات نہیں کہ تم تمام ہی منافقین کو علی الیقین جانتے ہو۔ آپ اہل مدینہ میں سے صرف ان بعض اہل نفاق کو جانتے تھے جو رات دن ملتے جلتے رہتے تھے اور جنہیں آپ صبح وشام دیکھتے تھے صحیح طور پر اس کی تصدیق اس روایت سے بھی ہوتی ہے جو امام احمد رحمہ اللہ نے بالا سناد جبیر بن معطم رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جبیر فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! وہ لوگ گمان کرتے ہیں کہ مکہ میں ہمیں کوئی اجر نہیں ملا۔ تو آپ نے فرمایا کہ اے جبیر! تم لوگوں کا اجر تم کو ضرور دیا جائے گا خواہ تم لوگ لومڑی کے بھٹ ہی میں کیوں نہ ہو۔ پھر آپ نے میری طرف سر جھکا کر رازدانہ طور پر فرمایا کہ میرے اصحاب میں بعض منافق بھی ہیں۔ [1] مطلب یہ ہے کہ بعض منافقین ایسی کج مج باتیں بولتے رہتے ہیں جن میں کوئی صداقت نہیں ہوتی چنانچہ یہ بھی ایک اسی قسم کا کلام تھا جس کو جبیر بن معطم نے سنا تھا ﴿وَهَمُّوا بِمَا لَمْ يَنَالُوا﴾ [2] کی تفسیر میں یہ بات گزر چکی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حذیفہ کو یہ بات معلوم کرا دی تھی کہ چودہ یا پندرہ مشخص اصحاب ایسے ہیں جو درحقیقت منافق ہیں اور یہ تخصیص اس بات کی مقتضی نہیں کہ آپ ان تمام کے نام جانتے تھے اور ان کے تشخص سے واقف تھے۔ واللہ اعلم۔

حافظ ابن عساکر نے ترجمہ ابو عمر البیروتی میں بالا سناد روایت کرتے ہوئے کہا کہ ایک آدمی جس کا نام حرملہ تھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا کہ ایمان تو یہاں ہے اور اشارہ کیا اپنی زبان کی طرف اور نفاق یہاں ہوتا ہے اور اشارہ کیا اپنے ہاتھ سے اپنے قلب کی طرف اور اللہ کا نام بھی لیا تو کچھ یونہی سا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اللہ! تو اس کی زبان کو ذاکر بنادے اور قلب کو شاکر بنادے اور اس کو میری محبت عطا فرما اور مجھ سے محبت کرنے والوں کو محبت عطا فرما اور اس کے سارے امور خیر کی طرف پھیر دے۔ اب اس کی ساری منافقت دور ہوگئی اور کہنے لگا کہ یارسول اللہ! میرے اکثر ساتھی منافقین ہیں اور میں ان سب کا سردار تھا کیا ان سب کو میں آپ کے پاس پکڑ کر نہ لاؤں؟ تو آپ نے فرمایا کہ جو آپ ہی میرے پاس آئے گا تو ہم اس کے لئے اللہ سے مغفرت چاہیں گے اور جو نفاق پر اصرار کئے رہے گا اللہ اس کو دیکھ لے گا۔ تم کسی کا راز فاش نہ کرو ایسی ہی روایت ابو احمد الحاکم نے بھی کی ہے۔ [3] اس آیت کے بارے میں قتادہ رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ ان لوگوں کو کیا ہو گیا

---

[1] [ضعیف : مسند احمد (٤/ ٨٢۔ ٨٣)] امام ہیثمی ؒ نے اس میں ایک مجہول راوی کا ذکر کیا ہے۔[مجمع الزوائد (٤٠٩/٥)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے کیونکہ اس میں ایک راوی مجہول ہے ۔ [الموسوعة الحديثية (١٦٧٦٤)] شیخ عبدالرزاق مہدی، شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد، شیخ حسن عباس، حافظ زبیر علی زئی اور مولانا مبشر احمد ربانی بھی اسے ایک مجہول راوی کی وجہ سے ضعیف کہتے ہیں ۔]

[2] [سورة التوبة: آیت ٧٤]

[3] [ضعیف : مختصر تاریخ دمشق لابن منظور (٧٦/٢٩)] اس کی سند میں ابو عمر راوی مجہول ہے۔]

جو بے تکلف لوگوں کے بارے میں اپنا یہ علم ویقین ظاہر کرتے رہتے ہیں کہ فلاں جنتی ہے فلاں دوزخی ہے اور اگر خود ان سے پوچھا جائے کہ تم بتاؤ کون ہو جنتی کہ دوزخی؟ تو کہتے ہیں کہ نہیں جانتا۔ حالانکہ آدمی اپنی نسبت تو زیادہ بہتر طریقے سے جان سکتا ہے جو دوسروں کے بارے میں جانتا ہے کہ دوزخی ہیں یا جنتی وہ تو ایسی بات کا دعویٰ کر بیٹھے ہیں جس کا دعویٰ تو انبیاء نے بھی نہیں کیا۔

اللہ کے نبی حضرت نوح علیہ السلام نے کہا تھا کہ ﴿وَمَا عِلْمِي بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ [1] یعنی میں نہیں جانتا کہ وہ کیا کرتے ہیں۔ اور اللہ کے نبی حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا تھا ﴿بَقِيَّتُ اللهِ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ وَمَا أَنَا عَلَيْكُم بِحَفِيظٍ﴾ [2] اللہ تعالیٰ کے پاس تمہارے لئے خیر ہے اگر تم مومنین ہو اور میں تم پر کوئی نگران تو نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے فرمایا ﴿لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ﴾ یعنی تم ان کو نہیں جانتے ہم جانتے ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے بارے میں مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز جمعہ کا خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ اے فلاں فلاں لوگو! تم مسجد سے نکل جاؤ کہ تم منافق لوگ ہو۔ چنانچہ رسوائی کے ساتھ وہ مسجد میں سے نکالے گئے۔ وہ مسجد سے نکل رہے تھے اور عمر رضی اللہ عنہ مسجد کی طرف آ رہے تھے تو عمر رضی اللہ عنہ یہ سمجھ کر کہ لوگ پلٹ رہے تو شاید نماز جمعہ ہو چکی ہے شرما گئے اور شرم کے مارے ان لوگوں سے اپنے آپ کو چھپانے لگے اور یہ لوگ بھی اپنے کو عمر رضی اللہ عنہ سے چھپانے لگے یہ سمجھ کر کہ عمر رضی اللہ عنہ کو بھی ہمارے اس نفاق کا علم ہو گیا ہوگا غرض حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد میں آئے تو معلوم ہوا کہ ابھی نماز نہیں ہوئی اور ایک مسلمان نے انہیں اطلاع دی اور کہا کہ اے عمر رضی اللہ عنہ! خوش ہو جاؤ کہ آج منافقین کو اللہ نے رسوا کر دیا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ یہ مسجد سے نکالا جانا عذاب اوّل ہے اور عذاب ثانی عذاب دنیا اور عذاب قبر ہوگا۔ [3]

ثوری رحمہ اللہ نے بھی بالا سناد یہی کہا ہے مجاہد رحمہ اللہ نے قولہ تعالیٰ ﴿سَنُعَذِّبُهُم مَّرَّتَيْنِ﴾ کے بارے میں کہا ہے کہ اس سے مراد قتل اور قید ہے اور ایک دوسری روایت میں بھوک اور عذاب قبر سے تعبیر کی گئی ہے۔ پھر وہ عذاب عظیم کی طرف روکے جائیں گے ابن جریج رحمہ اللہ کا قول ہے کہ عذاب قبر مراد ہے پھر وہ عذاب عظیم یعنی عذاب دوزخ میں مبتلا کئے جائیں گے، حسن بصری رحمہ اللہ نے کہا ہے دنیا کا اور قبر کا عذاب مراد ہے۔ عبدالرحمٰن بن زید کہتے ہیں کہ دنیا کا عذاب اموال اور اولاد کے فتنہ کا عذاب ہے پھر اللہ کا یہ قول پڑھ کر سنایا ﴿وَلَا تُعْجِبْكَ أَمْوَالُهُمْ وَأَوْلَادُهُمْ إِنَّمَا يُرِيدُ اللهُ لِيُعَذِّبَهُم بِهَا فِي الدُّنْيَا﴾ [4] یعنی ان کافروں کے اموال اور اولاد تم کو حسد میں مبتلا نہ کر دیں اللہ کا منشا یہ ہے کہ ان چیزوں کے ذریعہ دنیا کی زندگی ہی میں اللہ انہیں عذاب میں

---

[1] [سورة الشعراء: آیت ۱۱۲] [2] [سورة هود: آیت ۸٦]

[3] **[ضعیف**: تفسیر ابن جریر الطبری (۱۷۱۳۷)] اس کی سند میں حسین بن عمرو راوی ضعیف ہے۔ [مجمع الزوائد (۱۱۰۵۳)] حافظ زبیر علی زئی بھی اس روایت کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[4] [سورة التوبہ: آیت ۸۵]

مبتلا کردے کیونکہ یہ مصائب ان کے لئے عذاب ہیں لیکن مومنین کے لئے باعث اجر ہیں اور آخرت کے عذاب سے مراد دوزخ کا عذاب ہے۔ محمد بن اسحاق نے کہا ہے کہ پہلے عذاب سے تو مراد وہ عذاب ہے جو اسلام کے پھیل جانے سے انہیں پہنچا ہے اور بے انتہا رنج وافسوس جو ان پر طاری ہوا ہے۔ دوسرا عذاب قبر کا عذاب ہے اور عذاب عظیم وہ ہے جو آخرت میں انہیں ملے گا اور ہمیشہ ہمیشہ کا ملے گا۔

سعید نے قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہوئے کہا ہے کہ نبی ﷺ نے حذیفہ رضی اللہ عنہ کے کان میں کہا کہ بارہ منافقین ہیں ان میں سے چھ کو دبیلہ کافی ہوگا یہ نار جہنم کا ایک شعلہ ہوگا جو ان کے کاندھے پر لگے گا تو سینے تک پہنچے گا یعنی پیٹ کے درد اندرونی بیماریوں اور دملوں سے مریں گے اور چھ اپنی موت سے مر جائیں گے۔

سعید رحمہ اللہ نے ہم سے بیان کیا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جب کوئی مرتا اور وہ ان کی نظر میں مشتبہ ہوتا تو حذیفہ رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھتے۔ اگر وہ اس میت کی نماز جنازہ پڑھتے تو خود بھی پڑھتے' یہ یقین کر کے کہ یہ میت ان بارہ منافقین میں سے نہیں ہے اور حذیفہ رضی اللہ عنہ اگر نہ پڑھتے تو پھر خود بھی نہ پڑھتے' معلوم ہوا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے یہ بھی پوچھا تھا کہ اللہ کی قسم بتادو کہ میں ان بارہ میں سے تو نہیں ہوں تو حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم نہیں ہو لیکن تمہارے سوا میں کسی اور کی ذمہ داری نہیں لیتا۔ [1]

وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ۭ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ١٠٢

اور کچھ اور لوگ ہیں جنہوں نے اپنے گناہوں کا خود اقرار کر لیا ہے جنہوں نے ملے جلے عمل کئے تھے کچھ اچھے اور کچھ برے اللہ سے امید ہے کہ ان پر توجہ فرمائیں بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے بڑی رحمت فرمانے والے ہیں ○

سستی و کاہلی سے اجتناب بہتر: جب اللہ تعالیٰ ان منافقوں کا حال بیان کر چکا جو مسلمانوں کے ساتھ جہاد میں شریک ہونے سے رک گئے تھے۔ اور شریک جنگ سے بے رغبتی' تکذیب اور شک کا مظاہرہ کرتے تھے تو پھر ان گنہگاروں کا ذکر شروع کرتا ہے جو جہاد میں شریک ہونے سے باز رہے تھے صرف سستی اور آرام طلبی کے سبب حالانکہ انہیں تصدیق حق اور ایمان حاصل تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان منافقین کے سوا اور دوسرے لوگ جو جہاد سے رک رہے' انہوں نے اپنے قصور کا اعتراف واقرار کر لیا۔ لیکن یہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کے دوسرے اعمال صالحہ بھی ہیں' اور ان اعمال صالحہ کے ساتھ اپنی بعض تقصیرات جیسے جہاد سے باز رہنا بھی انہوں نے شامل کر دیا ہے لیکن ان کی اس تقصیر کو اللہ پاک نے معاف فرما دیا ہے۔ اور ان منافقین کی تقصیر کو وہ معاف نہیں کرے گا اور ان کے کوئی اعمال صالح ہیں بھی نہیں۔ یہ آیت اگرچہ چند معین اشخاص کے بارے میں نازل ہوئی ہے لیکن سارے مخلص خطا کاروں اور گنہگاروں پر بھی عام ہے۔ اور مجاہد رحمہ اللہ کا قول ہے کہ یہ ابولبابہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے

---

[1] [مرسل وضعیف : تفسير ابن جرير الطبري (١٧١٤٥)]

جب کہ انہوں نے بنی قریظہ سے کہا تھا کہ یہ ذبح کی جگہ ہے اور ہاتھ سے اپنے حلق کی طرف اشارہ کیا تھا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ ((اٰخَرُوْنَ)) سے مراد ابولبابہ اور ان کے اصحاب کی جماعت ہے جو غزوہ تبوک میں شرکتِ جہاد سے پہلو تہی کئے ہوئے تھے۔ بعض نے کہا ہے کہ ابولبابہ کے ساتھ پانچ آدمی اور تھے، یا سات تھے، یا نو تھے، اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک سے واپس ہوئے تو ان لوگوں نے اپنے آپ کو مسجد کے ستونوں سے باندھ دیا اور قسم کھالی تھی کہ جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود ہم کو نہ کھولیں، ہم نہ کھولیں جائیں۔ اور جب یہ آیت ﴿ وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ ﴾ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کھول دیا اور ان کا جنگ سے کوتاہی کا قصور معاف کر دیا۔ امام بخاری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج کی رات دو آدمی میرے پاس آئے اور مجھے ایک ایسے شہر تک لے آئے جو چاندی اور سونے کی اینٹوں سے بنا ہوا تھا وہاں ہمیں بعض ایسے آدمی دکھائی دیئے کہ ان کا آدھا حصہ تو نہایت ہی خوش منظر تھا اور دوسرا آدھا حصہ جسم نہایت ہی بدصورت کہ دیکھنے کو جی نہ چاہے۔ میرے ان ساتھیوں نے ان سے کہا کہ تم اس نہر میں غوطہ لگاؤ وہ غوطہ لگا کر جب باہر نکلے تو ان کا یہ عیب جاتا رہا اور ان کے اجسام سب کے سب حسین دکھائی دیتے تھے۔ میرے ساتھیوں نے مجھ سے کہا کہ یہ جنت عدن ہے اور یہی تمہاری منزل ہے اور کہا کہ وہ لوگ جن کا آدھا جسم خوبصورت سا تھا اور آدھا جسم نہایت بدصورت سا تھا سو اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اعمال نیک کے ساتھ اعمال بد بھی ملا رکھے تھے اور اللہ کی حدود سے تجاوز کر گئے تھے۔[1] اس آیت کی تفسیر میں امام بخاری رحمہ اللہ نے مختصراً اسی طرح روایت کی ہے۔

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ صَلٰوتَكَ
سَكَنٌ لَّهُمْ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿١٠٣﴾ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ
عِبَادِهٖ وَيَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿١٠٤﴾

آپ ان کے مالوں میں سے صدقے لے لیجئے جس کے ذریعہ سے آپ ان کو پاک صاف کر دیں گے اور ان کے لئے دعا کیجئے بلاشبہ آپ کی دعا ان کے لئے موجب اطمینان ہے۔ اور اللہ تعالیٰ خوب سنتے خوب جانتے ہیں کیا ان کو یہ خبر نہیں کہ اللہ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور وہی صدقات کو قبول فرماتا ہے اور یہ کہ اللہ ہی توبہ قبول کرنے میں اور رحمت کرنے میں کامل ہے۔

صدقہ سے مال کی پاکیزگی: اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ ان کے اموال سے زکوٰۃ وصول کر لیا کرو یہ مال زکوٰۃ ان کو پاک اور صاف بنائے گا۔ اگرچہ بعض لوگوں نے ((اَمْوَالِهِمْ)) کی ضمیر ان لوگوں کی طرف پھیری ہے جنہوں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کر لیا تھا اور اچھے اور برے دونوں قسم کے اعمال کئے تھے۔ لیکن در حقیقت یہ حکم خاص نہیں بلکہ عام ہے اسی لئے قبائل عرب میں سے بعض مانعین زکوٰۃ نے یہ اعتقاد کر لیا تھا کہ امام کو

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب واخرون اعترفوا بذنوبهم (٤٦٧٤)]

زکوٰۃ لینے کا حق نہیں، اور یہ بات رسول اللہ ﷺ سے مخصوص تھی اور اسی لئے قولہ تعالیٰ ﴿خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً﴾ سے انہوں نے دلیل لی ہے۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان کی تاویل اور فہم فاسد کی تردید کردی اور ان سے جنگ کی تب کہیں انہوں نے خلیفہ وقت کو زکوٰۃ ادا کی جیسا کہ وہ نبی ﷺ کو ادا کیا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ ''اگر وہ اونٹنی کا ایک بچہ یا رسی کا ایک ٹکڑا بھی مال زکوٰۃ کا روک لیں گے جو نبی ﷺ کو ادا کرتے تھے تو منع زکوٰۃ پر میں ان سے قتال کروں گا''۔ (1)

قولہ تعالیٰ ﴿وَصَلِّ عَلَيْهِمْ﴾ یعنی ان کے لئے دعا کرو اور طلبِ مغفرت کرو جیسا کہ صحیح مسلم میں عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب کسی کے پاس سے زکوٰۃ کا مال آتا تو نبی ﷺ حسبِ حکم الٰہی اس کے لئے دعا کرتے تھے چنانچہ جب میرے باپ نے مال زکوٰۃ پیش کیا تو حضرت نے فرمایا اے اللہ! ''آل ابی اوفی پر رحم فرما''۔ (2) ایک دوسری حدیث میں ہے کہ ایک عورت نے کہا کہ یا رسول اللہ! میرے اور میرے زوج کے لئے دعا فرمایئے تو کہا کہ اللہ تیرے اور تیرے زوج پر رحم و کرم فرمائے۔ (3) قولہ تعالیٰ ﴿اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ﴾ تمہاری دعا ان کے لئے سکونِ قلب کا سبب ہے بعض نے صلوٰۃ کو جمع قرار دے کر صَلَوَاتُكَ پڑھا ہے اور دوسروں نے واحد قرار دے کر ((اِنَّ صَلَاتَكَ)) پڑھا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ سکون کے معنی رحمت کے ہیں اور قتادہ رحمہ اللہ نے کہا ہے اس کے معنی ہیں وقار ﴿وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ﴾ یعنی اے نبی! اللہ تمہاری دعاؤں کو سننے والا ہے اور علیم ہے کہ کون تمہاری دعا کا مستحق ہے؟

امام احمد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ وکیع نے بالا سناد روایت کی ہے کہ نبی ﷺ جب کسی کے لئے دعا فرماتے تھے تو وہ اس کے اور اس کے بیٹوں اور پوتوں کے حق میں قبول ہو جاتی تھی۔ (4) پھر ابو نعیم سے بالا سناد مروی ہے کہ نبی ﷺ کی دعا کسی آدمی اور اس کے بیٹوں اور پوتوں کے حق میں ضرور قبول ہو جاتی تھی (5) اور اللہ کا قول ہے ﴿اَلَمْ

---

(1) [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الزکاة: باب وجوب الزکاة (۱۴۰۰) صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب الامر بقتال الناس حتی یقولوا لا اله الا الله (۲۰)]

(2) [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الزکاة: باب صلاة الامام ودعائه لصاحب الصدقة (۱۴۹۷) صحیح مسلم: کتاب الزکاة: باب الدعاء لمن اتی بصدقة (۱۰۷۸) ابوداؤد: کتاب الزکاة: باب دعاء المصدق لاهل الصدقة (۱۵۹۰) ابن ماجه: کتاب الزکاة: باب مایقال عند اخراج الزکاة (۱۷۹۶) نسائی: کتاب الزکاة: باب صلاة الامام علی صاحب الصدقة (۲۴۵۸)]

(3) [صحیح: ابوداؤد: کتاب الوتر: باب الصلاة علی غیر النبی (۱۵۳۳) مسند احمد (۳/۱۹۸)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابوداود]

(4) [ضعیف: مسند احمد (۵/۳۸۵) مجمع الزوائد (۸/۲۶۸)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحدیثیة (۲۳۲۷۷)]

(5) [ضعیف: مسند احمد (۵/۴۰۰)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحدیثیة (۲۳۳۹۴)]

﴿يَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَاْخُذُ الصَّدَقَاتِ﴾ یعنی کیا انہیں اس کا علم نہیں کہ اللہ تعالیٰ بندوں کی نیکیوں کو لیتا ہے اور توبہ قبول فرماتا ہے۔ اس سے مقصد توبہ اور صدقہ پر لوگوں کو ابھارنا ہے کیونکہ یہی دونوں چیزیں گناہوں کو انسان سے چھڑا دیتی ہیں اور معاصی کو ملیا میٹ کر دیتی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ جو اس کے پاس توبہ پیش کرے وہ بندے کی توبہ قبول کر لیتا ہے اور جو کسب حلال کا ایک ٹکڑا بھی صدقہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنے سیدھے ہاتھ سے لے لیتا ہے پھر وہ صدقہ دینے والے کے لئے اس صدقہ کی پرورش کرتا جاتا ہے اور اس کو چھوٹے سے بڑا بناتا ہے حتیٰ کہ صدقہ کی وہ ایک کھجور کوہِ احد کی مانند ہو جاتی ہے جیسا کہ اسی حدیث میں رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے اور جیسا کہ وکیع نے بھی بالا سناد ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ صدقے کو قبول فرماتا ہے اور اس کو اپنے سیدھے ہاتھ میں لیتا ہے اور اس کی نشو ونما کرتا ہے جیسا کہ تم اپنے گھوڑے کے بچے کو پال کر بڑا کرتے ہو یہاں تک کہ صدقہ کا ایک لقمہ بھی احد کا پہاڑ بن جاتا ہے[1] اس کی تصدیق کتاب اللہ عز وجل سے بھی ہوتی ہے کہ ''کیا انہیں علم نہیں کہ اللہ اپنے بندوں کی توبہ کو قبول کرتا ہے اور زکوٰۃ وصدقات کو لے لیتا ہے اور قولہ تعالیٰ ﴿يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ﴾[2] یعنی اللہ تعالیٰ سود کے منافع کو برباد کر دیتا ہے اور صدقات کو اضعافاً مضاعفاً بڑھاتا رہتا ہے۔ ثوری رحمہ اللہ نے بالا سناد ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ صدقہ کا مال سائل کے ہاتھ میں پڑنے سے پہلے اللہ کے ہاتھ میں پڑتا ہے۔ پھر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی ﴿اَلَمْ يَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَاْخُذُ الصَّدَقَاتِ﴾ ابن عساکر رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ میں بہ ضمن تاریخ عبداللہ بن الشاعر سکسکی (جو دمشقی تھے لیکن اصل وطن حمص تھا اور فقہاء میں سے تھے) بیان کیا ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں لوگوں نے جہاد کیا جن کے سردار عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید رحمہ اللہ تھے۔ تو ایک مسلمان نے مال غنیمت میں سے سو دینار رومی غبن کر لئے اور جب لشکر واپس ہو گیا اور لوگ گھروں کو چلے گئے تو اس کو ندامت نے آ گھیرا۔ اس نے یہ دینار اب امیر لشکر کے پاس پہنچائے۔ اس نے ان کے لینے سے انکار کر دیا کہ وہ سب لوگ تو اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے جن میں یہ تقسیم کیا جا سکتا تھا۔ اب تو میں اس کو لے نہیں سکتا اب تم قیامت کے روز اس کو اللہ کے سامنے پیش کر دینا۔ اب یہ آدمی صحابہ میں سے ہر ایک سے پوچھتا رہا لیکن سب یہی کہتے رہے۔ پھر وہ دمشق آیا اور معاویہ رضی اللہ عنہ کو قبول کرنے کے لئے کہا لیکن وہ بھی انکار کر گئے۔ وہ وہاں سے اپنی حالت پر روتا ہوا نکلا اور عبداللہ بن الشاعر السکسکی کے پاس سے گزرا۔ اس نے پوچھا کیوں روتا ہے؟ اس نے سارا واقعہ کہہ سنایا کہ کوئی امیر بھی ان کو نہیں لیتا۔ تو عبداللہ نے کہا کہ تم میری سنو گے اس نے کہا ضرور۔ تو اس نے کہا تم معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ اور کہو کہ پانچواں حصہ جو بیت المال کا حق ہے لے لو۔ چنانچہ بیس دینار ان کے حوالے کر دو اور باقی اسی دینار ان لشکریوں

---

[1] [منکر بزیادۃ وتصدیق ذلک : مسند احمد (۲/۴۰۱) ترمذی : کتاب الزکاۃ : باب ماجاء فی فضل الصدقۃ (۶۶۲) صحیح ترمذی للألبانی] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[2] [سورۃ البقرہ: آیت ۲۷۶]

کی طرف سے خیرات کردو جوان کے حق دار ہو سکتے تھے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کے ناموں اور مقامات وغیرہ سے بھی واقف ہے وہ انہیں اس کا ثواب پہنچا دے گا۔ تو اس آدمی نے ایسا ہی کیا۔ تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر میں نے اس کو ایسا فتویٰ دیا ہوتا تو مجھے یہ بات اپنی تمام مملکت سے زیادہ محبوب تھی۔ اس نے بہت اچھی تدبیر بتائی ہے۔

وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۭ وَسَتُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ١٠٥

کہہ دے کہ تم عمل کیے جاؤ تمہارے عمل اللہ آپ دیکھ لے گا اور اس کا رسول اور ایماندار اور ضرور تم کو ایسے کے پاس جانا ہے' جو تمام چھپی اور کھلی چیزوں کا جاننے والا ہے سو وہ تم کو تمہارا سب کیا ہوا بتلا دے گا۔

اللہ تعالیٰ دلوں کے بھیدوں سے بھی واقف: مجاہد رحمہ اللہ کا قول ہے کہ یہ مخالفین امر اللہ کے لئے اللہ کی طرف سے وعید ہے کہ ان کے اعمال اللہ تبارک وتعالیٰ کے سامنے پیش کئے جائیں گے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین میں بھی ان کے اعمال ظاہر کئے جائیں گے اور قیامت کے روز یہ ہونا ضرور ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ﴿يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ﴾ [1] یعنی بروز قیامت تمہارے اعمال پیش ہوں گے اور کوئی ڈھکی چھپی بات بھی پوشیدہ نہ رہ سکے گی۔ اور فرمایا اللہ پاک نے ﴿يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ﴾ [2] یعنی دلوں کے چھپے ہوئے بھید ظاہر ہو جائیں گے اور فرمایا ﴿وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُوْرِ﴾ [3] یعنی دلوں میں جو کچھ ہے وہ ظاہر ہو جائے گا اور دنیا کے لوگ اس سے واقف ہو جائیں گے جیسا کہ امام احمد رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ حسن بن موسیٰ نے باسناد مرفوعاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ اگر تم میں سے کوئی سخت پتھر کے اندر بھی سما جائے جس میں نہ کوئی سوراخ باقی رہے نہ دروازہ اس کے اندر بھی چھپ کر کوئی عمل کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو بھی لوگوں پر ایسا ظاہر کر دے گا گویا یہ ان کے سامنے ہوا ہے۔ [4] اور حدیث میں وارد ہے کہ زندوں کے اعمال ان اموات پر پیش کئے جاتے ہیں جو ان کے عزیز واقارب ہیں یا ان کے قبائل ہیں اور جو اس وقت عالم برزخ میں ہیں۔ جیسا کہ ابوداؤد الطیالسی نے کہا ہے۔

صلت بن دینار نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے اعمال تمہارے مردہ اقرباء اور

---

[1] [الحاقۃ:١٨] [2] [الطارق:٩] [3] [العادیات:١٠]

[4] [ضعیف : مسند احمد (٢٨/٣) مسند ابویعلی (١٣٧٨) مستدرك حاكم (٣١٤/٤) صحیح ابن حبان (٥٦٧٨)] اس کی سند میں ابن لہیعہ بھی ضعیف ہے اور دراج عن ابی الہیثم بھی۔ شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحدیثیة (١١٢٣٠)] شیخ البانیؒ بھی اسے ضعیف کہتے ہیں [ضعیف الترغیب (١٧٣٣) السلسلة الضعیفة (١٨٠٧)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس، شیخ عبدالرزاق مہدی، حافظ زبیر علی زئی اور مولانا مبشر احمد ربانی نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔]

عشائر پر ان کی قبروں میں پیش کیے جاتے ہیں' اگر اعمال خیر ہوتے ہیں تو وہ خوش ہو جاتے ہیں اور اگر بد ہوں تو دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ! تو اپنی اطاعت کی انہیں توفیق عطا فرما۔ [1] امام احمد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ عبدالرزاق نے ہمیں خبر دی کہ سفیان نے ایک شخص کو کہتے سنا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ تمہارے اعمال تمہارے مردہ اقارب وعشائر پر پیش کیے جاتے ہیں اگر وہ اچھے عمل ہوں تو وہ مردے خوش ہو جاتے ہیں اور اچھے نہ ہوں تو کہتے ہیں کہ اے اللہ! تو انہیں موت نہ دے جب تک تو انہیں بھی ایسی ہدایت نہ دے جیسی تو نے ہمیں دی تھی۔ [2]

امام بخاری رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جب کسی مسلمان کا عمل نیک تمہیں پسند خاطر ہو تو کہو کئے جاؤ اللہ تمہارے عمل کو دیکھ رہا ہے اور اس کا رسول اور مومنین بھی اس سے واقف ہو رہے ہیں [3] اسی قسم کی ایک اور حدیث میں وارد ہے کہ امام احمد رحمہ اللہ نے کہا کہ بالا سناد انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی کے اچھے عمل کو دیکھ کر خوش نہ ہو جاؤ انتظار کرو کہ اس کا خاتمہ بھی اس عمل نیک پر ہوتا ہے یا نہیں۔ اس لئے کہ عامل ایک زمانہ طویل تک نیک عمل کرتا رہتا ہے اور وہ اس نیک عمل پر مر جائے تو جنت میں داخل ہو جائے لیکن ناگہاں اس کے حالات بدل جاتے ہیں اور وہ برے اعمال کرنے لگتا ہے۔ اور ایک بندہ ایسا ہوتا ہے کہ ایک زمانے تک برے اعمال کرتا رہتا ہے کہ اگر اسی پر مر جائے تو دوزخ میں چلا جائے لیکن یکا یک اس کی کایا پلٹ ہو جاتی ہے اور وہ نیک عمل کرنے لگتا ہے۔ اللہ جب اپنے کسی بندے کے ساتھ خیر کا ارادہ فرمائے تو موت سے پہلے اس کو نیکی کی توفیق دے دیتا ہے اور وہ نیکی پر مرتا ہے۔ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ کیسے ہوتا ہے؟ تو فرمایا کہ قبض روح کے وقت وہ عمل صالح کے ساتھ ہوتا ہے۔ [4]

وَ اٰخَرُوۡنَ مُرۡجَوۡنَ لِاَمۡرِ اللّٰہِ اِمَّا یُعَذِّبُہُمۡ وَ اِمَّا یَتُوۡبُ عَلَیۡہِمۡ ؕ وَ اللّٰہُ عَلِیۡمٌ حَکِیۡمٌ ﴿۱۰۶﴾

اور کچھ اور لوگ ہیں جن کا معاملہ اللہ کا حکم آنے تک ملتوی ہے کہ ان کو سزا دے گا یا ان کی توبہ قبول کرلے گا' اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے۔ بڑا حکمت والا ہے ○

جنگ تبوک میں شامل نہ ہونے والوں کا ذکر: ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مجاہد اور عکرمہ اور ضحاک رحمہم اللہ وغیرہ نے کہا کہ یہ تین شخص تھے کہ جن کی توبہ کی قبولیت پیچھے پڑ گئی تھی اور وہ مرارہ بن ربیع اور کعب بن مالک اور ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہم

---

[1] [ضعیف : مسند طیالسی (۱۷۹٤)] اس کی سند میں صلت بن دینار راوی ضعیف ہے۔]

[2] [ضعیف : مسند احمد (۳/۱٦۵)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔[الموسوعة الحديثية (۱۲٦۸۳)]

[3] [صحیح بخاری ، تعلیقا : کتاب التوحید : باب یایها الرسول بلغ ما انزل الیك (۷۵۳۰)]

[4] [صحیح : مسند احمد (۳/۱۲۰)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند شیخین کی شرط پر صحیح ہے۔ [الموسوعة الحديثية (۱۲۲۱٤)]

تھے اور غزوہ تبوک میں یہ بھی ان لوگوں کے ساتھ پیچھے رہ گئے تھے جنہوں نے جنگ میں شرکت نہیں کی تھی بہ سبب سستی اور آرام طلبی کے اور اس سبب سے کہ ان کے باغات میں پھل پکنے کا موسم تھا کاشت تیار کھڑی تھی۔ سایہ دار اور بہار کی لطف انگیزی کا زمانہ تھا۔ یہ کوتاہی اور منافقت کی بنا پر نہیں تھی چنانچہ ان میں چند لوگ ایسے تھے جنہوں نے اپنے آپ کو ستونوں سے باندھ رکھا تھا جیسے کہ ابولبابہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی۔ دوسرے چند لوگوں نے ایسا نہ کیا اور یہ مذکورہ بالا تین اشخاص تھے۔ ابولبابہ اور ان کے ساتھیوں کی توبہ تو ان لوگوں سے پہلے ہی قبول ہو چکی تھی۔ اور زیر ذکر لوگوں کی توبہ کی قبولیت التوا میں پڑ گئی تھی حتی کہ یہ آیت نازل ہوئی اور وہ ہے ﴿لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ﴾ [1] اور ﴿وَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا حَتّٰى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ﴾ یعنی اللہ نے نبی اور مہاجرین اور انصار کی توبہ قبول کر لی (آخر آیت تک) اور ان تینوں شخصوں کی توبہ بھی قبول کر لی جو جنگ سے پیچھے رہ گئے تھے حتیٰ کہ اتنی وسیع دنیا بھی ان پر تنگ تر ہو گئی تھی اور کہیں انہیں پناہ نہ مل سکتی تھی جیسا کہ حدیثِ کعب بن مالک میں اس کا بیان آنے والا ہے اور قولہ تعالیٰ ﴿اِمَّا يُعَذِّبُهُمْ وَاِمَّا يَتُوْبُ عَلَيْهِمْ﴾ [2] یعنی وہ تحت عفور بانی ہیں اگر وہ چاہے تو ان سے ایسا برتاؤ کرے اور اگر چاہے تو ویسا۔ لیکن اللہ کی رحمت تو اس کے غضب پر سبقت رکھتی ہے اور اللہ تو مستحق عقوبت کو جانتا ہے کہ کون عفو کا مستحق ہے اور وہ اپنے افعال واقوال میں حکیم ہے اس کے سوا کوئی اللہ اور کوئی رب نہیں۔

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًاۢ بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا
لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ؕ وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَاۤ اِلَّا الْحُسْنٰى ؕ
وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝١٠٧ لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا ؕ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى
مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ؕ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَاللّٰهُ
يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ۝١٠٨

اور بعض ایسے ہیں جنہوں نے ان اغراض کے لئے مسجد بنائی ہے کہ ضرر پہنچائیں اور کفر کی باتیں کریں اور ایمانداروں میں تفریق ڈالیں اور اس شخص کے قیام کا سامان کریں جو اس سے قبل اللہ اور رسول کا مخالف ہے اور قسمیں کھا جائیں گے کہ بجز بھلائی کے اور ہماری کچھ نیت نہیں اور اللہ گواہ ہے کہ وہ بالکل جھوٹے ہیں ۝ آپ اس میں کبھی کھڑے نہ ہوں البتہ جس مسجد کی بنیاد اول دن سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے وہ اس لائق ہے کہ آپ اس میں کھڑے ہوں۔ اس میں ایسے آدمی ہیں کہ وہ خوب پاک ہونے کو پسند کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ خوب پاک ہونے والوں کو پسند کرتا ہے ۝

منافقین کی تعمیر کردہ مسجد ضرار: ان آیات کریمہ کا سبب نزول یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ تشریف لانے سے پہلے مدینہ میں قبیلہ خزرج کا ایک آدمی رہتا تھا جس کا نام تھا ابو عامر راہب۔ یہ ایام جاہلیت میں نصرانی ہو گیا

---

[1] [سورۃ التوبۃ: آیت ۱۱۷]
[2] [سورۃ التوبۃ: آیت ۱۱۸]

اٹھا اور اہل کتاب کا علم حاصل کر چکا تھا۔ یہ ایام جاہلیت میں ایک عبادت گزار شخص تھا اپنے قبیلے میں اس کو بڑی بزرگی حاصل تھی۔ جب نبی ﷺ ہجرت فرما کر مدینے تشریف لائے اور مسلمانوں کا آپ کے پاس اجتماع ہونے لگا اور اسلام کا بول بالا ہو گیا اور بدر کی لڑائی میں بھی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو غالب رکھا تو ابو عامر پر یہ بات بہت شاق گزری اور کھلم کھلا عداوت ظاہر کرنے لگا اور مدینہ سے بھاگ کر کفار اور مشرکین مکہ سے جا ملا اور انہیں رسول اللہ ﷺ سے جنگ کرنے پر مائل کرتا تھا اب عرب کے سارے قبیلے اکٹھے ہو گئے اور جنگ احد کے لئے پیش قدمی کی نتیجہ میں مسلمانوں کو جو ضرر پہنچا اللہ عزوجل نے اس جنگ میں مسلمانوں کا امتحان لیا دنیا نہ سہی لیکن عاقبت تو متقین ہی کے لئے ہے۔ اس فاسق نے دونوں طرف کی صفوں کے درمیان کئی گڑھے کھود رکھے تھے ان میں سے ایک میں رسول اللہ ﷺ گر پڑے آپ کو مضرت پہنچی۔ آپ کا چہرہ زخمی ہو گیا نیچے کی طرف سے سامنے کے چار دانت آپ کے ٹوٹ گئے۔ سر بھی نبی ﷺ کا زخمی ہو گیا۔ ابو عامر نے شروع جنگ میں اپنی قوم انصار کی طرف بڑھ کر انہیں مخاطب کیا اور انہیں اپنی مدد اور اپنی موافقت کی دعوت دی۔ جب انصار نے ابو عامر کی یہ حرکت دیکھی تو کہنے لگے کہ اے فاسق اے عدو اللہ! اللہ تجھے برباد کرے اور اس کو گالیاں دیں اس کی عزت ریزی کی۔ اب وہ یہ کہتا ہوا واپس ہو گیا کہ میرے بعد میری قوم تو اور بگڑ گئی۔

نبی ﷺ نے اس کے فرار ہونے سے پہلے اس کو دعوتِ اسلام دی تھی اور قرآن کی وحی اسے سنائی تھی، لیکن اسلام لانے سے اس نے انکار کیا اور سرکشی اختیار کی۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اسے بددعا دی کہ کم بخت جلاوطنی اور پردیسی موت مرے۔ چنانچہ یہ بددعا اس پر کارگر ہوئی اور یہ بات اس طرح وقوع پذیر ہوئی کہ لوگ جب جنگ احد سے فارغ ہوئے تو اس نے دیکھا کہ نبی ﷺ کا تو بول بالا ہو رہا ہے۔ اسلام بڑھتا چلا جا رہا ہے تو وہ ملکِ روم ہرقل کے پاس گیا اس سے نبی ﷺ کے برخلاف مدد مانگی۔ اس نے وعدہ کیا۔ اس نے اپنی امیدیں کامیاب ہوتی دیکھیں تو ہرقل کے پاس ٹھہر گیا اور اپنی قوم انصار میں سے ان لوگوں کو مکہ بھیجا جو اہل نفاق تھے کہ لشکر لے کر آ رہا ہوں رسول اللہ (ﷺ) سے خوب جنگ ہوگی، ان پر غالب آ جاؤں گا اور انہیں اپنی اسلام سے پہلے کی سابقہ حالت پر آنا پڑے گا اور ان اہل نفاق کو حکم بھیجا کہ اس کے لئے پناہ کی جگہ بنائے رکھو اور میرے احکام اور مراسلے جو لے کر آیا کریں ان کے لئے قیامگاہ اور مأمن بنائے رکھو تا کہ اس کے بعد جب وہ خود آئے تو اس کے لئے کمین گاہ کا کام دے۔ چنانچہ ان منافقین نے مسجد قباء کے قریب ہی ایک اور مسجد بنا ڈالی، اس کی تعمیر کر دی اس کو پختہ کر دیا اور رسول اللہ ﷺ کے تبوک سے نکلنے سے پہلے اس کام سے فارغ بھی ہو لئے اور رسول اللہ ﷺ کے پاس یہ درخواست لے کر آئے کہ آپ ہمارے پاس آئیے ہماری مسجد میں نماز پڑھئے تا کہ اس بات کی سند ہو سکے کہ یہ مسجد اپنی جگہ قابل استقرار اور قابل اثبات ہے۔ اور آپ کے سامنے یہ بیان کیا کہ ضعیفوں اور کمزوروں کی خاطر یہ مسجد بنائی گئی ہے اور سردی کی راتوں میں جو بیمار لوگ دور مسجد میں نہیں جا سکتے ان کے لئے آسانی کی غرض ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ تو اپنے نبی ﷺ کو اس مسجد میں نماز پڑھنے سے بچانا چاہتا تھا۔ چنانچہ آپ نے فرمایا کہ ہمیں اس

وقت سفر در پیش ہے جب ہم واپس ہوں گے اور اللہ نے چاہا تو دیکھا جائے گا اور جب نبی ﷺ جنگ تبوک سے فارغ ہو کر مدینہ کی طرف واپس ہوئے اور مدینہ تک مسافت جب ایک دن یا اس سے کچھ کم رہ گئی تو جبرائیل علیہ السلام مسجد ضرار کی خبر لئے ہوئے آ پہنچے اور منافقین کے اس راز کو ظاہر کر دیا کہ مسجد قبا کے قریب ایک اور مسجد بنانے سے مسلمانوں کی جماعت میں تفریق پیدا کرنے کا مقصد ان کافروں اور منافقوں نے پیش کر رکھا ہے۔ وہ مسجد قبا ہے جس کی بنیاد اوّل روز سے تقویٰ پر اٹھائی گئی ہے۔ اس علم کے بعد نبی ﷺ نے اپنے مدینے پہنچنے سے پہلے ہی چند لوگوں کو اس مسجد ضرار کی طرف بھیج دیا کہ اس کو منہدم کر دیا جائے جیسا کہ علی بن ابی طلحہ نے اس آیت کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ وہ انصار کے لوگ تھے جنہوں نے ایک مسجد بنائی تھی اور ابو عامر نے ان سے کہا کہ تم ایک مسجد بناؤ اور جس قدر بھی تم سے ممکن ہو اس میں ہتھیارِ جنگ چھپائے رکھو اور اس کو اپنی پناہ اور کمیں گاہ بنائے رہو کیونکہ میں قیصر ملک روم کی طرف جا رہا ہوں' روم سے لشکر لے کر آؤں گا اور محمد ﷺ اور ان کے اصحاب کو مدینہ سے نکال دونگا۔ چنانچہ یہ منافقین جب مسجد ضرار بنا کر فارغ ہو گئے تو نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ ہم یہ دلی خواہش رکھتے ہیں کہ ایک بار آپ اس مسجد میں آ کر نماز پڑھ لیں اور اس میں ہمارے لئے برکت کی دعا کریں' تو اللہ عزوجل نے یہ وحی نازل فرما دی ﴿لَا تَقُمْ فِيهِ أَبَدًا (الی قوله) الظَّالِمِينَ﴾ تک۔ یعنی ہرگز اس میں نماز نہ پڑھنا یقیناً وہ مسجد جس کی بنیاد اول یوم سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے زیادہ حقدار ہے اس بات کی کہ تم اسی میں نماز پڑھو اس میں ایسے پاکیزہ لوگ رہتے ہیں کہ پاک دل ہیں اور اللہ تعالیٰ ایسے ہی پاکیزہ دلوں کو پسند کرتا ہے۔ [1] سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے بھی بالا سناد یہی روایت کی ہے اور محمد بن اسحاق نے بھی بالا سناد یہ روایت کی ہے کہ نبی ﷺ غزوہ تبوک سے واپس ہوئے اور مقام ذی اوان میں فروکش ہوئے۔ مدینہ یہاں سے چند گھنٹوں کی مسافت پر ہے۔ اب مسجد ضرار والے آپ کے پاس آئے اور آپ تبوک جانے کی تیاری میں مصروف تھے۔ اور کہا یا رسول اللہ ﷺ! ہم نے بیماروں' حاجتمندوں اور بارش سردی کی راتوں میں آنے والی جماعت مسلمین کی خاطر ایک مسجد بنائی ہے ہم چاہتے ہیں کہ آپ اس میں تشریف لائیں اور ہمیں اس میں نماز پڑھائیں۔ آپ نے فرمایا کہ اس وقت تو سفر در پیش ہے اور میں بہت مصروف ہوں' یا' رسول اللہ ﷺ نے یوں فرمایا کہ اگر ہم واپس آئے تو ان شاء اللہ تعالیٰ ہم تمہارے پاس آئیں گے اور تمہیں نماز پڑھائیں گے۔ چنانچہ جب آپ ذی اوان میں اترے تو اس مسجد ضرار کی خبر اللہ کی طرف سے آپ کو مل گئی۔ آپ نے بنی سالم کے بھائی مالک بن دخشم کو بلایا اور معن بن عدی یا اس کے بھائی عامر بن عدی' غرض ان دونوں کو بلایا اور فرمایا کہ تم دونوں ان ظالموں کی مسجد کی طرف جاؤ اور اس کو منہدم کر دو اور جلا ڈالو۔ یہ دونوں فوراً گئے اور بنی سالم بن عوف کے پاس آئے۔ یہ مالک بن الدخشم کے قبیلہ کے لوگ تھے۔ اب مالک نے معن سے کہا ٹھہرو! میں اپنے لوگوں میں سے کسی کے پاس سے آگ لے آتا ہوں۔ اب وہ مالک اپنے لوگوں میں آئے۔ درخت کی ایک بڑی سی لکڑی لی اس کو

---

[1] [مرسل: تفسیر ابن جریر الطبری (۱۷۲۰۱)]

سلگایا اور فوراً نکل کھڑے ہوئے۔ یہ دونوں مسجد پہنچے۔ مسجد میں یہ کفار موجود تھے' ان دونوں نے مسجد کو جلادیا اور اس کو گرادیا۔ لوگ وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے اور قرآن کی یہ آیت ان منافقین کے بارے میں نازل ہوئی۔ ﴿وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَاراً وَّ كُفْرًا﴾ یہ لوگ جنھوں نے یہ مسجد ضرار بنائی بارہ افراد تھے خذام بن خالد' اسی کے گھر سے مسجد شقاق کی راہ نکلتی ہے' اور ثعلبہ بن حاطب بنی امیہ کے خادم' اور معتب بن قشیر اور ابوحبیبہ بن الازعر' اور عباد بن حنیف' اور حارثہ بن عامر' اور اس کے دونوں بیٹے مجمع اور زید اور نبتل الحارث' اور مخرج اور بجاد بن عثمان' اور ودیعہ بن ثابت' اور ابولبابہ کے قبیلہ کے خادم[1] وہ لوگ جنہوں نے اس کو بنایا وہ قسمیں کھا کر کہہ رہے تھے کہ ہم نے تو نیک ارادے سے اس کی بناء ڈالی ہے۔ ہمارے پیش نظر تو صرف لوگوں کی خیر خواہی تھی۔ لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ﴿وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ﴾ اللہ شہادت دیتا ہے کہ یہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں یعنی جو انہوں نے قصد کیا اور نیت رکھی ہے' اس میں جھوٹے ہیں۔ محض اس مقصد سے مسجد بنائی ہے کہ مسجد قبا کو ضرر پہنچائیں اور کفر کی اشاعت کریں مسلمانوں میں تفریق ڈال دیں' اللہ سے اور اس کے رسول سے لڑنے کی خاطر کمین گاہ بنائے رکھیں' جہاں ان کے مشورے اور کونسل ہوا کرے' وہ شخص ہے ابوعامر وہ فاسق جس کو راہب سمجھا جاتا ہے' اللہ اس پر لعنت کرے۔ ﴿وَقَوْلُهُ لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا﴾ نبی ﷺ کو اس میں نماز پڑھنے سے ممانعت فرمادی۔ نماز نہ پڑھنے میں ان کی تابع ان کی امت بھی ہے چنانچہ مسلمانوں کو بھی تاکید ہے کہ کبھی اس میں نماز نہ پڑھیں۔ پھر یہ مسجد قبا میں نماز پڑھنے پر ابھارا مسجد قبا کی بنیاد شروع ہی سے تقویٰ پر ڈالی گئی ہے۔ تقویٰ اطاعت اللہ اور اطاعت رسول اللہ ﷺ کو کہتے ہیں یہاں مسلمان مل بیٹھتے ہیں دینی مشورے کرتے ہیں اور یہ اسلام اور اہل اسلام کی پناہ کی جگہ ہے اور اسی کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ﴾ اور سیاق عبارت مسجد قبا سے متعلق ہے۔ اس لئے حدیث صحیح میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ مسجد قبا میں نماز پڑھنا ایک عمرہ کے ثواب کے برابر ہے۔[2] صحیح حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ مسجد قبا کی طرف سوار ہو کر بھی آتے تھے اور پیادہ بھی۔[3] رسول اللہ ﷺ نے جب اسے بنایا تو آپ کی سب سے پہلے تشریف آوری بنی عمرو بن عوف کے پاس تھی اور جہت قبلہ جبرائیل علیہ السلام نے معین کی تھی۔ فاللہ اعلم۔

ابوداؤد نے بالا سناد ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جب یہ آیت اہل قبا کے بارے میں نازل ہوئی۔ ﴿فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا﴾ آپ نے فرمایا وہ پانی سے طہارت

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (١٧٢٠٠)]

[2] [صحیح: ترمذی: کتاب الصلاة: باب ماجاء فی الصلاة فی مسجد قباء (٣٢٤) ابن ماجه: کتاب اقامة الصلاة: باب ماجاء فی الصلاة فی مسجد قبا (١٤١١) طبرانی کبیر (٥٧٠) مستدرك حاكم (٤٨٧/١)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ جبکہ شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ترمذی]

[3] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب فضل الصلاة فی مسجد مكه والمدینة: باب مسجد قباء (١١٩١) صحیح مسلم: کتاب الحج: باب فضل مسجد قباء (١٣٩٩)]

کرتے تھے۔ [1] چنانچہ ان کی تعریف میں یہ آیت اتری ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب متذکرہ بالا آیت اتری تو آپ عویم بن ساعدہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور پوچھا کہ تمہاری وہ کون سی طہارت ہے؟ کہ اللہ نے تمہارے لئے جس کی تعریف کی ہے تو عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم میں سے جب کوئی مرد یا عورت حاجت سے فارغ ہوتے ہیں تو پانی سے اپنے اندام نہانی کو اچھی طرح دھو لیتے ہیں تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں یہی بات ہے۔ [2] امام احمد رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد قبا میں تشریف لائے اور کہا کہ نماز کے لئے تمہاری طہارت کی اللہ پاک نے بڑے اچھے الفاظ میں تعریف کی ہے' سو وہ تمہاری کون سی طہارت ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو تو اس کے سوا کوئی علم نہیں کہ یہود ہمارے پڑوسی ہیں اور وہ حاجت سے فارغ ہونے کے بعد پانی سے دھوتے ہیں چنانچہ ہم نے بھی یہی طریقہ اختیار کر رکھا ہے۔ [3]

ابن خزیمہ نے اپنی کتاب حدیث میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عویم بن ساعدہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تمہاری کس طہارت کی تعریف اللہ پاک نے کی ہے؟ تو کہا کہ ہم طہارت کرنے میں پانی استعمال کرتے ہیں۔ ابن جریر نے کہا کہ آیت ﴿فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ﴾ جو اتری ہے وہ حاجت کے بعد پانی سے دھونے والوں کی شان میں ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (بالا سناد) روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد قبا میں آئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری طہارت کی بہت اچھی تعریف کی ہے' وہ کیا ہے؟ تو کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم نے تو آیت میں پانی سے طہارت کے احکام پائے ہیں [4] (اس میں ایک راوی عبداللہ بن سلام تھے جو اہل توریت تھے) حدیث صحیح میں وارد ہے کہ مدینے کے اندر جو مسجد نبوی ہے یہی وہ مسجد ہے جس کے لئے کہا گیا کہ تقویٰ پر اس کی بنیاد اٹھی ہوئی ہے۔ اور یہ صحیح بات ہے اس آیت اور اس آیت میں کوئی منافات نہیں کیونکہ جب قبا کی تاسیس اول یوم سے بر بنائے تقویٰ ہے تو بدرجہ اولیٰ مسجد نبوی کو یہ خصوصیت حاصل ہونی چاہئے اسی لئے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اپنی

---

[1] [صحیح: ابوداؤد: کتاب الطهارة: باب في الاستنجاء بالماء (٤٤) ابن ماجه: کتاب الطهارة: باب الاستنجاء بالماء (٣٥٧) ترمذی: کتاب التفسیر: باب ومن سورة التوبة (٣١٠٠)] شیخ البانی نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابوداود] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔]

[2] [ضعیف: طبرانی کبیر (١٠٦٥) مجمع الزوائد (١/٢١٢)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں محمد بن حمید راوی ضعیف ہے اور ابن اسحاق مدلس ہے اور اس نے عن سے روایت بیان کی ہے۔ حافظ زبیر علی زئی نے بھی اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔]

[3] [حسن لغیرہ: مسند احمد (٣/٤٢٢) طبرانی کبیر (٣٤٨) مستدرك حاكم (١/١٥٥) مجمع الزوائد (١/٢١٢) تفسیر ابن جریر الطبری (١١/٣٠) صحیح ابن خزیمه (٨٣)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ یہ روایت (شواہد کی بنا پر) حسن ہے البتہ یہ سند ضعیف ہے۔[الموسوعة الحديثية (١٥٤٨٥)]

[4] [ضعیف: مسند احمد (٦/٦) تفسیر ابن جریر الطبری (١٧٢٤٢) مجمع الزوائد (١/٢١٣)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند شہر بن حوشب کی وجہ سے ضعیف ہے۔[الموسوعة الحديثية (٢٣٨٣٣)]

مسند میں بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جو مسجد تقویٰ کا اساس رکھتی ہے وہ میری یہ مسجد ہے۔ (1)

امام احمد رحمہ اللہ نے پھر (بالاسناد) روایت کی ہے کہ نبی ﷺ کے زمانہ میں دو آدمیوں نے اس بارے میں اختلاف کیا کہ اس خصوصیت والی مسجد کونسی ہے؟ تو ایک نے کہا کہ وہ مسجد نبوی ہے اور دوسرے نے کہا کہ وہ مسجد قبا ہے۔ یہ دونوں نبی ﷺ کے پاس آئے اور آپ سے تحقیق کی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس سے یہی میری مسجد مراد ہے۔ (2) امام احمد رحمہ اللہ نے پھر (بالاسناد) روایت کی کہ دو آدمی اس خصوصیت والی مسجد کے بارے میں مختلف الرائے تھے ایک مسجد قبا کو اور دوسرا مسجد نبوی کو بتا رہا تھا تو حضرت ﷺ نے فرمایا کہ مسجد تقویٰ یہ میری مسجد ہے۔ (3)

پھر اس کے بعد کئی حدیثیں اسی مضمون کی وارد ہیں؛ چنانچہ حمید الخراط المدنی نے ابوسلمہ سے پوچھا کہ تم نے اپنے باپ سے مسجد تقویٰ کے بارے میں کیا سنا ہے؟ تو کہا کہ میں آنحضرت ﷺ کے پاس آیا اور پوچھا یا نبی اللہ! مسجد تقویٰ کونسی ہے؟ تو آپ نے مٹھی بھر کنکریاں زمین سے اٹھائیں اور انہیں مار کر کہا کہ وہ یہی مسجد ہے۔ اس وقت آپ مسجد کے صحن میں اپنی بیوی کے ایک کمرے میں تشریف فرما تھے۔ (4) پھر وہ کہتے ہیں کہ اس کو مسلم نے بالاسناد حمید الخراط سے روایت کیا ہے کہ خلف اور سلف کی ایک جماعت اسی بات کی قائل ہے کہ وہ مسجد نبوی ہے اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی یہی روایت ہے کہ ﴿لَمَسْجِدٌ أُسِّسَ﴾ والی آیت پاک اس بات کی دلیل ہے کہ مساجد قدیمہ میں جن کی اول بنیاد عبادت خداوندی پر اٹھائی گئی ہے نماز پڑھنا مستحب ہے۔ اور اس استحباب کی بھی دلیل ہے کہ جماعت صالحین اور عباد عاملین کے ساتھ نماز پڑھی جائے اور وضو باقاعدہ طور پر مکمل کیا جائے اور نماز میں میلے یا گندے کپڑوں سے بالکل پاک رہا جائے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے (بالاسناد) روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صبح کی نماز پڑھائی اور اس میں سورۂ روم پڑھی، پڑھنے میں آپ کو کچھ شک سا ہو گیا، آپ جب واپس ہوئے تو فرمایا قرآن پڑھنے میں کچھ گڑبڑ ہو جاتی ہے دیکھو تم میں بعض لوگ ایسے ہیں جو ہمارے ساتھ نماز پڑھتے ہیں لیکن وضو اچھی طرح نہیں کرتے پس جو ہمارے ساتھ نماز پڑھنا چاہے اس کو چاہیے کہ وضو کامل کیا کرے، وضو میں کوئی خرابی نہ کرنے پائے۔ (5)

---

(1) [صحیح : مسند احمد (۱۱٦/٥) مجمع الزوائد (۱۰/٤)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ یہ روایت صحیح ہے البتہ یہ سند عبداللہ بن عامر کی وجہ سے ضعیف ہے۔[الموسوعة الحديثية (۲۱۱۰۷)]

(2) [صحیح : مسند احمد (۳۳۱/٥) صحيح ابن حبان (۱٦۰٤) تفسير ابن جرير الطبرى (۱۷۲۱۸) طبرانى كبير (٦۰۲٥) ابن ابى شيبة (۳۷۲/۲)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے اور یہ سند بھی جید ہے۔[الموسوعة الحديثية (۲۲۸۰٥)]

(3) [صحیح : صحيح مسلم : كتاب الحج : باب بيان ان المسجد الذى اسس على التقوى (۱۳۹۸) مسند احمد (۸۹/۳) ترمذى : كتاب تفسير القرآن (۳۰۹۹)]

(4) [صحیح : صحيح مسلم (۱۳۹۸) ابن ابى شيبة (۳۷۳،۳۷۲/۲)]

(5) [حسن : مسند احمد (٤۷۲/۳) نسائى : كتاب الافتتاح : باب القراءة فى الصبح بالروم (۹٤۸)] شیخ البانی اور شیخ شعیب ارناؤوط اسے حسن کہتے ہیں۔[صحيح الترغيب (۲۲۲) الموسوعة الحديثية (۱٥۸۷٤)]

ذوالکلاع سے مروی ہے انہوں نے نبی ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی تو آپ نے یہ ہدایت فرمائی تھی' یہ چیز اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ حسن طہارت قیام فی العبادت میں آسانی پیدا کرتا ہے اور عبادت کی تمیم و تکمیل میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔ ابوالعالیہ نے قول پاک ﴿وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ﴾ کے بارے میں کہا کہ پانی سے طہارت کرنا تو بیشک بہت اچھی بات ہے لیکن جن کی طہارت کی اللہ تعالیٰ تعریف فرما رہا ہے وہ گناہوں سے اپنے آپ کو پاک رکھنے والے لوگ ہیں۔ اعمش رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس طہارت سے مراد گناہوں سے توبہ اور شرک سے پاکیزگی ہے۔ حدیث میں وارد ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اہل قباء سے کہا کہ اللہ نے جو تمہاری طہارت کی تعریف کی ہے وہ کیسی طہارت ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ ہم پانی سے استنجاء کرتے ہیں۔ حافظ ابوبکر بزار رحمہ اللہ نے بالا سناد ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ یہ آیت اہل قبا کے بارے میں اتری ہے۔ اور جب آپ نے ان سے سوال کیا تھا تو کہا تھا کہ ہم پہلے ڈھیلے لیتے تھے پھر پانی سے دھوتے تھے۔ [1] اس کو بزار نے روایت کیا ہے' اس کو صرف محمد بن عبدالعزیز نے اور ان سے ان کے بیٹے نے روایت کیا ہے۔ میں نے یہاں یہ تصریح اس لئے کر دی ہے کہ یہ چیز اگرچہ فقہاء میں مشہور ہے لیکن اکثر محدثین متاخرین اس کو معروف تسلیم نہیں کرتے' واللہ اعلم۔

اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى تَقْوٰى مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ
عَلٰى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۰۹﴾
لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِيْ بَنَوْا رِيْبَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلَّآ اَنْ تَقَطَّعَ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَاللّٰهُ
عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۱۰﴾ ع

پھر آیا ایسا شخص بہتر ہے جس نے اپنی عمارت کی بنیاد اللہ سے ڈرنے پر اور اللہ کی خوشنودی پر رکھی ہو یا وہ شخص کہ جس نے اپنی عمارت کی بنیاد کسی گھاٹی کے کنارے پر جو کہ گرنے ہی کو ہو رکھی ہو پھر وہ اس کو لے کر آتش دوزخ میں گر پڑے' اور اللہ تعالیٰ ایسے ظالموں کو سمجھ ہی نہیں دیتا ○ ان کی یہ عمارت جو انہوں نے بنائی ہے ہمیشہ ان کے دلوں میں کھٹکتی رہے گی ہاں مگر ان کے دل ہی اگر فنا ہو جائیں تو خیر' اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے اور حکمت والے ہیں ○

مسجد تقویٰ والے اور مسجد ضرار والے برابر نہیں: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے مسجد کی بنیاد تقویٰ اور رضائے الٰہی پر رکھی ہے اور وہ لوگ جنہوں نے مسجد ضرار اور مسجد کفر بنائی اور مومنین میں تفریق ڈال دی اور اللہ سے اور اللہ کے رسول ﷺ سے لڑنے کے لئے اس کو جائے پناہ قرار دیا' کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ ان لوگوں نے تو اس مسجد ضرار کی بنیاد گویا ایک گڑھے کے ڈھلتے ہوئے کنارے پر رکھی جو اسے جہنم کی آگ میں لے گری۔ اور حدود سے تجاوز کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں فرماتا۔ یعنی مفسدین کے عمل کو اصلاح پذیر نہیں بناتا۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ مسجد ضرار کو میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کے حسب فرمان جب اس میں آگ لگا دی

[1] [ضعیف : مجمع الزوائد (۱۰۵۳)] اس کی سند میں محمد بن عبدالعزیز راوی ضعیف ہے۔]

گئی تو اس میں دھواں نکل رہا تھا۔ ابن جریج رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ہمیں معلوم ہوا کہ بعض لوگوں نے ایک جگہ گڑھا کھودا تو اس میں سے دھواں نکلتا ہوا پایا۔ [1] قتادہ رحمہ اللہ نے بھی اسی طرح کہا ہے۔

خلف بن یاسین کوفی کہتے ہیں کہ میں نے منافقین کی اس مسجد کو دیکھا کہ جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے یہ دیکھا کہ اس میں ایک سوراخ ہے جس میں سے دھواں نکل رہا ہے اور آج کے روز وہ جگہ گندگی پھینکنے کی جگہ بنی ہوئی ہے۔ [2] ابن جریر رحمہ اللہ نے اس کو روایت کیا۔ اور قولہ تعالیٰ ﴿لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِي بَنَوْا رِيبَةً فِي قُلُوبِهِمْ﴾ یعنی ان کی بنائی ہوئی یہ عمارت تو ہمیشہ ان کے دلوں میں شک وشبہ کی باعث ہی رہے گی اور اس عمل شنیع کا اقدام کرنے کی وجہ سے ان کے دلوں میں نفاق کا بیج بوتی رہے گی جیسا کہ گوسالہ پرستوں کے دل میں گوسالہ کی محبت پڑی ہوئی تھی ﴿إِلَّا أَنْ تَقَطَّعَ قُلُوبُهُمْ﴾ البتہ اس صورت میں ان منافقین کی بیخ کنی ہو سکتی ہے جب کہ اس مسجد ہی کو ختم کر کے ان کے دلوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں۔ اللہ اپنے بندوں کے اعمال کو خوب جانتا ہے اور خیر وشر کا بدلہ دینے میں بڑا حکیم ہے۔

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ۚ يُقَاتِلُونَ
فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ ۖ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ
وَالْقُرْآنِ ۚ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ ۚ فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُم بِهِ ۚ
وَذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿١١١﴾

اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال خرید لئے ہیں اس قیمت پر کہ ان کے لئے جنت ہے، وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں پھر مارتے بھی ہیں اور شہید بھی ہوتے ہیں یہ وعدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر واجب کر لیا ہے تورات میں اور انجیل میں اور قرآن میں بھی، اللہ سے زیادہ وعدے کا پورا کرنے والا اور کون ہو سکتا ہے؟ پس تمہیں اس خرید وفروخت پر خوش ہو جانا چاہئے جو تم نے کی ہے، یہی ہے زبردست کامیابی ○

اللہ تعالیٰ کے ساتھ تجارت کرنے والے مومن: اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ مومن بندے جب راہ حق میں اپنے مال اور اپنی جانیں دیں۔ اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں اپنے فضل وکرم اور لطف ورحم سے انہیں جنت عطا فرمائے گا۔ بندہ اپنی چیز جو درحقیقت اللہ تعالیٰ کی ہی ہے اس کی راہ میں خرچ کرتا ہے تو اس کی اطاعت گزاری سے مالک الملک خوش ہو کر اپنا اور فضل کرتا ہے سبحان اللہ کتنی زبردست اور گراں قیمت پروردگار کیسی حقیر چیز پر دیتا ہے۔ دراصل ہر مسلمان اللہ سے یہ سودا کر چکا ہے۔ اسے اختیار ہے کہ وہ اسے پورا کرے یا یونہی اپنی گردن میں لٹکائے ہوئے دنیا سے اٹھ جائے۔ اسی لئے مجاہدین جب جہاد کے لئے جاتے ہیں تو کہا جاتا ہے کہ اس نے اللہ سے بیوپار

---

[1] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۱۷۲۶۲)] اس کی سند میں یحییٰ حمانی راوی ضعیف ہے۔]

[2] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۱۷۲۶۴)] اس روایت کو بھی اہل علم ضعیف و باطل ہی کہتے ہیں۔]

کیا۔ یعنی وہ خرید وفروخت جسے وہ پہلے سے کر چکا تھا اس نے پوری کی۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے لیلۃ العقبہ میں بیعت کرتے ہوئے کہا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب کے لئے اور اپنے لئے جو چاہیں شرط منوالیں۔ آپ نے فرمایا میں اپنے رب کے لئے تم سے یہ شرط قبول کراتا ہوں کہ اسی کی عبادت کرنا اس کے ساتھ کسی اور کو شریک نہ کرنا۔ اور اپنے لئے تم سے اس بات کی پابندی کراتا ہوں کہ جس طرح اپنی جان و مال کی حفاظت کرتے ہو میری بھی حفاظت کرنا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا جب ہم یونہی کریں تو ہمیں کیا ملے گا؟ آپ نے فرمایا جنت! یہ سنتے ہی خوشی سے کہنے لگے واللہ! اس سودے میں تو ہم بہت ہی نفع میں رہیں گے۔ بس اب پختہ بات ہے نہ ہم اسے توڑیں گے نہ توڑنے کی درخواست کریں گے پس یہ آیت نازل ہوئی [1] یہ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں، نہ اس کی پرواہ ہوتی ہے کہ ہم مارے جائیں گے نہ اللہ کے دشمنوں پر وار کرنے میں انہیں تأمل ہوتا ہے، مرتے ہیں اور مارتے ہیں۔ ایسوں کے لئے یقیناً جنت واجب ہے۔ بخاری ومسلم کی حدیث میں ہے کہ جو شخص اللہ کی راہ میں نکل کھڑا ہو جہاد کے لئے، رسولوں کی سچائی مان کر، اسے یا تو فوت کر کے بہشت بریں میں اللہ تبارک وتعالیٰ لے جاتا ہے یا پورے پورے اجر اور بہترین غنیمت کے ساتھ واپس اسے لوٹاتا ہے۔ [2] اللہ تعالیٰ نے یہ بات اپنے ذمے ضروری کر لی ہے اور اپنے رسولوں پر اپنی بہترین کتابوں میں نازل بھی فرمائی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اتری ہوئی تورات میں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اتری ہوئی انجیل میں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اترے ہوئے قرآن میں اللہ کا یہ وعدہ موجود ہے۔ صلوات الله وسلامه عليهم اجمعين۔ اللہ کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ اللہ سے زیادہ وعدوں کا پورا کرنے والا اور کوئی نہیں ہوسکتا۔ نہ اس سے زیادہ سچائی کسی کی باتوں میں ہوتی ہے۔ جس نے اس خرید وفروخت کو پورا کیا اس کے لئے خوشی ہے اور مبارکباد ہے، وہ کامیاب ہے اور جنتوں کی ابدی نعمتوں کا مالک ہے۔

اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ۗ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾

یہ لوگ توبہ کرنے والے، عبادت گزار، اللہ کی تعریفیں کرنے والے، اللہ کی راہ میں سفر کرنے والے، رکوع سجدوں میں مشغول رہنے والے، اچھے کاموں کا حکم کرنے والے، بری باتوں سے روکنے والے، اللہ تعالیٰ کی حد بندیوں کی حفاظت کرنے والے ہوتے ہیں، تو ان مسلمانوں کو بشارتیں سنا دے ○

اہل ایمان کی صفات: جن مومنوں کا اوپر ذکر ہوا ہے ان کی پاک اور بہترین صفتیں بیان ہو رہی ہیں کہ وہ تمام گناہوں سے توبہ کرتے رہتے ہیں، برائیوں کو چھوڑتے جاتے ہیں، اپنے رب کی عبادت پر جمے رہتے ہیں، ہر قسم کی

---

[1] [**ضعيف** : تفسير ابن جرير الطبری (۱۷۲۸٤) اس کی سند میں ابو معشر راوی ضعیف ہے۔]

[2] [**صحيح** : صحيح بخاری : كتاب فرض الخمس (۳۱۲۳) صحيح مسلم : كتاب الامارة : باب فضل الجهاد والخروج في سبيل الله (۱۸۷٦)]

عبادتوں کی حفاظت کرتے ہیں۔قولی عبادت ہو یا فعلی یہ بجالاتے ہیں۔ چونکہ قولی عبادتوں میں خاص طور پر قابل ذکر چیز اللہ کی حمد وثنا ہے اس لئے وہ اس کی حمد بکثرت ادا کرتے ہیں۔اور فعلی عبادتوں میں خصوصیت کے ساتھ افضل عبادت روزہ ہے اس لئے وہ اسے بھی اچھائی سے رکھتے ہیں۔کھانے پینے کو جماع کو ترک کردیتے ہیں۔یہی مراد لفظ ((سَآئِحُوْنَ)) سے یہاں ہے۔یہی وصف آنحضرت ﷺ کی بیویوں کا قرآن نے بیان فرمایا ہے اور یہی لفظ ((سَائِحَات)) وہاں بھی ہے۔رکوع سجود کرتے رہتے ہیں یعنی نماز کے پابند ہیں۔اللہ کی ان عبادتوں کے ساتھ ہی ساتھ مخلوق کے نفع سے بھی غافل نہیں۔اللہ کی اطاعت کا ہر ایک کو حکم کرتے ہیں۔برائیوں سے روکتے ہیں۔خود علم حاصل کرکے بھلائی برائی میں تمیز کرکے اللہ کے احکام کی حفاظت کرکے پھر اوروں کو بھی اس کی رغبت دیتے ہیں۔حق تعالیٰ کی عبادت اور اس کی مخلوق کی حفاظت دونوں زیر نظر رہتے ہیں۔یہی باتیں ایمان کی ہیں اور یہی اوصاف مومنوں کے ہیں۔انہیں خوشخبریاں ہوں۔حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سیاحت سے مراد روزہ لیتے ہیں۔اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی بلکہ آپ سے مروی ہے کہ قرآن کریم میں جہاں کہیں یہ لفظ آیا ہے وہاں یہی مطلب ہے۔ضحاک رحمہ اللہ بھی یہی کہتے ہیں۔حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔کہ اس امت کی سیاحت روزہ ہے۔مجاہد، سعید، عطا، عبدالرحمٰن، ضحاک، سفیان رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ کہتے ہیں کہ مراد ((سَائِحُوْنَ)) سے ((صَائِمُوْنَ)) ہے۔یعنی جو روزے رمضان کے رکھیں۔ابوعمرو رحمہ اللہ کہتے ہیں روزہ پر دوام کرنے والے۔ایک مرفوع حدیث میں بھی ہے کہ مراد ((سَآئِحُوْنَ)) سے روزہ دار ہیں لیکن اس حدیث کا موقوف ہونا ہی زیادہ صحیح ہے۔[1] ایک مرسل حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے اس لفظ کا مطلب پوچھا گیا تو آپ نے یہی فرمایا۔[2] تمام اقوال سے زیادہ صحیح اور زیادہ مشہور تو یہی قول ہے۔اور ایسی دلیلیں بھی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ مراد سیاحت سے اللہ کی راہ میں جہاد ہے۔ابوداؤد میں ہے کہ ایک شخص نے کہا یارسول اللہ ﷺ! مجھے سیاحت کی اجازت دیجئے۔آپ نے فرمایا میری امت کی سیاحت اللہ کی راہ میں جہاد کرنا ہے۔[3] ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں سیاحت کا ذکر آیا تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کے بدلے اپنی راہ کا جہاد اور ہر اونچائی پر اللہ اکبر کہنا عطا فرمایا ہے۔[4] حضرت عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں مراد اس سے علم

---

[1] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۱۷۳۰۱) ابن عدی ۲/ ۲۲۰، ۲۲۱] اس کی سند میں حکیم بن خزام راوی ضعیف ہے۔[میزان الاعتدال (۲۲۱۸) الجرح و التعدیل (۲۰۳/۳)] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[2] [مرسل : تفسیر ابن جریر الطبری (۱۷۳۰۰)]

[3] [حسن : ابوداؤد: کتاب الجهاد : باب فی النهی عن السیاحة (۲۴۸۶)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ [صحیح ابوداود]

[4] [منقطع : شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ یہ روایت منقطع ہے کیونکہ عمارہ بن غزیہ نے کسی بھی صحابی کو نہیں پایا۔حافظ زبیر علی زئی اسے معضل کہتے ہیں۔]

دین کے طالب علم ہیں۔ عبدالرحمن رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ کی راہ کے مہاجر ہیں۔ بعض لوگ صوفیا طبقہ کے جو اس سے مراد لیتے ہیں کہ زمین کی سیر کرنا' سفر میں رہنا' ادھر ادھر جانا آنا پہاڑوں' دروں' جنگلوں اور بندوں میں پھرنا اس کا نام سیاحت ہے' یہ محض ایک غلط فہمی ہے' یہ سیاحت مشروع نہیں۔ ہاں اللہ نہ کرے اگر بستی میں رہنے سے دین میں کوئی فتنہ پڑنے کا اندیشہ ہو تو اور بات ہے۔ جیسے کہ صحیح بخاری شریف میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں قریب ہے کہ مومن کا سب سے بہتر مال بکریاں بن جائیں جن کے پیچھے وہ پہاڑوں کی چوٹیوں اور بارش برسنے کی جگہوں میں پڑا رہے' اپنے دین کو لے کر فتنوں سے بھاگتا اور بچتا رہے۔ [1] اللہ کی حدوں کی حفاظت کرنے والے یعنی بقول ابن عباس رضی اللہ عنہما اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر قائم رہنے والے۔ بقول حسن بصری رحمہ اللہ فرائض کی پابندی کرنے والے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بجالانے والے۔

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ﴿١١٣﴾ وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ إِلَّا عَنْ مَوْعِدَةٍ وَعَدَهَا إِيَّاهُ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ أَنَّهُ عَدُوٌّ لِلَّهِ تَبَرَّأَ مِنْهُ ۚ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَأَوَّاهٌ حَلِيمٌ ﴿١١٤﴾

نبی کو اور ایمان داروں کو یہ لائق ہی نہیں کہ مشرکوں کے لئے استغفار کریں گو وہ قرابت دار ہی کیوں نہ ہوں؟ اس کے بعد کہ ان پر یہ ظاہر ہو چکا ہے کہ وہ دوزخی ہیں ○ ابراہیم کا اپنے والد کے لئے استغفار تو صرف اس وعدے کی وجہ سے تھا جو وہ اس سے کر چکا تھا' پھر جب اس پر کھل گیا کہ وہ دشمن رب ہے تو وہ اسی وقت اس سے بیزار ہو گیا' ابراہیم تو بڑا ہی نرم دل بردبار تھا ○

مشرکین کے لئے دعائے مغفرت کی ممانعت: مسند احمد میں ہے کہ ابو طالب کی موت کے وقت اس کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے۔ وہاں اس وقت ابو جہل اور عبداللہ بن ابی امیہ بھی تھا۔ آپ نے فرمایا چچا ﴿لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ﴾ کہہ لے اس کلمے کی وجہ سے اللہ عزوجل کے ہاں میں تیری سفارش کر سکوں۔ یہ سن کر دونوں نے کہا کہ اے ابو طالب کیا تو عبدالمطلب کے دین سے پھر جائے گا؟ اس پر اس نے کہا کہ میں تو عبدالمطلب کے دین پر ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خیر میں جب تک منع نہ کر دیا جاؤں تیرے لئے بخشش مانگتا رہوں گا۔ لیکن آیت ﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ﴾ اتری۔ یعنی نبی علیہ السلام کو اور مومنوں کو لائق نہیں کہ وہ مشرکوں کے لئے بخشش مانگیں گو وہ ان کے قریبی رشتہ دار ہی ہوں۔ ان پر تو یہ ظاہر ہو چکا ہے کہ یہ مشرک جہنمی ہیں۔ اسی بارے میں آیت ﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِي﴾ [2] الخ' بھی اتری ہے۔ [3] یعنی تو جس سے محبت کرے اسے راہ نہیں دکھا سکتا بلکہ اللہ تعالیٰ جسے

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الایمان: باب من الدین الفرار من الفتن (١٩)]

[2] [سورۃ القصص: آیت ٥٦]

[3] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر، صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب الدلیل علی صحۃ الاسلام (٢٤)]

چاہے راہ دکھاتا ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کی زبانی اپنے مشرک ماں باپ کے لئے استغفار سن کر اس سے کہا کہ تو مشرکوں کے لئے استغفار کرتا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کے لئے استغفار نہیں کیا؟ فرماتے ہیں میں نے جا کر یہ ذکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ اس پر یہ آیت اتری۔ کہا جب کہ وہ مرگیا [1] پھر میں نہیں جانتا۔ یہ قول مجاہد رحمہ اللہ کا ہے۔ مسند احمد میں ہے ہم تقریباً ایک ہزار آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے' آپ منزل پر اترے' دو رکعت نماز ادا کی پھر ہماری طرف منہ کر کے بیٹھے۔ اس وقت آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ دیکھ کر تاب نہ لا سکے' اٹھ کر عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں کیا بات ہے؟ آپ نے فرمایا بات یہ ہے کہ میں نے اپنے رب عزوجل سے اپنی والدہ کے لئے استغفار کرنے کی اجازت طلب کی تو مجھے اجازت نہ ملی۔ اس پر میری آنکھیں بھر آئیں کہ میری ماں ہے اور جہنم کی آگ ہے۔ اچھا اور سنو! میں نے تمہیں تین چیزوں سے منع کیا تھا اب وہ ممانعت ہٹ گئی ہے۔ زیارت قبور سے منع کیا تھا اب تم کرو کیونکہ اس سے تمہیں بھلائی یاد آئے گی۔ میں نے تمہیں تین دن سے زیادہ قربانی کے گوشت کو روکنے سے منع فرمایا تھا اب تم کھاؤ اور جس طرح چاہو روک رکھو۔ اور میں نے تمہیں بعض خاص برتنوں میں پینے کو منع فرمایا تھا لیکن اب تم جس برتن میں چاہو پی سکتے ہو لیکن خبردار! نشے والی چیز ہرگز نہ پینا۔ [2] ابن جریر میں ہے کہ مکہ شریف آتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک نشانِ قبر کے پاس بیٹھ گئے اور کچھ دیر خطاب کر کے آپ کھڑے ہوئے ہم نے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کیا بات تھی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اپنے پروردگار سے اپنی ماں کی قبر کے دیکھنے کی اجازت مانگی وہ تو مل گئی لیکن اس کے لئے استغفار کرنے کی اجازت مانگی تو نہ ملی۔ اب جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رونا شروع کیا تو ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی ایسا اور اتنا روتے نہیں دیکھا۔ [3] ابن ابی حاتم میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبرستان کی طرف نکلے۔ ہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ وہاں آ کر آپ ایک قبر کے پاس بیٹھ کر دیر تک مناجات میں مشغول رہے' پھر رونے لگے۔ ہم بھی خوب روئے پھر کھڑے ہوئے تو ہم بھی کھڑے ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اور ہمیں بلا کر فرمایا کہ تم کیسے روئے؟ ہم نے کہا کہ آپ کو روتا دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ قبر میری ماں آمنہ کی تھی میں نے اسے دیکھنے کی اجازت چاہی تھی جو مجھے ملی تھی۔ [4] اور روایات میں ہے کہ دعا کی اجازت نہ ملی اور آیت ﴿مَا كَانَ﴾ الخ' اتری پس جو ماں کی محبت میں صدمہ ہونا چاہئے مجھے ہوا۔

---

[1] [حسن : ترمذی : كتاب تفسير القرآن : باب و من سورة التوبه (۳۱۰۱) نسائی : كتاب الجنائز : باب النهى عن الاستغفار للمشركين (۲۰۳۵) مسند احمد (۱/۹۹)] شیخ البانی ؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ [صحیح نسائی] شیخ شعیب ارناؤوط بھی اسے حسن کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (۷۷۱)]

[2] [صحيح : صحيح مسلم : كتاب الجنائز : باب استئذان النبى ربه عزوجل فى زيارة قبر امه (۹۷٦) مسند احمد (۵/۳۵۰۔ ۳۵۵)]

[3] [تفسير ابن جرير الطبرى (۱۷۳٤٤)]

[4] [ضعيف : مستدرك حاكم (۲/۳۳٦) بيهقى فى دلائل النبوة (۱/۱۸۹)] اس کی سند میں ابن جریج راوی مدلس ہے اور ایوب بن ہانی ضعیف ہے۔]

دیکھو میں نے زیارتِ قبر کی تمہیں ممانعت کی تھی لیکن اب میں رخصت دیتا ہوں۔ کیونکہ اس سے آخرت یاد آتی ہے۔ (۱) طبرانی میں ہے کہ غزوہ تبوک کی واپسی میں عمرے کے وقت ثنیہ عسفان سے اترتے ہوئے آپ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا تم عقبہ میں ٹھہرو میں ابھی آیا۔ وہاں سے اتر کر اپنی والدہ کی قبر پر گئے اللہ تعالیٰ سے دیر تک مناجات کرتے رہے پھر پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع کیا آپ کے اس قدر رونے سے سب لوگ رونے لگے اور یہ سمجھے کہ آپ کی امت کے بارے میں کوئی نئی بات پیدا ہوئی جس سے آپ اس قدر رو رہے ہیں۔ انہیں روتا دیکھ کر رسول اللہ ﷺ واپس پلٹے اور دریافت فرمایا کہ تم لوگ کیوں رو رہے ہو؟ انہوں نے جواب دیا آپ کو روتا دیکھ کر اور یہ سمجھ کر کہ شاید آپ کی امت کے بارے میں کوئی ایسا نیا حکم اترا جو طاقت سے باہر ہے۔ آپ نے فرمایا سنو بات یہ ہے کہ یہاں میری ماں کی قبر ہے میں نے اپنے پروردگار سے قیامت کے دن اپنی ماں کی شفاعت کی اجازت طلب کی لیکن اللہ تعالیٰ نے عطا نہیں فرمائی تو میرا دل بھر آیا اور میں رونے لگا۔ جبرائیل علیہ السلام آئے اور مجھ سے فرمایا ابراہیم علیہ السلام کا استغفار اپنے باپ کے لئے صرف ایک وعدے سے تھا جس کا وعدہ ہو چکا تھا لیکن جب اس پر کھل گیا کہ اس کا باپ اللہ کا دشمن ہے تو وہ فوراً بے زار ہو گیا پس آپ بھی اپنی ماں سے اسی طرح بیزار ہو جایئے جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ سے بیزار ہو گئے۔ پس مجھے اپنی ماں پر رحم اور ترس آیا۔ پھر میں نے دعا کی کہ میری امت پر سے چار سختیاں دور کر دی جائیں اللہ تعالیٰ نے دو تو دور فرما دیں لیکن دو کے دور فرمانے سے انکار فرما دیا۔ (۱) آسمان سے پتھر برسا کر ان کی ہلاکت۔ (۲) زمین میں انہیں دھنسا کر ان کی ہلاکت۔ (۳) ان میں پھوٹ اور اختلاف کا پڑنا۔ (۴) ان میں ایک ایک کو ایذائیں پہنچنا۔ ان چاروں چیزوں سے بچاؤ کی میری دعا تھی۔ دو پہلی چیزیں تو مجھے عنایت ہو گئیں میری امت آسمانی پتھراؤ سے اور زمین میں دھنسائے جانے سے تو بچا دی گئی۔ ہاں آپس کا اختلاف آپس کی سر پھٹول یہ نہیں اٹھی۔ آپ کی والدہ کی قبر ایک ٹیلے تلے تھی، اس لئے آپ راستے سے گھوم کر وہاں گئے تھے۔ (۲) یہ روایت غریب ہے اور سیاق عجیب ہے۔ لیکن اس سے بھی زیادہ غریب اور منکر وہ روایت ہے جو امام خطیب رحمہ اللہ بغدادی نے اپنی کتاب بنام السابق واللاحق میں مجہول سند سے وارد کی ہے جس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی والدہ کو زندہ کر دیا وہ ایمان لائیں پھر مر گئیں۔ (۳) اسی طرح کی سہیلی کی ایک روایت ہے۔ جس میں ایک نہیں کئی ایک راوی مجہول ہیں۔ اس میں ہے کہ ماں باپ دونوں دوبارہ زندہ ہوئے پھر ایمان لائے۔ (۴) ابن دحیہ نے اسی

---

(۱) [ایضا] (۲) [ضعیف: طبرانی کبیر (۱۲۰۴۹) مجمع الزوائد (۴۵۹)] اس میں مجہول راوی ہے۔]

(۳) [موضوع: الموضوعات لابن الجوزی (۱/۲۸۳، ۲۸۴)]

(۴) [ضعیف: امام سیوطیؒ نے فرمایا ہے کہ اس کی سند ضعیف ہے۔ [الدرر المنتشرة فی الأحادیث المشتهرة (ص: ۲۳) امام سخاویؒ نے نقل فرمایا ہے کہ امام سہیلیؒ نے فرمایا کہ اس کی سند میں بہت سے مجہول راوی ہیں اور امام ابن کثیرؒ نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث بہت زیادہ منکر ہے۔ [المقاصد الحسنة (ص: ۶۷)] امام شوکانیؒ نے اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔ [الفوائد المجموعة (ص: ۹۱)] مزید دیکھئے: [کشف الخفاء (۱/۵۹) تذکرة الموضوعات (ص: ۸۷) اللآلی المنثورة فی الأحادیث المشهورة (ص: ۱۷۴)]

روایت پر نظریں جما کر کہا ہے کہ یہ نئی زندگی اسی طرح کی ہے جس طرح مروی ہے کہ سورج ڈوب جانے کے بعد واپس لوٹا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز عصر ادا کی۔ طحاوی تو کہتے ہیں کہ سورج والی یہ روایت ثابت ہے۔ قرطبی کہتے ہیں ان کی دوبارہ کی زندگی شرعاً یا عقلاً ممتنع نہیں۔ کہتے ہیں میں نے سنا ہے کہ آپ کے چچا ابوطالب کو بھی اللہ تعالیٰ نے زندہ کیا اور وہ آپ پر ایمان لایا۔ [1] میں کہتا ہوں اگر صحیح روایت سے یہ روایتیں ثابت ہوں تو بے شک مانع کوئی نہیں (لیکن تینوں روایتیں محض گپ ہیں) واللہ اعلم۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ کیا کہ اپنی ماں کے لئے استغفار کریں اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا۔ تو آپ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے استغفار کو پیش کیا۔ اس کا جواب آیت ﴿ مَا كَانَ اسْتِغْفَارُ ﴾ الخ، میں مل گیا۔ فرماتے ہیں اس آیت سے پہلے مشرکین کے لئے استغفار کیا جاتا تھا۔ اب ممنوع ہوگیا۔ ہاں زندوں کے لئے جائز رہا۔ لوگوں نے آکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ہمارے بڑوں میں ایسے بھی تھے جو پڑوس کا اکرام کرتے تھے، صلہ رحمی کرتے تھے، غلام آزاد کرتے تھے، ذمہ داری کا خیال رکھتے تھے۔ تو کیا ہم ان کے لئے استغفار نہ کریں؟ آپ نے فرمایا کیوں نہیں، میں بھی اپنے والد کے لئے استغفار کرتا ہوں جیسے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے والد کے لئے کرتے تھے۔ اس پر آیت ﴿ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ ﴾ سے ﴿ الْجَحِيمِ ﴾ تک نازل ہوئی۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا عذر بیان ہوا اور فرمایا ﴿ وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ ﴾ الخ، مذکور ہے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے چند باتیں وحی کی ہیں جو میرے کانوں میں گونج رہی ہیں اور میرے دل میں جگہ پکڑے ہوئے ہیں۔ مجھے حکم فرمایا گیا کہ میں کسی ایسے شخص کے لئے استغفار نہ کروں جو شرک پر مرا ہو۔ اور یہ کہ جو شخص اپنا فالتو مال دے دے اس کے لئے یہی افضل ہے اور جو روک رکھے اس کے لئے برائی ہے۔ ہاں برابر برابر حسبِ ضرورت پر اللہ کے ہاں ملامت نہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ایک یہودی مر گیا جس کا ایک لڑکا تھا لیکن وہ مسلمان تھا اس لئے اپنے باپ کے جنازے میں وہ شریک نہ ہوا۔ جب حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ بات معلوم ہوئی تو فرمانے لگے اسے جنازے میں جانا چاہئے تھا اور دفن میں بھی موجود رہنا چاہئے تھا اور باپ کی زندگی تک اس کے لئے ہدایت کی دعا کرنی چاہئے تھی۔ ہاں موت کے بعد اسے اس کی حالت پر چھوڑ دیتا۔ پھر آپ نے آیت ﴿ وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ ﴾ الخ، تلاوت فرمائی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ طریقہ نہیں چھوڑا۔ اس کی صحت کی گواہ ابوداؤد وغیرہ کی یہ روایت بھی ہوسکتی ہے کہ ابوطالب کی موت پر حضرت علی رضی اللہ عنہ آکر کہتے ہیں کہ یارسول اللہ! آپ کے بوڑھے چچا گمراہ مر گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا جاؤ انہیں دفنا کر سیدھے میرے پاس آؤ الخ۔ [2] مروی ہے کہ جب ابوطالب کا جنازہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرا تو آپ نے فرمایا میں تجھ سے صلہ رحمی کا رشتہ نبھا چکا۔ [3] حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں تو قبلہ کی

---

[1] [باطل : التذكرة (ص : ١٧)] صحیح احادیث کے مطابق ابوطالب کلمہ پڑھے بغیر ہی فوت ہوئے تھے۔]

[2] [صحیح : ابوداؤد : كتاب الجنائز : باب الرجل يموت له قرابة مشرك (٣٢١٤) نسائی : كتاب الجنائز : باب مواراة المشرك (٢٠٠٥)] شیخ البانی نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابوداود]

[3] [ضعیف : ابن سعد في الطبقات (٩٩/١)] اس کی سند میں واقدی راوی ضعیف ہے۔]

طرف منہ کرنے والوں میں سے کسی کے جنازے کی نماز نہ چھوڑوں گا۔ گو وہ کوئی حبشن زنا سے حاملہ ہی ہو۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے مشرکوں پر ہی نماز ودعا حرام کی ہے اور فرمایا ہے ﴿ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ ﴾ الخ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے سنا کہ وہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے جو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور اس کی ماں کے لئے استغفار کرے۔ تو اس نے کہا باپ کے لئے بھی۔ آپ نے فرمایا نہیں اس لئے کہ میرا باپ شرک پر مرا ہے۔ آیت میں فرمانِ الٰہی ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اپنے باپ کا اللہ کا دشمن ہونا کھل گیا۔ یعنی وہ کفر ہی پر مرگیا۔ مروی ہے کہ قیامت کے دن جب حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ان کا باپ ملے گا۔ نہایت سراسیمگی پریشانی کی حالت میں چہرہ غبار آلود اور کالا پڑا ہوا ہوگا کہے گا کہ ابراہیم علیہ السلام آج میں تیری نافرمانی نہ کروں گا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام جناب باری میں عرض کریں گے کہ میرے رب تو نے مجھے قیامت کے دن رسوا نہ کرنے کا وعدہ کیا ہوا ہے۔ اور میرا باپ تیری رحمت سے دور ہو کر عذاب میں مبتلا ہو یہ بہت بڑی رسوائی ہے۔ اس پر فرمایا جائے گا کہ اپنی پیٹھ پیچھے دیکھو دیکھیں گے کہ ایک بجو کیچڑ میں لتھڑا ہوا کھڑا ہے۔ یعنی آپ کے والد کی صورت مسخ ہوگئی ہوگی اور اس کے پاؤں پکڑ کر گھسیٹ کر اسے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ [1] فرماتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام بڑا ہی دعا کرنے والا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ((اَوَّاهٌ)) کا مطلب دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا رونے دھونے والا، اللہ تعالیٰ کے سامنے گریہ و زاری کرنے والا۔ [2] ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں بہت ہی رحم کرنے والا، مخلوقِ رب کے ساتھ نرمی اور سلوک اور مہربانی کرنے والا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے پورے یقین والا۔ سچے ایمان والا۔ توبہ کرنے والا۔ حبشی زبان میں ((اَوَّاهٌ)) مومن اور مومن یقین وایمان والے کو کہتے ہیں۔ ذوالبجادین رضی اللہ عنہ نامی ایک صحابی کو اس بنا پر کہ جب قرآن کریم میں اللہ کا ذکر ہوتا تو وہ اسی وقت دعا کے ساتھ آواز اٹھاتے تھے رسول نے ((اَوَّاهٌ)) فرمایا۔ [3] (مسند احمد) ((اَوَّاهٌ)) سے مراد تسبیح پڑھنے والا۔ ضحیٰ کی نماز پڑھنے والا۔ اپنے گناہوں کی یاد آنے پر استغفار کرنے والا۔ اللہ کے دین کی حفاظت کرنے والا۔ رب سے ڈرنے والا۔ پوشیدہ اگر کوئی گناہ ہو جائے تو بہ کرنے والا بھی مروی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک شخص کا ذکر ہوا کہا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بکثرت یاد کرتا ہے اور اللہ کی تسبیح بیان کرتا رہتا ہے آپ نے فرمایا وہ ((اَوَّاهٌ)) ہے۔ [4] (ابن جریر) اسی ابن جریر میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک میت کو دفن کر کے فرمایا یقیناً تو ((اَوَّاهٌ)) یعنی بکثرت تلاوت کلام اللہ شریف کرنے والا تھا۔ [5] اور روایت میں ہے کہ ایک شخص بیت اللہ شریف کا طواف کرتے ہوئے اپنی دعا میں ((اَوَّاهٌ اَوَّاهٌ)) کر رہا تھا۔ اس کے انتقال کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے دفن میں شامل تھے چونکہ رات کا وقت تھا اس لئے آپ کے ساتھ

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب احادیث الانبیاء: باب قول اللہ واتخذ اللہ ابراهیم خلیلا (۳۳۵۰)]

[2] [ضعیف: تفسیر ابن جریر الطبری (۱۷۴۳۰)] اس کی سند میں شہر بن حوشب راوی ضعیف ہے۔]

[3] [ضعیف: مسند احمد (۱۵۹/۴) مجمع الزوائد (۱۰۹۸۱)] اس میں ابن لھیعہ ضعیف ہے۔]

[4] [ضعیف: تفسیر ابن جریر الطبری (۱۷۴۲۱)] اس کی سند میں سفیان بن وکیع ضعیف ہے۔]

[5] [ضعیف: تفسیر ابن جریر الطبری (۱۷۴۲۳)] اس کی سند میں حجاج ضعیف ہے۔]

چراغ بھی تھا۔ [1] (ابن جریر) یہ روایت غریب ہے۔کعب احبار رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سامنے جہنم کا ذکر ہوتا تھا تو آپ اس سے پناہ مانگا کرتے تھے۔ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ((اَوَّاہٌ یعنی فقیه)) امام ابن جریر کا فیصلہ یہ ہے کہ سب سے بہتر قول ان تمام اقوال میں یہ ہے کہ مراد اس لفظ سے بکثرت دعا کرنے والا ہے۔الفاظ کے مناسب بھی یہی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہاں ذکر یہ فرمایا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے والد کے لئے استغفار کیا کرتے تھے اور تھے بھی بکثرت دعا مانگنے والے۔بردبار بھی تھے' جو آپ پر ظلم کرے' آپ سے برا پیش آئے آپ تحمل کر جایا کرتے تھے۔باپ نے آپ کو ایذا دی صاف کہہ دیا تھا کہ تو میرے معبودوں سے منہ پھیر رہا ہے تو اگر اپنی اس حرکت سے باز نہ آیا تو میں تجھے پتھر مار مار کر مار ڈالوں گا۔وغیرہ۔لیکن پھر بھی آپ نے اس کے لئے استغفار کرنے کا وعدہ کر لیا' پس اللہ فرماتا ہے کہ ابراہیم ((اَوَّاہٌ)) اور حلیم تھے۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًاۢ بَعْدَ اِذْ هَدٰىهُمْ حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّا يَتَّقُوْنَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿١١٥﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۭ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿١١٦﴾

جب کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کسی قوم کو راہ پر لا چکا پھر ایسا نہیں کہ انہیں گمراہ کردے جب تک کہ ان کے لئے ان چیزوں کو کھول نہ دے جن سے انہیں بچنا چاہئے' یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز کو پوری طرح جاننے والا ہے ○ اللہ ہی کے لئے آسمان وزمین کی بادشاہت ہے' وہی جلاتا ہے اور مارتا ہے' اللہ تعالیٰ کے سوا تمہارا کوئی حمایتی اور مددگار نہیں ○

گمراہی سے پہلے اتمامِ حجت: اللہ تعالیٰ خبر دے رہا ہے کہ وہ کریم وعادل اللہ کسی قوم کو ہدایت کرنے کے بعد حجت پوری کئے بغیر گمراہ نہیں کرتا۔جیسے اور جگہ ہے کہ ثمودیوں کو ہم نے ہدایت دی لیکن انہوں نے بینائی کے باوجود اندھے پن کو ترجیح دی۔ [2] اوپر کی آیت کی مناسبت کی وجہ سے مشرکوں کے لئے استغفار نہ کرنے کے بارے میں خاص طور پر اور اللہ تعالیٰ کی ہر معصیت کے چھوڑنے اور ہر اطاعت کے بجالانے میں عام طور پر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لئے بیان فرما چکا ہے۔اب جو چاہے کرے' جو چاہے چھوڑے۔امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کرتا کہ مومنوں کو مشرک مردوں کے استغفار سے روکے بغیر ہی ان کے اس استغفار کی وجہ سے انہیں اپنے نزدیک گمراہ بنادے۔حالانکہ اس سے پیشتر وہ انہیں ایمان کی راہ پر لا چکا ہے۔پس پہلے اپنی کتاب کے ذریعے انہیں اس سے روک رہا ہے۔اب جو مان گیا اور اللہ کی ممانعت کے کام سے رک گیا اس پر اس سے پہلے کیے ہوئے کام کی وجہ سے گمراہی لازم نہیں ہو جاتی۔اس لئے کہ طاعت ومعصیت حکم وممانعت کے بعد ہوتی ہے اس سے پہلے مطیع اور عاصی ظاہر نہیں ہوتا۔پہلے ہی ان چیزوں کو وہ ظاہر فرما دیتا ہے جس سے بچانا چاہتا ہے۔وہ

---

[1] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (١٧٤٢٥)] اس کی سند میں ایک راوی مجہول ہے۔]

[2] [سورۃ فصلت: آیت ١٧]

پورا باخبر اور سب سے بڑھ کر علم والا ہے۔ پھر مومنوں کو مشرکین سے اور ان کے ذی اختیار بادشاہوں سے جہاد کی رغبت دلاتا ہے۔ اور انہیں اپنی مدد پر بھروسہ کرنے کو فرماتا ہے کہ زمین و آسمان کا مالک میں ہی ہوں۔ تم میرے دشمنوں سے مرعوب مت ہونا۔ کون ہے جو ان کا حمایتی بن سکے؟ اور کون ہے جو ان کی مدد پر میرے مقابلے میں آسکے؟ ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کے مجمع میں بیٹھے ہوئے فرمانے لگے کیا جو میں سنتا ہوں تم بھی سن رہے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ حضرت ہمارے کان میں تو کوئی آواز نہیں آرہی۔ آپ نے فرمایا میں آسمانوں کا چرچرانا سن رہا ہوں اور حقیقت میں ان کا چرچرانا ٹھیک بھی ہے۔ ان میں ایک بالشت بھر جگہ ایسی نہیں جہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ سجدے میں اور قیام میں نہ ہو۔ [1] کعب احبار رحمہ اللہ فرماتے ہیں ساری زمین میں سوئی کے ناکے کے برابر کی جگہ ایسی نہیں' جہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ مقرر نہ ہو جو یہاں کا علم اللہ کی طرف نہ پہنچاتا ہو۔ آسمان کے فرشتوں کی گنتی زمین کے سنگریزوں سے بھی زیادہ ہے۔ عرش کے اٹھانے والے فرشتوں کے ٹخنے اور پنڈلی کے درمیان کا فاصلہ ایک سو سال کا ہے۔

لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿١١٧﴾

یقیناً اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے ساتھ متوجہ ہو گیا نبی پر اور مہاجرین اور انصار پر جو مشکل کی گھڑی میں نبی کی پیروی میں لگے رہے اس کے بعد کہ قریب تھا کہ ان کی ایک جماعت کے دل ٹیڑھے ہو جائیں پھر بھی اللہ ان پر مہربان ہو گیا' بے شک وہ ان کے اوپر شفقت و مہربانی کرنے والا ہے ○

مجاہدین گرمی میں صحراؤں کے سفر پر رواں دواں: مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت جنگ تبوک کے بارے میں اتری ہے۔ اس جنگ میں جانے کے وقت سال بھی قحط کا تھا' گرمیوں کا موسم تھا' کھانے پینے کی کمی تھی' راستوں میں پانی نہ تھا۔ شام کے ملک تک کا دور دراز کا سفر تھا۔ سامانِ رسد کی اتنی کمی تھی کہ دو دو آدمیوں میں ایک ایک کھجور بٹتی تھی۔ پھر تو یہ ہو گیا تھا کہ ایک کھجور ایک جماعت کو ملتی یہ چوس کر اسے دیتا وہ اور کو اور ایک ایک چوس کر پانی پی لیتا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت ان پر لازم کر دی اور انہیں واپس لایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے جب اس سختی کا سوال ہوا تو آپ نے فرمایا۔ سخت گرمیوں کے زمانے میں ہم نکلنے کو تھے' ایک منزل میں تو پیاس کے مارے ہماری گردنیں ٹوٹنے لگیں یہاں تک کہ لوگ اپنے اونٹوں کو ذبح کر کے اس کی اوجھڑی نچوڑ کر اس پانی کو پیتے اور پھر اسے اپنے کلیجے سے لگا لیتے۔ اس وقت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعاؤں کو ہمیشہ ہی قبول فرمایا ہے۔ اب بھی دعا کیجئے کہ اللہ قبول فرمائے' آپ نے ہاتھ اٹھا کر دعا شروع کی' اسی وقت آسمان پر ابر چھا گیا اور برسنے لگا اور خوب برسا جس کے پاس جتنے برتن تھے

---

[1] [**ضعیف**: طبرانی کبیر (۲۰۱/۳) ابو نعیم فی الحلیة (۲۱۷/۲)] عبدالوهاب بن عطا ضعیف ہے۔]

سب بھر لئے پھر بارش رک گئی' اب جو ہم دیکھتے ہیں تو ہمارے لشکر کے احاطے سے باہر ایک قطرہ بھی کہیں نہیں برسا تھا۔ پس اس جہاد میں جنہوں نے روپے پیسے سے' سواری سے' خوراک سے' سامان رسد اور ہتھیار سے پانی وغیرہ سے غرض کسی طرح بھی مومنوں کی مدد کی تھی' ان کی فضیلت و برتری بیان ہو رہی ہے۔ یہی وہ وقت تھا کہ بعض کے دل پھر جانے کے قریب ہو گئے تھے۔ مشقت' شدت اور بھوک پیاس نے دلوں کو ہلا دیا تھا' مسلمان جھنجھوڑ دیئے گئے تھے لیکن رب نے انہیں سنبھال لیا اور اپنی طرف جھکا لیا اور ثابت قدمی عطا فرما کر خود بھی ان پر مہربان ہو گیا' اللہ تعالیٰ جیسی رأفت ورحمت اور کس کی ہے؟ وہ ان پر خوب ہی رحمت و کرم رکھتا ہے۔

وَّ عَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ؕ حَتّٰۤى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْۤا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّاۤ اِلَيْهِ ؕ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۱۸﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۱۹﴾

ان تینوں پر بھی جو پیچھے رکھ دیئے گئے تھے' یہاں تک کہ یہ زمین باوجود اپنی کشادگی کے ان پر تنگ آ گئی اور خود وہ اپنی جانوں سے بھی تنگ آ گئے اور باور کر لیا کہ اللہ کی گرفت سے بجز اس کی طرف رجوع کرنے کے اور کوئی جائے پناہ نہیں' پس اللہ نے ان کی طرف مہربانی سے توجہ فرمائی کہ وہ رجوع ہوتے رہیں' یقیناً اللہ توجہ فرمانے والا رحم کرنے والا ہے ○ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہا کرو اور سچوں کے ساتھی بن جاؤ ○

جنگ تبوک سے پیچھے رہنے والے تین صحابہ کی معافی: حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت عبیداللہ جو آپ کے نابینا ہو جانے کے بعد آپ کا ہاتھ تھام کر لے جایا' لے آیا کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ جنگ تبوک کے موقعہ پر میرے والد کے رہ جانے کا واقعہ خود ان کی زبانی یہ ہے کہ فرماتے ہیں میں اس کے سوا کسی اور غزوے میں پیچھے نہیں رہا۔ ہاں غزوہ بدر کا ذکر نہیں' اس میں جو لوگ شامل نہیں ہوئے تھے' ان پر کوئی سرزنش نہیں ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو قافلے کے ارادے سے چلے تھے لیکن وہاں اللہ کی مرضی سے قریش کے جنگی مرکز سے لڑائی ٹھہر گئی۔ تو چونکہ یہ لڑائی بے خبری میں ہوئی اس لئے میں اس میں حاضر نہ ہو سکا' اس کے بجائے الحمدللہ میں لیلۃ العقبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا جب کہ ہم نے اسلام پر موافقت کی تھی۔ اور میرے نزدیک تو یہ چیز بدر سے بھی زیادہ محبوب ہے گو بدر کی شہرت لوگوں میں بہت زیادہ ہے۔ اچھا اب غزوہ تبوک کی غیر حاضری کا واقعہ سنئے۔ اس وقت مجھے جو آسانی اور قوت تھی۔ وہ اس سے پہلے کبھی میسر نہ آئی تھی۔ اس وقت میرے پاس دو اونٹنیاں تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس غزوے میں جاتے توریہ کرتے یعنی ایسے الفاظ کہتے کہ لوگ صاف مطلب نہ سمجھیں۔ لیکن چونکہ اس وقت موسم سخت گرم تھا' سفر بہت دور دراز کا تھا' دشمن بڑی تعداد میں تھا' پس آپ نے مسلمانوں کے سامنے اپنا مقصد صاف صاف واضح کر دیا کہ وہ پوری پوری تیاری کر لیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس وقت

مسلمانوں کی تعداد بھی اتنی زیادہ تھی کہ رجسٹر میں ان کے نام نہ آ سکے۔ پس کوئی باز پرس نہ تھی جو بھی چاہتا کہ میں رک جاؤں وہ رک سکتا تھا اور آنحضرت ﷺ پر اس کا رکنا مخفی رہ سکتا تھا۔ ہاں اللہ کی وحی آ جائے یہ تو بات ہی اور ہے اس لڑائی کے سفر کے وقت پھل پکے ہوئے تھے' سائے بڑھے ہوئے تھے۔ مسلمان صحابہ رضی اللہ عنہم اور خود حضور ﷺ تیاریوں میں تھے' میری یہ حالت تھی کہ صبح نکلتا تھا کہ سامان تیار کرلوں لیکن ادھر ادھر شام ہو جاتی اور میں خالی ہاتھ گھر لوٹ جاتا۔ اور کہتا کوئی بات نہیں' روپیہ ہاتھ تلے ہے' کل خرید لوں گا اور تیاری کرلوں گا۔ یہاں تک کہ یونہی صبح شام' صبح شام آج کل آج کل کرتے کوچ کا دن آ گیا اور لشکرِ اسلام بجانب تبوک چل پڑا میں نے کہا کوئی بات نہیں ایک دو دن میں میں بھی پہنچتا ہوں۔ یونہی یوں آج کا کام کل پر ڈالا اور کل کا پرسوں پر یہاں تک کہ لشکر دور جا پہنچا۔ گرے پڑے لوگ بھی چل دیئے۔ میں نے کہا خیر چلے گئے اور کئی دن ہو گئے تو کیا ہوا میں تیز چل کر جاملوں گا؟ لیکن افسوس کہ یہ بھی مجھ سے نہ ہو سکا۔ ارادوں ہی ارادوں میں رہ گیا۔ اب تو یہ حالت تھی کہ میں بازاروں میں نکلتا تو مجھے سوائے منافقوں اور بیمار لولے لنگڑے اندھے مریضوں اور معذور لوگوں کے اور کوئی نظر نہ آتا۔ رسول اللہ ﷺ نے تبوک پہنچ کر مجھے یاد فرمایا کہ کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے کیا کیا؟ اس پر بنو سلمہ کے ایک شخص نے کہا اسے تو اچھے کپڑوں اور جسم کی راحت رسانی نے روک رکھا ہے۔ یہ سن کر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ یہ درست نہیں فرما رہے یا رسول اللہ ﷺ! ہمارا خیال تو کعب کی نسبت بہتر ہی ہے۔ حضور ﷺ خاموش ہو رہے۔ جب مجھے معلوم ہوا کہ اب آپ لوٹ رہے ہیں تو میرا جی بہت گھبرایا۔ اور میں حیلے بہانے سوچنے لگا کہ یوں یوں بہانہ بنا کر حضور ﷺ کے غصے سے نکل جاؤں گا اپنے والوں سے بھی رائے ملا لوں گا یہاں تک کہ مجھے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ مدینے شریف کے قریب آ گئے تو میرے دل سے باطل اور جھوٹ بالکل الگ ہو گیا۔ اور میں نے سمجھ لیا کہ جھوٹے حیلے مجھے نجات نہیں دلوا سکتے۔ سچ ہی کا آخر بول بالا رہتا ہے۔ پس میں نے پختہ ارادہ کرلیا کہ جھوٹ نہیں بولوں گا۔ صاف صاف سچ سچ بات کہہ دوں گا۔ آپ خیر سے تشریف لائے اور حسبِ عادت پہلے مسجد میں آئے' دو رکعت نماز ادا کی اور وہیں بیٹھے اسی وقت اس جہاد میں شرکت نہ کرنے والے آنے لگے اور عذر معذرت حیلے بہانے کرنے لگے۔ یہ لوگ اسی ۸۰ سے کچھ اوپر اوپر تھے۔ آپ ان کی باتیں سنتے اور اندرونی حالت سپرد الہ کر کے ظاہری باتوں کو قبول فرما کر ان کے لئے استغفار کرتے۔ میں بھی حاضر ہوا اور سلام کیا۔ آپ نے غصے کے ساتھ تبسم فرمایا اور مجھے اپنے پاس بلایا میں قریب آن کر بیٹھ گیا۔ آپ نے فرمایا تم کیسے رک گئے؟ تم نے سواری بھی خرید لی تھی۔ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! اگر آپ کے سوا کسی اور کے پاس میں بیٹھا ہوتا تو بیسیوں باتیں بنا لیتا۔ بولنے میں اور باتیں بنانے میں میں کسی سے پیچھے نہیں ہوں۔ لیکن میں جانتا ہوں کہ آج اگر جھوٹ سچ ملا کر آپ کے غصے سے میں آزاد ہو گیا تو ممکن ہے کل اللہ تعالیٰ آپ کو حقیقت حال سے مطلع فرما کر پھر مجھ سے ناراض کر دے۔ اور آج سچ کی بنا پر اگر آپ مجھ سے بگڑے تو ہو سکتا ہے کہ میری سچائی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ آپ کو مجھ سے پھر خوش کر دے۔ حضور ﷺ سچ تو یہ ہے کہ واللہ! مجھے کوئی عذر نہ تھا۔ مجھے اس وقت جو آسانی اور فرصت تھی'

اتنی تو کبھی اس سے پہلے میسر بھی نہیں ہوئی ۔ آپ نے فرمایا ہے تو یہ سچا ۔ اچھا تم جاؤ اللہ تمہارے بارے میں جو فیصلہ کرے گا وہی ہوگا ۔ میں کھڑا ہو گیا' بنوسلمہ کے چند شخص بھی میرے ساتھ ہی اٹھے اور ساتھ ہی چلے اور مجھ سے کہنے لگے اس سے پہلے تو تم سے کبھی کوئی اس قسم کی خطا نہیں ہوئی ۔ لیکن تعجب ہے کہ تو نے کوئی عذر معذرت پیش نہیں کی جیسے کہ اوروں نے کی' پھر آنحضرت ﷺ تمہارے لئے استغفار کرتے تو تمہیں تو یہ کافی تھا ۔ الغرض کچھ اس بے طرح یہ لوگ میرے پیچھے پڑے کہ مجھے خیال آنے لگا کہ پھر واپس جاؤں اور حضور ﷺ کے سامنے اپنی پہلی بات کو جھٹلا کر کوئی حیلہ غلط سلط میں بھی پیش کردوں ۔ پھر میں نے پوچھا کیوں جی کوئی اور بھی میرے جیسا اس معاملے میں اور ہے؟ انہوں نے کہا ہاں دو شخص اور ہیں اور انہیں بھی وہی جواب ملا ہے جو تمہیں ملا ہے ۔ میں نے کہا وہ کون کون ہیں؟ انہوں نے جواب دیا مرارہ بن ربیع عامری اور ھلال بن امیہ واقفی رضی اللہ عنہما ۔ ان دونوں صالح اور نیک بدری صحابیوں کا نام جب میں نے سنا تو مجھے پورا اطمینان ہو گیا اور میں گھر چلا گیا ۔ آنحضرت ﷺ نے ہم تینوں سے کلام کرنے سے مسلمانوں کو روک دیا تھا ۔ لوگ ہم سے الگ ہو گئے' کوئی ہم سے بولتا چالتا نہ تھا یہاں تک کہ مجھے تو اپنا وطن پردیس معلوم ہونے لگا کہ گویا میں یہاں کی کسی چیز سے واقف ہی نہیں ہوں ۔ پچاس راتیں ہم پر اسی طرح گزر گئیں ۔ وہ دونوں بدری بزرگ تو تھک ہار کر اپنے اپنے مکانوں میں بیٹھ رہے' باہر اندر آنا جانا بھی انہوں نے چھوڑ دیا ۔ میں ذرا زیادہ آنے جانے والا اور تیز طبیعت والا تھا ۔ نہ میں نے مسجد جانا چھوڑا' نہ بازاروں میں جانا آنا ترک کیا ۔ مجھ سے کوئی بولتا نہ تھا ۔ نماز کے بعد جب کہ حضور ﷺ مسجد میں لوگوں کے مجمع میں تشریف فرما ہوتے تو میں آتا اور سلام کرتا اور اپنے جی میں کہتا کہ میرے سلام کے جواب میں آپ کے ہونٹ ہلے بھی یا نہیں؟ پھر آپ کے قریب ہی کہیں بیٹھ جاتا اور کن انکھیوں سے آپ کو دیکھتا رہتا ۔ جب میں نماز میں ہوتا تو آپ کی نگاہ مجھ پر پڑتی لیکن جہاں میں آپ کی طرف التفات کرتا' آپ میری طرف سے منہ موڑ لیتے ۔ آخر اس ترک کلامی کی طویل مدت نے مجھے پریشان کر دیا ۔ ایک روز میں اپنے چچا زاد بھائی ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے باغ کی دیوار سے کود کر ان کے پاس گیا ۔ مجھے ان سے بہت ہی محبت تھی ۔ میں نے سلام کیا لیکن واللہ! انہوں نے جواب نہ دیا ۔ میں نے کہا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ تجھے اللہ کی قسم کیا تو نہیں جانتا کہ میں اللہ' رسول سے محبت رکھتا ہوں؟ اس نے پھر خاموشی اختیار کی میں نے دوبارہ انہیں قسم دی اور پوچھا وہ پھر بھی خاموش رہے میں نے سہ بارہ انہیں قسم دے کر یہی سوال کیا اس کے جواب میں بھی وہ خاموش رہے اور فرمایا اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے ۔ اب تو میں اپنے دل کو نہ روک سکا ۔ میری دونوں آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور بہت ہی غمگین ہو کر میں پھر دیوار پر چڑھ کر باہر نکل گیا ۔ میں بازار میں جا رہا تھا کہ میں نے شام کے ایک قبطی کو جو مدینے میں غلہ بیچنے آیا تھا یہ پوچھتے ہوئے سنا کہ کوئی مجھے کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا پتہ بتادے ۔ لوگوں نے اسے میری طرف اشارہ کر کے بتا دیا وہ میرے پاس آیا اور مجھے شاہ غسان کا خط دیا ۔ میں لکھا پڑھا تو تھا ہی ۔ میں نے پڑھا تو اس میں لکھا تھا ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تمہارے سردار نے تم پر ظلم کیا ہے تم کوئی ایسے گرے پڑے آدمی نہیں ہو تم یہاں دربار میں چلے آؤ ۔ ہم ہر طرح کی خدمت

گزاریوں کے لئے تیار ہیں۔ میں نے اپنے دل میں سوچا کہ یہ ایک اور مصیبت اور منجانب اللہ آزمائش ہے۔ میں نے تو جا کر چولہے میں اس رقعے کو جلا دیا۔ چالیس راتیں جب گزر چکیں تو میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کا قاصد میرے پاس آ رہا ہے اس نے آ کر آپ کا پیغام پہنچایا کہ تم اپنی بیوی سے علیحدہ رہو۔ میں نے پوچھا یعنی کیا طلاق دے دوں یا کیا کروں؟ اس نے کہا نہیں طلاق نہ دو لیکن ان سے ملو جلو نہیں۔ میرے دونوں ساتھیوں کے پاس بھی یہی پیغام پہنچا۔ میں نے تو اپنی بیوی سے کہہ دیا کہ تم اپنے میکے چلی جاؤ اور وہیں رہو جب تک کہ اللہ تعالیٰ اس امر کا فیصلہ نہ کر دے۔ ہاں حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ کی بیوی نے آن کر رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ میرے خاوند بہت بوڑھے ہیں، کمزور بھی ہیں اور گھر میں کوئی خادم بھی نہیں اگر آپ اجازت دیں تو میں ان کا کام کاج کر دیا کروں۔ آپ نے فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں لیکن وہ تم سے ملیں نہیں۔ انہوں نے کہا واللہ! ان میں تو حرکت کی قوت ہی نہیں اور جب سے یہ بات پیدا ہوئی ہے تب سے لے کر آج تک ان کے آنسو تھمے ہی نہیں۔ مجھ سے بھی میرے بعض دوستوں نے کہا کہ تم بھی اتنی اجازت تو حاصل کر لو جتنی حضرت ہلال رضی اللہ عنہ کے لئے ملی ہے۔ لیکن میں نے جواب دیا کہ میں اس بارے میں حضور ﷺ سے کچھ نہیں کہوں گا۔ اللہ جانے آپ جواب میں کیا ارشاد فرمائیں؟ ظاہر ہے کہ وہ بوڑھے آدمی ہیں اور میں جوان ہوں۔ دس دن اس بات پر بھی گزر گئے۔ اور ہم سے سلام کلام بند ہونے کو پوری پچاس راتیں گزر چکیں۔ اس پچاسویں رات کو صبح کی نماز میں نے اپنے گھر کی چھت پر ادا کی۔ اور میں دل برداشتہ حیران و پریشان اسی حالت میں بیٹھا ہوا تھا جس کا نقشہ قرآن کریم نے کھینچا ہے کہ اپنی جان سے تنگ تھا، زمین باوجود اپنی کشادگی کے مجھ پر تنگ تھی کہ میرے کان میں سلع پہاڑی پر سے کسی کی آواز آئی کہ وہ با آواز بلند کہہ رہا ہے کہ اے کعب بن مالک رضی اللہ عنہ خوش ہو جا۔ واللہ! میں اسی وقت سجدے میں گر پڑا اور سمجھ گیا کہ اللہ عزوجل کی طرف سے قبولیتِ توبہ کی کوئی خبر آ گئی۔ بات بھی یہی تھی صبح کی نماز کے بعد رسول کریم ﷺ نے یہ خبر صحابہ سے بیان فرمائی تھی اور یہ سنتے ہی وہ پیدل اور سوار ہم تینوں کی طرف دوڑ پڑے تھے کہ ہمیں خبر پہنچائیں۔ ایک صاحب تو اپنے گھوڑے پر سوار میری طرف خوشخبری لئے ہوئے آ رہے تھے لیکن اسلم کے ایک صاحب نے دوڑ کر پہاڑ پر چڑھ کر با آواز بلند میرا نام لے کر مجھے خوشخبری پہنچائی سوار سے پہلے ان کی آواز میرے کان میں آ گئی۔ جب یہ صاحب میرے پاس پہنچے تو میں نے اپنے پہنے ہوئے دونوں کپڑے انہیں بطور انعام دیئے واللہ! اس دن میرے پاس اور کچھ بھی نہ تھا۔ دو کپڑے اور ادھار لے کر میں نے پہنے۔ اور آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے گھر سے نکلا۔ راستے میں جوق در جوق لوگ مجھ سے ملنے لگے اور مجھے میری توبہ کی بشارت اور مبارکباد دینے لگے۔ کہ کعب رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کا تمہاری توبہ کو قبول فرمالینا تمہیں مبارک ہو۔ میں جب مسجد میں پہنچا تو رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے اور دیگر صحابہ بھی حاضر حضور تھے۔ مجھے دیکھتے ہی حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور دوڑتے ہوئے آگے بڑھ کر مجھ سے مصافحہ کیا اور مجھے مبارکباد دی۔ مہاجرین میں سوائے آپ کے اور کوئی صاحب کھڑے نہیں ہوئے۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ

کی اس محبت کو ہمیشہ ہی اپنے دل میں لئے رہے۔ جب میں نے جا کر رسول اللہ ﷺ سے سلام کیا' اس وقت آپ کے چہرہ مبارک کی رگیں خوشی سے چمک رہی تھیں۔ آپ نے فرمایا کعب! تم پر تمہاری پیدائش سے لے کر آج تک آج جیسا خوشی کا دن کوئی نہیں گزرا۔ میں نے کہا یارسول یہ خوشخبری آپ کی طرف سے ہے یا اللہ عزوجل کی جانب سے؟ آپ نے فرمایا نہیں نہیں' بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ حضور ﷺ کو جب کوئی خوشی ہوتی تو آپ کا چہرہ مثل چاند کے ٹکڑے کے چمکنے لگ جاتا تھا اور ہر شخص چہرے کو دیکھتے ہی پہچان لیا کرتا تھا۔ میں نے آپ کے پاس بیٹھ کر عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! میں نے نذر مانی ہے کہ اللہ تعالیٰ میری توبہ قبول فرمائے تو میرا سب مال اللہ کے نام صدقہ ہے۔ اس کے رسول کے سپرد ہے۔ آپ نے فرمایا تھوڑا بہت مال اپنے پاس رکھ لو' یہی تمہارے لئے بہتر ہے۔ میں نے کہا اچھا جو حصہ میرا خیبر میں ہے وہ تو میرا رہا باقی اللہ کے لیے خیرات ہے۔ یارسول اللہ! میری نجات کا ذریعہ میرا سچ بولنا ہے میں نے یہ بھی نذر مانی ہے کہ باقی زندگی بھی سوائے سچ کے کوئی کلمہ زبان سے نہیں نکالوں گا۔ میرا ایمان ہے کہ سچ کی وجہ سے جو نعمت اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمائی وہ کسی مسلمان کو نہیں ملی۔ اس وقت سے لے کر آج تک بحمد للہ میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ اور جو عمر باقی ہے' اس میں بھی اللہ تعالیٰ سے مجھے یہی امید ہے۔ اللہ رب العزت نے ﴿لَقَدْ تَابَ اللّٰهُ﴾ سے کئی آیتیں تک ہماری توبہ کے بارے نازل فرمائیں۔ اسلام کی نعمت کے بعد مجھ پر اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت یہ بھی ہے کہ میں نے اس دن رسول اللہ ﷺ کے سامنے کوئی جھوٹ بات نہ کہی جیسے کہ اوروں نے جھوٹی باتیں بنائیں ورنہ میں بھی ان کی طرح ہلاک ہو جاتا۔ ان جھوٹے لوگوں کو کلام اللہ شریف میں بہت ہی برا کہا گیا۔ فرمایا ﴿سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ﴾ [1] الخ' یعنی تمہارے واپس آنے کے بعد یہ لوگ قسمیں کھا کھا کر چاہتے ہیں کہ تم ان سے چشم پوشی کر لو۔ اچھا تم چشم پوشی کر لو لیکن یاد رہے کہ اللہ کے نزدیک یہ لوگ گندے اور پلید ہیں۔ ان کا ٹھکانا جہنم ہے جو ان کے عمل کا بدلہ ہوگا۔ یہ تمہیں رضامند کرنے کے لئے حلف اٹھا رہے ہیں تم ان سے راضی ہو جاؤ لیکن ایسے فاسق لوگوں سے اللہ خوش نہیں۔ تم تینوں کا امر ان لوگوں کے امر سے پیچھے ڈال دیا گیا تھا۔ ان کے عذر تو رسول اللہ ﷺ نے قبول فرمائے تھے' ان سے دوبارہ بیعت کر لی تھی اور ان کے لئے استغفار بھی کیا تھا۔ اور ہمارا معاملہ تاخیر میں پڑ گیا تھا جس کا فیصلہ خود اللہ تعالیٰ نے فرما دیا۔ اسی لئے آیت کے الفاظ ﴿وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا﴾ ہیں۔ پس اسے پیچھے چھوڑ دیے جانے سے مراد غزوے سے رک جانا نہیں بلکہ ان لوگوں کے جھوٹے عذر قبول کئے جانے سے ہمارا معاملہ موخر کر دینا ہے۔ یہ حدیث بالکل صحیح ہے بخاری و مسلم دونوں میں ہے۔ [2] الحمد للہ اس حدیث میں اس آیت کی پوری اور صحیح تفسیر موجود ہے۔ یہ تینوں بزرگ انصاری تھے رضی اللہ عنہم ایک روایت میں مرارہ بن ربیعہ کے بدلے آیا ہے۔

---

[1] [سورة توبه: آيت ٩٥]

[2] [صحيح: صحيح بخاري: كتاب المغازي: باب حديث كعب بن مالك (٤٤١٨) صحيح مسلم: كتاب التوبه: باب حديث توبه كعب بن مالك (٢٧٦٩) ترمذي: كتاب تفسير القرآن (٣١٠٢) مسند احمد (٣٨٧١٦)]

ایک میں ابن ربیعہ ہے۔ لیکن صحیح وہی ہے جو بخاری و مسلم میں ہے یعنی مرارہ بن ربیع رضی اللہ عنہ ہاں زہری کی اوپر والی روایت میں جو یہ لفظ ہیں کہ وہ دونوں بدری صحابی تھے جو حضرت کعب کی طرح چھوڑ دیئے گئے تھے یہ خطا ہے۔ ان تینوں بزرگوں میں سے ایک بھی بدری نہیں واللہ اعلم۔ چونکہ اس آیت میں ذکر تھا کہ کس طرح ان بزرگوں نے صحیح اور سچا واقعہ کہہ دیا جس سے گو کچھ دنوں تک وہ رنج و غم میں رہے لیکن آخر سلامتی اور ابدی راحت ملی۔ اس کے بعد ہی فرماتا ہے کہ اے مومنو! سچ بولا کرو اور سچائی کو لازم پکڑے رہو سچوں میں ہو جاؤ تا کہ ہلاکت سے نجات پاؤ، غم و رنج سے چھوٹ جاؤ مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ لوگو سچائی کو لازم کر لو، سچ بھلائی کی رہبری کرتا ہے اور بھلائی جنت کی رہبری کرتی ہے۔ انسان برابر سچ بولنے اور سچ پر کاربند رہنے سے اللہ کے ہاں صدیق لکھ لیا جاتا ہے۔ جھوٹ سے بچو۔ جھوٹ بولتے رہنے سے اللہ کے ہاں کذاب لکھ لیا جاتا ہے۔ یہ حدیث بخاری و مسلم میں بھی ہے۔ [1] حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں قصداً یا مذاقاً کسی حالت میں بھی جھوٹ انسان کے لائق نہیں۔ کیونکہ اللہ مالک الملک فرماتا ہے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھی بن جاؤ، پس کیا تم اس میں کسی کے لئے بھی رخصت پاتے ہو؟ بقول حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سچوں سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم ہیں۔ ابوبکر و عمر اور ان کے ساتھی۔ رضی اللہ عنہم حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر سچوں کے ساتھی بننا چاہتے ہو تو دنیا میں بے رغبت رہو اور مسلمانوں کو نہ ستاؤ۔

مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ وَلَا يَرْغَبُوْا بِاَنْفُسِهِمْ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ لَا يُصِيْبُهُمْ ظَمَاٌ وَّلَا نَصَبٌ وَّلَا مَخْمَصَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَطَـُٔوْنَ مَوْطِئًا يَّغِيْظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهٖ عَمَلٌ صَالِحٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۲۰﴾

مدینے والوں کو اور ان کے آس پاس کے بادیہ نشینوں کو یہ نہ چاہئے کہ جہاد میں رسول اللہ کے پیچھے رہ جائیں اور نہ یہ چاہئے کہ اپنی جانوں کو اس کی جان سے زیادہ چاہیں، یہ اس لئے کہ ان مجاہدین کو جو پیاس اور رنج اور تکلیف اور بھوک اللہ کی راہ میں پہنچی ہے اور جہاں کہیں ایسے مقام پر وہ چلتے ہیں جس سے کافروں کے دل کٹیں اور دشمنان دین سے جو کچھ یہ چھین لیتے ہیں اس سب کے بدلے ان کے لئے نیک عمل لکھ لئے جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ نیک کام کرنے والوں کے اجر ضائع نہیں کرتا ○

غزوہ تبوک سے پیچھے رہنے والوں کو تنبیہ: ان لوگوں کو جو غزوہ تبوک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہیں گئے تھے اللہ تعالیٰ ڈانٹ رہا ہے کہ مدینے والوں کو اور اس کے آس پاس کے لوگوں کو مجاہدین کے برابر ثواب والا نہیں سمجھنا

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الادب: باب قول اللہ تعالی یایھا الذین امنوا اتقوا اللہ و کونوا مع الصادقین (۶۰۹۴) صحیح مسلم: کتاب البر والصلۃ: باب قبح الکذب وحسن الصدق وفضلہ (۲۶۰۷)]

چاہئے۔ وہ اس اجر وثواب سے محروم رہ گئے جوان مجاہدین فی سبیل اللہ کو ملا۔ مجاہدین کو ان کی پیاس پر، تکلیف پر بھوک پر، ٹھہرنے اور چلنے پر، ظفر اور غلبے پر، غرض ہر ہر حرکت وسکون پر اللہ کی طرف سے اجر عظیم ملتا رہتا ہے۔ رب کی ذات اس سے پاک ہے کہ کسی نیکی کرنے والے کی محنت برباد کردے۔ [1]

وَلَا يُنْفِقُوْنَ نَفَقَةً صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً وَّلَا يَقْطَعُوْنَ وَادِيًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۱﴾

وہ جو کچھ کم زیادہ خرچ کرتے ہیں اور جس کسی میدان کو طے کرتے ہیں وہ بھی ان کے لئے لکھ لیا جاتا ہے تاکہ ان کے اعمال کا بہتر سے بہتر بدلہ اللہ تعالیٰ انہیں عطا فرمائے ○

مجاہدین کا ہر عمل باعث اجر: یہ مجاہد جو کچھ تھوڑا بہت خرچ کریں اور راہ اللہ میں جس زمین پر چلیں پھریں، وہ سب ان کے لئے لکھ لیا جاتا ہے۔ یہ نکتہ یاد رہے کہ اوپر کا کام ذکر کرکے اجر کے بیان میں لفظ ((بِـــهٖ)) لائے تھے اور یہاں نہیں لائے اس لئے کہ وہ غیر اختیاری افعال تھے اور یہ خود ان سے صادر ہوتے ہیں۔ پس یہاں فرماتا ہے کہ انہیں ان کے اعمال کا بہترین بدلہ اللہ تعالیٰ دے گا۔ اس آیت کا بہت بڑا حصہ اور اس کا کامل اجر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سمیٹا ہے۔ غزوہ تبوک میں آپ رضی اللہ عنہ نے دل کھول کر خرچ کیا۔ چنانچہ مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبے میں اس سختی کے لشکر کی امداد کا ذکر فرما کر اس کی رغبت دلائی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایک سو اونٹ مع کجاوے، پالان، رسیوں وغیرہ کے میں دوں گا۔ آپ نے پھر اسی کو بیان فرمایا تو پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایک سو اور بھی دوں گا۔ آپ ایک زینہ منبر اترے پھر رغبت دلائی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پھر فرمایا ایک سو اور بھی آپ نے خوشی خوشی اپنا ہاتھ ہلاتے ہوئے فرمایا بس عثمان! آج کے بعد کوئی عمل بھی نہ کرے تو بھی یہی کافی ہے۔ [2] اور روایت میں ہے کہ ایک ہزار دینار کی تھیلی لاکر حضرت عثمان نے آپ کے پلے میں ڈال دی۔ آپ انہیں اپنے ہاتھ سے الٹ پلٹ کرتے جاتے تھے اور فرمارہے تھے آج کے بعد یہ جو بھی عمل کریں انہیں نقصان نہ دے گا۔ بار بار یہی فرماتے رہے۔ [3] اس آیت کی تفسیر میں حضرت قتادہ رحمہ اللہ

---

[1] [سورة الكهف: آیت ۳۰]

[2] [ضعیف: مسند احمد (۷۵/٤) ترمذی: کتاب المناقب (۳۷۰۰) مسند طیالسی (۱۱۸۹) التاریخ الکبیر للبخاری (۲٤٦/٥)] شیخ البانی ؒ اور شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں کیونکہ اس کی سند میں فرقد ابو طلحہ راوی مجھول ہے۔ [ضعیف ترمذی، الموسوعة الحدیثیة (۱٦٦۹٦)] شیخ عبدالرزاق مہدی، شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[3] [حسن: مسند احمد (٦۳/٥) ترمذی (۳۷۰۱) مستدرك حاكم (۱۰۲/۳)] امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے۔ شیخ البانیؒ اور شیخ شعیب ارناؤوط بھی اسے حسن کہتے ہیں۔ [المشكاة (٦۰٦٤) صحیح ترمذی (۲۹۲۰) الموسوعة الحدیثیة (۲۰٦۳۰)]

فرماتے ہیں جس قدر انسان اپنے وطن سے اللہ کی راہ میں دور نکلتا ہے' اتنا ہی اللہ کے قرب میں بڑھتا ہے۔

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُوا كَافَّةً ۚ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ ﴿١٢٢﴾

مسلمانوں کو یہ تو نہ چاہئے کہ وہ سارے کے سارے ہی نکل کھڑے ہوں ایسا کیوں نہیں کرتے کہ ہر جماعت میں سے کچھ لوگ جائیں کہ وہ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کریں اور جب واپس لوٹیں تو اپنی قوم کو آگاہ کرتے رہیں تا کہ وہ اپنا بچاؤ کر لیں۔

نبی کریم ﷺ کو تنہا نہ چھوڑو: اس آیت میں اس بیان کی تفصیل ہے جو غزوہ تبوک میں حضور ﷺ کے ساتھ چلنے کے متعلق تھا۔ سلف کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ جب خود رسول اللہ ﷺ جہاد میں نکلیں تو آپ کا ساتھ دینا ہر مسلمان پر واجب ہے جیسے فرمایا ﴿اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا﴾ [1] اور فرمایا ہے ﴿وَمَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ﴾ یعنی ہلکے بھاری نکل کھڑے ہو جاؤ۔ مدینے اور اس کے آس پاس کے لوگوں کو لائق نہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پیچھے رہ جائیں۔ پس یہ حکم اس آیت سے منسوخ ہو گیا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ قبیلوں کے نکلنے کا بیان ہے اور ہر قبیلے کی ایک جماعت کے نکلنے کا اگر وہ سب نہ جائیں۔ تا کہ آپ کے ساتھ جانے والے آپ پر اتری ہوئی وحی کو سمجھیں اور واپس آ کر اپنی قوم کو دشمن کے حالات سے باخبر کر دیں۔ پس انہی دونوں باتیں اس کوچ میں حاصل ہو جائیں گی۔ اور آپ کے بعد قبیلوں میں سے جانے والی جماعت یا تو دینی سمجھ کے لئے ہو گی یا جہاد کے لئے۔ کیونکہ یہ فرض کفایہ ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک آیت کے یہ معنی بھی مروی ہیں کہ مسلمانوں کو نہ چاہئے کہ سب کے سب چلے جائیں اور اللہ کے نبی ﷺ کو تنہا چھوڑ دیں۔ ہر جماعت میں سے چند لوگ جائیں اور آپ کی اجازت سے جائیں جو باقی ہیں وہ ان کے بعد جو قرآن اترے' جو احکام بیان ہوں' انہیں سیکھیں۔ جب یہ آ جائیں تو انہیں سکھائیں پڑھائیں۔ اس وقت اور لوگ جائیں۔ یہ سلسلہ جاری رہنا چاہئے۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ آیت ان صحابیوں رضی اللہ عنہم کے بارے میں اتری ہے جو بادیہ نشینوں میں گئے وہاں انہیں فوائد بھی پہنچے اور نفع کی چیزیں بھی ملیں۔ اور لوگوں کو انہوں نے ہدایات بھی کیں۔ لیکن بعض لوگوں نے انہیں طعنہ دیا کہ تم لوگ اپنے ساتھیوں کے پیچھے رہ جانے والے ہو۔ وہ میدان جہاد میں گئے اور تم آرام سے یہاں ہم میں ہو۔ ان کے بھی دل میں یہ بات بیٹھ گئی۔ وہاں سے واپس آنحضرت ﷺ کے پاس چلے آئے۔ پس یہ آیت اتری اور انہیں معذور سمجھا گیا۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ لشکروں کو بھیجیں تو کچھ لوگوں کو آپ کی خدمت میں ہی رہنا چاہئے کہ وہ دین سیکھیں اور کچھ لوگ جائیں اپنی قوم کو دعوت حق دیں اور انہیں اگلے واقعات سے عبرت دلائیں۔ ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب رسول اللہ ﷺ بنفس نفیس جہاد کے لئے نکلیں' اس وقت سوائے معذوروں' اندھوں وغیرہ کے کسی کو حلال نہیں کہ آپ کے ساتھ نہ جائے اور جب آپ لشکروں کو روانہ

---

[1] [سورۃ التوبہ: آیت ٤١]

فرمائیں تو کسی کو حلال نہیں کہ آپ کی اجازت کے بغیر جائے۔ یہ لوگ جو حضور ﷺ کے پاس رہتے تھے' اپنے ساتھیوں کو جب کہ واپس لوٹتے ان کے بعد کا اترا ہوا قرآن اور بیان شدہ احکام سنا دیتے پس آپ کی موجودگی میں سب کو نہ جانا چاہیے۔ مروی ہے کہ یہ آیت جہاد کے بارے میں نہیں ہے بلکہ جب رسول اللہ ﷺ نے قبیلہ مضر پر قحط سالی کی بددعا کی اور ان کے ہاں قحط پڑا تو ان کے پورے قبیلے مدینے شریف میں چلے آئے۔ یہاں جھوٹ موٹ اسلام ظاہر کر کے صحابہ پر اپنا بار ڈال دیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو متنبہ کیا کہ دراصل یہ مومن نہیں۔ آپ نے انہیں ان کی جماعتوں کی طرف واپس کیا اور ان کی قوم کو ایسا کرنے سے ڈرایا۔ کہتے ہیں کہ ہر قبیلے میں سے کچھ لوگ حضور ﷺ کی خدمت میں آتے' دین اسلام دیکھتے' واپس جا کر اپنی قوم کو اللہ' رسول کی اطاعت کا حکم کرتے' نماز' زکوٰۃ کے مسائل سمجھاتے' ان سے صاف فرما دیتے کہ جو اسلام قبول کرے گا وہ ہمارا ہے ورنہ نہیں۔ یہاں تک کہ ماں باپ کو بھی چھوڑ دیتے۔ آنحضرت ﷺ انہیں مسئلے مسائل سے آگاہ کر دیتے حکم احکام سکھا پڑھا دیتے وہ اسلام کے مبلغ بن کر جاتے ماننے والوں کو خوش خبریاں دیتے' نہ ماننے والوں کو ڈراتے۔ [1] عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب آیت ﴿اِلَّا تَنْفِرُوْا﴾ [2] الخ' اور آیت ﴿مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ﴾ [3] الخ' اتریں تو منافقوں نے کہا پھر تو بادیہ نشین لوگ ہلاک ہو گئے کہ وہ حضرت کے ساتھ نہیں جاتے۔ بعض صحابہ بھی ان میں تعلیم و تبلیغ کے لئے گئے ہوئے تھے پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور آیت ﴿وَالَّذِيْنَ يُحَآجُّوْنَ فِى اللّٰهِ﴾ [4] الخ۔ حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو لوگ آپ کے ساتھ گئے ہیں وہ مشرکوں پر غلبہ و نصرت دیکھ کر واپس آ کر اپنی قوم کو ڈرائیں۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً ؕ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۲۳﴾

اے ایمان والو! جو کفار تم سے قریب قریب رہتے ہیں پہلے ان سے جہاد کرو اور چاہئے کہ وہ تم میں سختی پائیں' جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ پرہیز گاروں کا ساتھی ہے ○

اسلامی سرحدات کے متصل علاقوں کے کفار سے پہلے نمٹنا: اسلامی مرکز کے متصل جو کفار ہیں' پہلے تم مسلمانوں کو ان سے نمٹنا چاہیے۔ اسی حکم کے بموجب رسول اللہ ﷺ نے پہلے جزیرۃ العرب کو صاف کیا' یہاں غلبہ پا کر مکہ' مدینہ' طائف' یمن' یمامہ ہجر خیبر' حضر موت وغیرہ کل علاقہ فتح کر کے یہاں کے لوگوں کو اسلامی جھنڈے تلے کھڑا کر کے غزوۂ روم کی تیاری کی۔ جو اول تو جزیرۃ العرب سے ملحق تھا' دوسرے وہاں کے رہنے والے اہل کتاب تھے۔ تبوک تک پہنچ کر حالات کی ناسازگاری کی وجہ سے آگے کا عزم ترک کیا۔ یہ واقعہ ۹ ھ کا ہے۔ دسویں سال حجۃ

---

[1] [**ضعیف** : تفسیر ابن جریر الطبری (۱۷۴۸۹)] اس کی سند میں عطیہ عوفی راوی ضعیف ہے۔]

[2] [سورۃ التوبہ: آیت ۳۹]   [3] [سورۃ التوبہ: آیت ۱۲۰]

[4] [سورۃ الشوری: آیت ۱۶]

الوداع میں مشغول رہے۔ اور حج کے صرف اکاسی دن بعد آپ ﷺ اللہ کو پیارے ہوئے۔ آپ کے بعد آپ کے نائب، دوست اور خلیفہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آئے۔ اس وقت دین اسلام کی بنیادیں متزلزل ہو رہی تھیں کہ آپ نے انہیں مضبوط کر دیا اور مسلمان کی ابتری کو برتری سے بدل دیا۔ دین سے بھاگنے والوں کو واپس اسلام میں لے آئے۔ مرتدوں سے دنیا خالی کی۔ ان سرکشوں نے جو زکوۃ روک لی تھی ان سے وصول کی، جاہلوں پر حق واضح کیا۔ امانت رسول ادا کی۔ اور ان ابتدائی ضروری کاموں سے فارغ ہوتے ہی اسلامی لشکروں کو سرزمین روم کی طرف دوڑایا کہ صلیب پرستوں کو ہدایت کریں۔ اور ایسے ہی جرار لشکر فارس کی طرف بھیجے کہ وہاں کے آتش کدے ٹھنڈے کریں۔ پس آپ کی سفارت کی برکت سے رب العالمین نے ہر طرف فتح عطا فرمائی۔ کسریٰ اور قیصر خاک میں مل گئے۔ ان کے پرستار بھی غارت و برباد ہوئے ان کے خزانے راہ اللہ میں کام آئے۔ اور جو خبر اللہ کے رسول ﷺ دے گئے تھے وہ پوری ہوئی۔ جو کسر رہ گئی تھی وہ آپ کے وصی اور ولی شہید محراب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں پوری ہوئی۔ کافروں اور منافقوں کی رگ ہمیشہ کے لئے کچل دی گئی۔ ان کے زور ڈھا دیئے گئے۔ اور مشرق و مغرب تک فاروقی سلطنت پھیل گئی۔ قریب و بعید سے بھرپور خزانے دربار فاروقی میں آئے۔ اور شرعی طور پر حکم الٰہی کے ماتحت مسلمانوں میں مجاہدین میں تقسیم ہونے لگے۔ اس پاک نفس، پاک روح شہید کی شہادت کے بعد مہاجرین و انصار کے اجماع سے امر خلافت امیر المومنین شہید الدار حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے سپرد ہوا۔ اس وقت اسلام اپنی اصلی شان سے ظہور پذیر تھا۔ اسلام کے لمبے اور زور آور ہاتھوں نے روئے زمین پر قبضہ جما لیا تھا۔ بندوں کی گردنیں اللہ کے سامنے خم ہو چکی تھیں۔ حجت ربانی ظاہر تھی، کلمہ الٰہی غالب تھا۔ شان عثمان رضی اللہ عنہ اپنا کام کرتی جاتی تھی۔ آج اس کو حلقہ بگوش کیا تو کل اس کو۔ یکے بعد دیگرے کئی ممالک مسلمانوں کے ہاتھوں زیر نگیں خلافت ہوئے۔ یہی تھا اس آیت کے پہلے جملے پر عمل کہ نزدیک کے کافروں سے جہاد کرو۔ پھر فرماتا ہے کہ لڑائی میں انہیں تمہارا زور بازو معلوم ہو جائے۔ کامل مومن وہ ہے جو اپنے مومن بھائی سے نرمی برتتے اپنے دشمن کافر پر سخت ہو۔ جیسے فرمان ہے ﴿فَسَوْفَ يَأْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ﴾ [1] الخ، یعنی اللہ ایسے لوگوں کو لائے گا جو اس کے محبوب ہوں اور وہ بھی اس سے محبت رکھتے ہوں۔ مومنوں کے سامنے تو نرم ہوں اور کافروں پر ذی عزت ہوں۔

اسی طرح اور آیت میں ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ اور ان کے ساتھ والے آپس میں نرم دل ہیں۔ کافروں پر سخت ہیں۔ [2] ارشاد ہے ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ﴾ [3] یعنی اے نبی ﷺ! کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو اور ان پر سختی کرو۔ حدیث میں ہے کہ میں ((ضَحُوْكٌ)) ہوں یعنی اپنوں میں نرمی کرنے والا اور ((قِتَالٌ)) ہوں یعنی دشمنان رب سے جہاد کرنے والا۔ پھر فرماتا ہے کہ جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔ یعنی کافروں سے لڑو بھروسہ اللہ پر رکھو اور یقین مانو کہ جب تم

---

[1] [المائدہ: ٥٤]　[2] [الفتح: ٢٩]　[3] [التحریم: ٩]

اس سے ڈرتے رہو گے' اس کی فرماں برداری کرتے رہو گے' تو اس کی مدد و نصرت بھی تمہارے ساتھ رہے گی۔ دیکھ لو! خیر کے تینوں زمانوں تک مسلمانوں کی یہی حالت رہی۔ دشمن تباہ اور مغلوب رہے۔ لیکن جب ان میں تقویٰ اور اطاعت کم ہوگئی۔ فتنے فساد پڑ گئے' اختلاف اور خواہش پسندی شروع ہوگئی۔ تو وہ بات نہ رہی' دشمنوں کی للچائی ہوئی نظریں ان پر اٹھیں۔ وہ اپنی اپنی کمین گاہوں سے نکل کھڑے ہوئے' ادھر کا رخ کیا لیکن پھر بھی مسلمان سلاطین آپس میں الجھے رہے' وہ ادھر ادھر سے نوالے لینے لگے۔ آخر دشمن اور بڑھے' سلطنتیں کچلنی شروع کیں' ملک فتح کرنے شروع کئے آہ! اکثر حصہ اسلامی مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل گیا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا یہی حکم اس سے پہلے تھا اور اس کے بعد بھی ہے۔ تاہم جو بادشاہ جس قدر اللہ سے ڈرنے والا ہوا اسی قدر اللہ کی مدد نے اس کا ساتھ دیا۔ اب بھی اللہ سے امید ہے اور دعا ہے کہ وہ پھر سے مسلمانوں کو غلبہ دے اور کافر کی چوٹیاں ان کے ہاتھ میں دے دے۔ دنیا جہاں میں ان کا بول بالا ہو۔ اور پھر سے مشرق سے لے کر مغرب تک پرچم اسلام لہرانے لگے۔ وہ اللہ کریم وجواد ہے۔

وَ اِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ اَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖٓ اِيْمَانًا ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّهُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۱۲۴﴾ وَ اَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ وَمَاتُوْا وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۲۵﴾

جب کبھی کوئی سورت اتاری گئی تو بعض منافق کہتے ہیں کہ تم میں سے کسے اس نے ایمان میں بڑھا دیا؟ بات یہ ہے کہ ایمانداروں کو تو وہ ایمان میں بڑھا دیتی ہے اور وہ شاداں وفرحاں ہو جاتے ہیں ○ ہاں جن کے دلوں میں بیماری ہے ان کی تو گندگی پر گندگی بڑھا دیتی ہے وہ تو مرتے دم تک کافر ہی رہتے ہیں ○

ارشاد باری تعالیٰ میں شک کفر کی بیماری: قرآن کی کوئی سورت اتری اور منافقوں نے آپس میں کانا پھوسی شروع کی کہ بتاؤ اس سورت نے کس کا ایمان زیادہ کر دیا؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایمانداروں کے ایمان تو اللہ کی آیتیں بڑھا دیتی ہیں۔ یہ آیت بہت بڑی دلیل ہے اس پر کہ ایمان گھٹتا بڑھتا ہے۔ اکثر ائمہ اور علما کا یہی مذہب ہے' سلف کا بھی اور خلف کا بھی۔ بلکہ بہت سے بزرگوں نے اس پر اجماع کیا ہے۔ ہم اس مسئلہ کو خوب تفصیل سے شرح بخاری کے شروع میں بیان کر آئے ہیں۔ ہاں جن کے دل پہلے ہی سے شک وشبہ کی بیماری میں ہیں ان کی خرابی اور بھی بڑھ جاتی ہے قرآن مومنوں کے لئے شفا اور رحمت ہے لیکن کافر تو اس سے اور بھی اپنا نقصان کر لیا کرتے ہیں۔ (۱) یہ ایمانداروں کے لئے ہدایت وشفا ہے اور بے ایمانوں کے تو کانوں میں بوجھ ہے۔ ان کی آنکھوں پر اندھاپا ہے وہ تو بہت ہی فاصلے سے پکارے جا رہے ہیں۔ (۲) یہ بھی کتنی بڑی بدبختی ہے کہ دلوں کی ہدایت کی چیز بھی ان کی ضلالت وہلاکت کا باعث بنتی ہے۔ اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے عمدہ غذا بھی بدمزاج کو موافق نہیں آتی۔

---

(۱) [سورة بنی اسرائیل: آیت ۸۲]　(۲) [سورة فصلت: آیت ٤٤]

اَوَلَا يَرَوْنَ اَنَّهُمْ يُفْتَنُوْنَ فِيْ كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا يَتُوْبُوْنَ وَلَا هُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۲۶﴾ وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ نَّظَرَ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ ؕ هَلْ يَرٰىكُمْ مِّنْ اَحَدٍ ثُمَّ انْصَرَفُوْا ؕ صَرَفَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ﴿۱۲۷﴾

کیا وہ لوگ یہ نہیں دیکھتے کہ ہر سال دو ایک مرتبہ وہ بلاؤں میں ڈالے جاتے ہیں لیکن باوجود اس کے نہ تو توبہ کرتے ہیں اور نہ نصیحت و عبرت حاصل کرتے ہیں ○ جہاں کوئی سی سورت نازل کی گئی اور ایک نے دوسرے کی طرف دیکھا' کہ کیا تمہیں کوئی دیکھ رہا ہے پھر چپکے سے سرک گئے' اللہ تعالیٰ نے ان کے دل بھی پھیر دیئے ہیں اس لئے کہ یہ لوگ سمجھ بوجھ سے بالکل ہی خالی ہیں ○

منافقین عذاب دیکھ کر بھی عبرت نہیں پکڑتے: یہ منافق اتنا بھی نہیں سوچتے کہ ہر سال دو ایک دفعہ ضرور وہ کسی نہ کسی عذاب میں مبتلا کئے جاتے ہیں۔ لیکن پھر بھی انہیں اپنے گزشتہ گناہوں سے توبہ نصیب ہوتی ہے نہ آئندہ کے لئے عبرت ہوتی ہے۔ کبھی قحط سالی ہے' کبھی جنگ ہے' کبھی جھوٹی گپیں ہیں جن سے لوگ بے چین ہو رہے ہیں۔ فرمان رسول ﷺ ہے کاموں میں سختی بڑھ رہی ہے۔ بخیلی عام ہو رہی ہے ہر سال اپنے سے پہلے کے سال سے بدآ رہا ہے۔ [1] جب کوئی سورت اترتی ہے ایک دوسرے کی طرف دیکھتا ہے کہ کوئی دیکھ تو نہیں رہا؟ پھر حق سے پلٹ جاتے ہیں نہ حق کو سمجھیں نہ مانیں۔ وعظ سے منہ پھیر لیں اور ایسے بھاگیں جیسے گدھا شیر سے۔ حق کو سنا اور دائیں بائیں کھسک گئے۔ ان کی اس بے ایمانی کا بدلہ یہی ہے کہ اللہ نے ان کے دل بھی حق سے پھیر دیئے۔ ان کی کجی نے ان کے دل بھی ٹیڑھے کر دیئے۔ یہ بدلہ ہے اللہ کے خطاب کو بے پرواہی کر کے نہ سمجھنے کا اس سے بھاگنے اور منہ موڑ لینے کا۔

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ۖ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿۱۲۹﴾ ع

لوگو تمہارے پاس تم میں سے ہی اللہ کے رسول آ گئے ہیں جن پر تمہاری تکلیف بہت ہی دشوار گزرتی ہے جو تمہاری بھلائی کے خواہاں ہیں جو مسلمانوں پر بڑے ہی شفیق اور مہربان ہیں ○ اس پر بھی اگر یہ پھر جائیں تو اعلان کر دے کہ مجھے اللہ کافی ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں میرا بھروسہ اسی پر ہے اور وہی عرش عظیم کا مالک ہے ○

نبی کریم ﷺ اللہ کا ایک عظیم احسان: مسلمانوں کو اللہ تبارک وتعالیٰ اپنا احسان عظیم یاد دلا رہا ہے کہ اس نے اپنے فضل وکرم سے خود انہی میں سے ان کی ہی زبان میں اپنا رسول بھیجا۔ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے یہی

---

[1] [صحيح: صحيح بخاري: كتاب الفتن: باب لا يأتي زمان الا الذي بعده شر منه (۷۰۶۸) ابن ماجه: كتاب الفتن (۴۰۳۹) ترمذي: كتاب (۲۲۰۶)]

دعا کی تھی۔ [1] اسی کا بیان آیت ﴿ لَقَدْ مَنَّ اللهُ ﴾ [2] الخ میں ہے۔ یہی حضرت جعفر بن ابو طالب رضی اللہ عنہ نے دربار نجاشی میں اور یہی حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے دربارِ کسریٰ میں بیان فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم میں ہم میں سے ایک رسول بھیجا۔ جس کا نسب ہمیں معلوم' جس کی عادت سے ہم واقف' جس کے آنے جانے کی ہمیں خبر' جس کی صداقت وامانت کے ہم خود شاہد ہیں۔ جاہلیت کی برائیوں میں سے کوئی برائی اللہ نے آپ کی ذات میں پیدا نہیں ہونے دی۔ نسب نامہ بالکل کھرا تھا۔ خود آپ کا فرمان ہے کہ حضرت آدم سے لے کر مجھ تک بفضلہ کوئی برائی جاہلیت کی زنا کاری وغیرہ نہیں پہنچی' [3] میں صحیح النسب ہوں۔ پھر اتنے نرم دل کہ امت کی تکلیفوں سے خود کانپ اٹھیں۔ آسان نرم اور سادگی والا دین لے کر آئے ہیں [4] جو بہت آسان ہے' سہل ہے' [5] کامل ہے اور اعلیٰ اور عمدہ ہے۔ وہ تمہاری ہدایت کے متمنی ہیں' وہ دنیاوی' اخروی نفع تمہیں پہنچانا چاہتے ہیں۔ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہمیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حال میں چھوڑا کہ جو پرند اڑ کر نکلتا اس کا علم بھی آپ ہمیں کر دیتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جنت سے قریب کرنے والی جہنم سے دور کرنے والی تمام چیزیں میں تم سے بیان کر چکا ہوں۔ [6] آپ کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر جو کچھ حرام کیا ہے وہ عنقریب تم پر ظاہر کر دینے والا ہے اور اس کی باز پرس قطعاً ہونے والی ہے۔ جس طرح پتنگے اور پروانے آگ پر گرتے ہوں اس طرح تم بھی گر رہے ہو اور میں تمہاری کولیاں بھر بھر کر تمہیں اس سے روک رہا ہوں۔ [7] حضور سوئے ہوئے ہیں جو دو فرشتے آتے ہیں۔ ایک پاؤں کی طرف بیٹھتا ہے دوسرا سرہانے۔ پھر پاؤں والا سرہانے والے سے کہتا ہے۔ اس کی اور اس کی امت کی مثال بیان کر اس نے فرمایا یہ مثال سمجھو کہ ایک قوم سفر میں ہے ایک چٹیل میدان میں پہنچتی ہے جہاں ان کا سامان خوراک ختم ہو جاتا ہے اب نہ تو آگے بڑھنے کی قوت' نہ پیچھے ہٹنے کی سکت۔ ایسے وقت ایک بھلا آدمی اچھے لباس والا ان کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے کہ میں تمہیں اس بیابان سے چھٹکارا دلا کر ایسی جگہ پہنچا سکتا ہوں۔ جہاں تمہیں نتھرے ہوئے پانی کے لبالب حوض اور میووں کے لدے ہوئے درخت اور ہری بھری لہلہاتی کھیتیاں ملیں

---

[1] [سورۃ البقرہ: آیت ۱۲۹] [2] [سورۃ آل عمران: آیت ۱۶٤]

[3] [حسن: المحدث الفاصل (ص: ۱۳٦) طبرانی اوسط (۳٤۸۳) مجمع الزوائد (۸/۲۱٤) الدرالمنثور للسیوطی (۳/۵۲۵)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں محمد بن جعفر بن محمد بن علی راوی متکلم فیہ ہے۔ شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ [صحیح الجامع الصغیر (۳۲۲۵) صحیح السیرۃ النبویۃ (ص: ۱۰)]

[4] [حسن: مسند احمد (٦/۱۱٦)]

[5] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الایمان: باب الدین یسیر (۳۹)]

[6] [صحیح: مسند احمد (۵/۱۵۳-۱٦۲) طبرانی کبیر (۱٦٤۷) مسند طیالسی (٦۵)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [السلسلۃ الصحیحۃ (۱۸۰۳)]

[7] [حسن: مسند احمد (۱/۳۹۰، ٤۲٤) مسند ابو یعلیٰ (۵۲۸۸)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے حسن کہتے ہیں۔ [الموسوعۃ الحدیثیۃ (۳۷۰٤)] علامہ احمد شاکر نے اسے صحیح کہا ہے۔

بشرطیکہ تم میرے پیچھے ہو لو۔ انہوں نے اس کی بات کو مان لیا اور وہ انہیں ایسی ہی جگہ لے گیا وہاں انہوں نے کھایا پیا اور خوب پھلے پھولے۔ اب اس نے کہا۔ دیکھو میں نے تمہیں اس بھوک پیاس سے نجات دلائی اور یہاں امن چین میں لایا۔ اب ایک اور بات تم سے کہتا ہوں وہ بھی مانو۔ اس سے آگے اس سے بھی بہتر جگہ ہے وہاں کے حوض، وہاں کے میوے، وہاں کے کھیت، اس سے بہت ہی اعلیٰ ہیں۔ ایک جماعت نے تو اسے سچا مانا اور ہاں کر لی۔ لیکن دوسرے گروہ نے اسی پر بس کر لیا اور اس کی تابعداری سے ہٹ گئے۔ [1] (مسند احمد) اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ پر درود سلام بھیجے۔ آؤ ایک واقعہ آپ کی کمال شفقت کا سنو! ایک اعرابی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور خون بہا ادا کرنے کے لئے آپ سے امداد طلب کی۔ آپ نے اسے بہت کچھ دیا پھر پوچھا کیوں صاحب میں نے تم سے سلوک کیا؟ اس نے کہا کچھ بھی نہیں اس سے کیا ہوگا؟ صحابہ رضی اللہ عنہم بہت بگڑے۔ قریب تھا کہ اسے لپٹ جائیں کہ اتنا لینے پر بھی یہ ناشکری کرتا ہے؟ اور حضور ﷺ کے سوال کا ایسا غلط اور گستاخانہ جواب دیتا ہے۔ لیکن آپ نے انہیں روک دیا گھر پر تشریف لے گئے۔ وہیں اسے بلوا لیا۔ سارا واقعہ کہہ سنایا۔ پھر اسے اور بھی بہت کچھ دیا۔ پھر پوچھا کہو اب تو خوش ہو؟ اس نے کہا ہاں اب دل سے راضی ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کی اہل و عیال میں ہم سب کی طرف سے نیک بدلہ دے۔ آپ نے فرمایا سنو! تم آئے۔ تم نے مجھ سے مانگا، میں نے دیا، پھر میں نے تم سے پوچھا کہ خوش ہو؟ تو تم نے الٹا پلٹا جواب دیا جس سے میرے صحابی رضی اللہ عنہم تم سے نالاں ہیں۔ اب میں نے پھر دے دلا کر تمہیں راضی کر لیا ہے۔ اب تم ان کے سامنے بھی اسی طرح اپنی رضا مندی ظاہر کرنا جیسے اب تم نے میرے سامنے کی ہے تاکہ ان کا رنج بھی دور ہو جائے۔ اس نے کہا بہت اچھا۔ چنانچہ جب وہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے مجمع میں آپ کے پاس آیا آپ ﷺ نے فرمایا دیکھو یہ شخص آیا تھا اس نے مجھ سے مانگا تھا، میں نے اسے دیا تھا۔ پھر میں نے اس سے پوچھا، تو اس نے ایسا جواب دیا جو تمہیں ناگوار گزرا۔ میں نے اسے اپنے گھر بلوایا اور زیادہ دیا۔ تو یہ خوش ہو گیا۔ کیوں بھئی اعرابی یہی بات ہے؟ اس نے کہا ہاں یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ آپ کو ہمارے اہل و عیال اور قبیلے کی طرف سے بہترین بدلہ عنایت فرمائے۔ آپ نے مجھ سے بہت اچھا سلوک کیا۔ جَزَاكَ اللّٰهُ۔ اس وقت آپ نے فرمایا میری اور اس اعرابی کی مثال سنو! جیسے وہ شخص جس کی اونٹنی بھاگ گئی لوگ اس کے پکڑنے کو دوڑے، وہ ان سے بدک کر اور بھاگنے لگی۔ آخر اونٹنی والے نے کہا لوگو! تم ایک طرف ہٹ جاؤ مجھے اور میری اونٹنی کو چھوڑ دو، اس کی خوخصلت سے میں واقف ہوں اور یہ میری ہی ہے۔ چنانچہ اس نے نرمی سے اسے بلانا شروع کیا۔ زمین سے گھانس پھونس توڑ کر اپنی مٹھی میں لے کر اسے دکھایا اور اپنی طرف بلایا، وہ آ گئی۔ اس نے اس کی نکیل تھام لی اور پالان و کجاوہ ڈال دیا۔ سنو! اس کے پہلی دفعہ کے بگڑنے پر اگر میں بھی تمہارا

---

[1] [ضعیف : مسند احمد (۱/۲٦۸)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحدیثیة (۲٤۰۲)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں علی بن زید بن جدعان راوی ضعیف ہے۔]

ساتھ دیتا تو یہ جہنمی بن جاتا۔ (1) ابراہیم بن حکم بن ابان کے ضعف کی وجہ سے اس کی سند ضعیف ہے۔ جیسے فرمان ہے کہ اے نبی! مومنوں کے سامنے اپنا بازو پست رکھو۔ لوگ میری نافرمانی کریں تو کہہ دو کہ میں تمہارے اعمال سے بری ہوں۔ تو ہمیشہ اپنا بھروسہ رب عزیز ورحیم پر رکھ۔ (2)

شریعت سے منہ موڑنے والوں سے بے نیازی اختیار کیجئے: یہاں بھی فرماتا ہے اگر یہ لوگ تیری شریعت سے منہ پھیرلیں تو تو کہہ دے کہ مجھے اللہ کافی ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں' میرا توکل اسی کی پاک ذات پر ہے۔ جیسے فرمان ہے مشرق ومغرب کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے اس کے سوا کوئی بھی لائق عبادت نہیں تو اسی کو اپنا کارساز ٹھہرا۔ (3) وہ رب عرش عظیم ہے۔ یعنی ہر چیز کا مالک وخالق وہی ہے۔ عرش عظیم تمام مخلوقات کی چھت ہے۔ آسمان وزمین اور کل کائنات بقدرت رب عرش تلے ہے۔ اس اللہ کا علم ہر چیز پر شامل ہے اور ہر چیز کو اپنے احاطے میں کئے ہوئے ہے۔ اس کی قدرت ہر چیز پر حاوی ہے وہ ہر ایک کا کارساز ہے۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں سب سے آخری آیت قرآن کریم کی یہی ہے۔ (4) مروی ہے کہ جب خلافت صدیقی میں قرآن کو جمع کیا گیا تو کاتبوں کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ لکھواتے تھے' جب اس سے پہلے کی آیت ﴿لَا يَفْقَهُوْنَ﴾ تک پہنچے تو کہنے لگے کہ یہی آخری آیت ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دو آیتیں اور پڑھوائی ہیں۔ پھر آپ نے ان دونوں آیتوں کی تلاوت فرمائی اور فرمایا کہ قرآن کی آخری آیتیں یہ ہیں۔ پس ختم بھی اسی پر ہوا جس پر شروع ہوا تھا یعنی ﴿لَآ اِلٰـهَ اِلَّآ اللّٰهُ﴾ پر۔ یہی وحی تمام نبیوں پر آتی رہی ہے کہ میرے سوا کوئی پوجا کے لائق نہیں۔ تم سب میری ہی عبادت کرو۔ (5) یہ روایت بھی غریب ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ حضرت حارث بن خزیمہ رضی اللہ عنہ ان دونوں آیتوں کو لے کر آئے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ان سے گواہ طلب کیا۔ انہوں نے کہا گواہ کی تو مجھے خبر نہیں' ہاں سورۂ برأت کی یہ دو آخری آیتیں مجھے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھائی ہیں۔ اور مجھے خوب اچھی طرح حفظ ہیں۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے گواہی دی کہ میں نے بھی انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ یہ گواہی سن کر آپ نے فرمایا اگر ان کے ساتھ تیسری آیت بھی ہوتی تو میں اسے علیحدہ سورت بنالیتا تم انہیں قرآن کی کسی سورت کے ساتھ لکھ لو۔ چنانچہ سورۂ برأت کے آخر میں یہ لکھ لی گئیں۔ (6) پہلے یہ بات بھی بیان ہو چکی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہی قرآن کے جمع کرنے کا مشورہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیا تھا اور بحکم خلیفہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اسے جمع کرنا شروع کیا تھا اس جماعت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی آمد ورفت رکھتے تھے۔ صحیح حدیث میں ہے حضرت زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ سورۂ برأت کا آخری حصہ میں نے خزیمہ بن ثابت یا ابو

---

(1) [**ضعیف** : مجمع الزوائد (٩/١٢، ١٦)] اس کی سند میں ابراہیم بن حکم راوی ضعیف ہے۔]

(2) [سورۃ الشعراء : آیت ٢١٥_٢١٧] (3) [سورۃ المزمل: آیت ٩]

(4) [**ضعیف** : مسند احمد (٥/١١٧) مجمع الزوائد (٧/٣٦)] اس کی سند میں علی بن زید راوی ضعیف ہے۔]

(5) [**ضعیف** : مسند احمد (٥/١٣٤)] اس کی سند میں ابوجعفر رازی ضعیف ہے۔]

(6) [**ضعیف** : مسند احمد (١٧١٥)] اس کی سند منقطع ہے اور اس میں ابن اسحاق مدلس کا عنعنہ ہے۔]

خزیمہ کے پاس پایا۔ [1] یہ بھی ہم لکھ آئے ہیں کہ ایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس کا مذاکرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو کیا جیسے کہ حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا تھا جب کہ ان کے سامنے اس کی ابتدائی بات کہی تھی ۔ واللہ اعلم ۔حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جو شخص صبح شام ((حَسْبِيَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ)) کو سات سات مرتبہ پڑھ لے۔ اللہ تعالیٰ اسے اس کی تمام پریشانیوں سے نجات دے گا۔ ایک روایت میں ہے کہ خواہ صداقت سے پڑھا ہو یا نہ پڑھا ہو [2] لیکن یہ زیادتی غریب ہے۔ ایک مرفوع روایت بھی اسی قسم کی ہے لیکن وہ بہت منکر ہے۔ واللہ اعلم۔ الحمدللہ سورۂ برأت کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورہ یونس

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
الٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ۝۱ اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى رَجُلٍ
مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؔ
قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ ۝۲

اللہ رحمان ورحیم کے نام سے شروع

یہ آیتیں ہیں حکمتوں بھری کتاب کی ۝ کیا لوگوں کو یہ بات انوکھی معلوم ہوئی؟ کہ ہم نے ان میں سے ایک انسان کی طرف اپنی وحی بھیجی کہ تو لوگوں کو آگاہ کر دے اور ایمانداروں کو خوشخبری سنا دے کہ ان کا سچا اور مضبوط پایہ ہے ان کے پالنے والے کے ہاں' لیکن کافر کہنے لگے کہ ہو نہ ہو یہ تو صریح جادوگر ہے ۝

سورۂ بقرہ کے شروع میں حروف مقطعات کی بحث گزر چکی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کے معنی میں مروی ہے کہ میں ہوں اللہ دیکھنے والا نگہبان۔ ضحاک رحمہ اللہ وغیرہ بھی یہی کہتے ہیں۔ یہ آیتیں مضبوط اور روشن قرآن کی ہیں۔ مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حسن رحمہ اللہ کہتے ہیں یعنی تورات اور زبور۔ قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں قرآن سے پہلے کی کتابیں۔ لیکن مجھے تو نہ اس قول کی کوئی توجیہ معلوم ہوتی ہے نہ مطلب۔

عقل زدہ کافر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: کافروں کو اس پر بڑا تعجب ہوتا تھا کہ ایک انسان اللہ کا رسول بن جائے۔ کہتے تھے کہ کیا بشر ہمارا ہادی ہوگا؟ حضرت ہود علیہ السلام اور حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا تھا کہ کیا تمہیں یہ کوئی انوکھی بات لگتی ہے کہ تم میں سے ہی ایک شخص پر تمہارے رب کی وحی نازل ہوئی؟ کفار قریش نے بھی کہا تھا کہ کیا اس نے اتنے سارے معبودوں کے بجائے ایک ہی اللہ مقرر کر دیا؟ یہ تو بڑے ہی تعجب کی

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب قوله لقد جاء کم رسول من انفسکم (٤٦٧٩)]

[2] [ضعیف: ابوداؤد: کتاب الادب: باب مایقول اذا اصبح (٥٠٨١)] شیخ البانیؒ اسے ضعیف وموضوع قرار دیتے ہیں۔ [ضعیف ابوداود، السلسلة الضعيفة (٥٢٨٦)]

بات ہے۔ [1] حضور ﷺ کی رسالت سے بھی انہوں نے صاف انکار کر دیا اور انکار کی وجہ یہی پیش کی کہ محمد ﷺ جیسے ایک انسان پر اللہ کی وحی کا آنا ہم نہیں مان سکتے۔ اس کا ذکر اس آیت میں ہے۔ سچے پائے سے مراد سعادت اور نیکی کا ذکر ہے۔ بھلائیوں کا اجر ہے۔ ان کے نیک کام ہیں۔ مثلاً نماز' روزہ' صدقہ' تسبیح۔ اور ان کے لئے حضور ﷺ کی شفاعت۔ الغرض ان کی سچائی کا ثبوت اللہ کو پہنچ چکا ہے۔ ان کے نیک اعمال وہاں جمع ہیں۔ یہ سابق لوگ ہیں۔ عرب کے شعروں میں بھی قدم کا لفظ ان معنوں میں بولا گیا ہے۔ جو رسول ان میں ہے وہ بشیر بھی ہے' نذیر بھی ہے' لیکن کافروں نے اسے جادوگر کہہ کر اپنے جھوٹ پر مہر لگا دی۔

إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ يُدَبِّرُ الْأَمْرَ ۖ مَا مِنْ شَفِيعٍ إِلَّا مِنْ بَعْدِ إِذْنِهِ ۚ ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ ۚ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ۝٣

وقف النبی ﷺ

تم سب کا پروردگار وہ اللہ ہے' جس نے آسمانوں کو اور زمین کو صرف چھ دن میں پیدا کر دیا ہے پھر عرش پر قائم ہوا ہے' ہر امر کا وہی انتظام کر رہا ہے' کوئی کسی کا سفارشی بن نہیں سکتا مگر اس کی اجازت کے بعد' یہی اللہ تم سب کا پالنہار ہے پس تم اسی کی عبادت کرو' کیا پھر بھی تم نصیحت حاصل نہیں کرتے ○

آسمانوں اور زمین کی تخلیق چھ دن میں: تمام عالم کا رب وہی ہے۔ آسمان و زمین کو اس نے صرف چھ دن میں پیدا کیا ہے۔ یا تو ایسے ہی معمولی دن یا ہر دن یہاں کی گنتی سے ایک ہزار دن کے برابر کا۔ پھر عرش پر وہ مستوی ہو گیا۔ جو سب سے بڑی مخلوق ہے اور ساری مخلوق کی چھت ہے۔ جو سرخ یاقوت کا ہے۔ جو نور سے پیدا شدہ ہے۔ یہ قول غریب ہے۔ وہی تمام مخلوق کا انتظام کرتا ہے۔ اس سے کوئی ذرہ پوشیدہ نہیں۔ اسے کوئی کام مشغول نہیں کر لیتا۔ وہ سوالات سے اکتا نہیں سکتا۔ مانگنے والوں کی پکار اسے حیران نہیں کر سکتی۔ ہر چھوٹے بڑے کا' ہر کھلے چھپے کا' ہر ظاہر باہر کا' پہاڑوں میں' سمندروں میں' آبادیوں میں' ویرانوں میں' وہی بندوبست کر رہا ہے۔ ہر جاندار کا روزی رساں وہی ہے۔ ہر پتے کے جھڑنے کا اسے علم ہے' زمین کے اندھیروں کے دانوں کی اس کو خبر ہے' ہر تر و خشک چیز کھلی کتاب میں موجود ہے۔ کہتے ہیں کہ اس آیت کے نزول کے وقت لشکر کا لشکر مثل عربوں کے جاتا دیکھا گیا۔ ان سے پوچھا گیا کہ تم کون ہو؟ انہوں نے کہا ہم جنات ہیں۔ ہمیں مدینے سے ان آیتوں نے نکالا ہے۔ کوئی نہیں جو اس کی اجازت بغیر سفارش کر سکے۔ آسمان کے فرشتے بھی اس کی اجازت کے بغیر زبان نہیں کھولتے۔ اسی کو شفاعت نفع دیتی ہے جس کے لئے اجازت ہو۔ یہی اللہ تم سب مخلوق کا پالنہار ہے۔ تم اسی کی عبادت میں لگے رہو۔ اسے واحد اور لاشریک مانو۔ مشرکو! اتنی موٹی بات بھی تم نہیں سمجھ سکتے۔؟ جو اس کے ساتھ دوسروں کو پوجتے ہو حالانکہ جانتے ہو کہ خالق و مالک وہی اکیلا ہے۔ اس کے وہ خود قائل تھے۔ زمین آسمان اور عرش عظیم کا رب اسی کو مانتے تھے۔

---

[1] [سورۃ صٓ : آیت ۵]

اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ اِنَّهٗ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بِالْقِسْطِ ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّعَذَابٌ
اَلِيْمٌ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ۝۴

تم سب کا لوٹنا اسی کی طرف ہے اللہ کا یہ سچا وعدہ ہے وہی اول بار پیدائش کرتا ہے پھر دوبارہ اسے لوٹائے گا کہ ایمان لانے والوں اور نیک عمل کرنے والوں کو انصاف کے ساتھ بدلہ عطا فرمائے اور جو لوگ کافر ہو گئے ہیں ان کے لئے سخت گرم پانی کا پینا ہے اور دکھ دینے والی مار ہے جو ان کے کفر کا بدلہ ہو گی ○

قیامت کے روز دوبارہ پیدائش: قیامت کے دن ایک بھی نہ بچے گا۔ سب اپنے اللہ کے پاس حاضر کئے جائیں گے جیسے اس نے شروع میں پیدا کیا تھا۔ ایسے ہی دوبارہ اعادہ کرے گا اور یہ اس پر بہت ہی آسان ہوگا۔ اس کے وعدے اٹل ہیں۔ عدل کے ساتھ وہ اپنے نیک بندوں کو اجر دے گا اور پورا پورا بدلہ عنایت فرمائے گا۔ کافروں کو بھی ان کے کفر کا بدلہ ملے گا۔ طرح طرح کی سزائیں ہوں گی۔ گرم پانی، گرمی، گرم لوان کے حصے میں آئیں گے اور بھی قسم قسم کے عذاب ہوتے رہیں گے۔ وہ جہنم جسے جھٹلا رہے تھے ان کا اوڑھنا بچھونا ہوگی۔ اس کے اور گرم پگھلے ہوئے تانبے جیسے پانی کے درمیان یہ حیران و پریشان ہوں گے۔

هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ
السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ؕ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ ۚ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝۵
اِنَّ فِي اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ
يَّتَّقُوْنَ ۝۶

اسی نے سورج کو روشن کیا ہے اسی نے چاند کو نورانی کیا ہے اسی نے منزلیں مقرر کر دی ہیں کہ تمہیں برسوں کی گنتی اور حساب معلوم ہو جایا کرے اللہ نے انہیں حق سے ہی پیدا کیا ہے وہ اپنی آیتیں جاننے والوں کے لئے تفصیل وار بیان فرما دیتا ہے ○ دن رات کے ہیر پھیر میں اور آسمان و زمین کی مخلوقات رب میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو پرہیزگار ہیں ○

مظاہر قدرت عظمت باری تعالیٰ کی نشانیاں: اس کی کمال قدرت، اس کی عظیم سلطنت کی نشانی یہ چمکیلا آفتاب ہے اور یہ روشن ماہتاب ہے۔ یہ اور ہی فن ہے اور وہ اور ہی کمال ہے۔ اس میں اس میں بڑا ہی فرق ہے۔ اس کی شعاعیں جگمگا دیں اور اس کی شعاعیں خود منور رہیں۔ دن کو آفتاب کی سلطنت رہتی ہے رات کو ماہتاب کی جگمگاہٹ رہتی ہے ان کی منزلیں اس نے مقرر کر رکھی ہیں۔ چاند شروع میں چھوٹا ہوتا ہے۔ چمک کم ہوتی ہے۔ رفتہ رفتہ بڑھتا ہے اور روشن بھی ہوتا ہے پھر اپنے کمال کو پہنچ کر گھٹنا شروع ہوتا ہے اور اسی اگلی حالت پر آ جاتا ہے۔ ہر مہینے میں اس کا یہ ایک دور ختم ہوتا ہے۔ نہ سورج چاند کو پکڑ لے نہ چاند سورج کی راہ روکے نہ دن رات پر سبقت کرے

نہ رات دن سے آگے بڑھے۔ ہر ایک اپنی اپنی جگہ پابندی سے چل پھر رہا ہے۔ دورہ ختم کر رہا ہے۔ دنوں کی گنتی سورج کی چال پر اور مہینوں کی گنتی چاند پر ہے۔ یہ مخلوق عبث نہیں بلکہ بحکمت ہے۔ زمین و آسمان اور ان کے درمیان کی چیزیں باطل پیدا شدہ نہیں۔ یہ خیال تو کافروں کا ہے۔ جن کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ تم یہ نہ سمجھنا کہ ہم نے تمہیں یونہی پیدا کر دیا ہے اور اب تم ہمارے قبضے سے باہر ہو۔ یاد رکھو میں اللہ ہوں' میں مالک ہوں' میں حق ہوں' میرے سوا کسی کی کچھ چلتی نہیں۔ عرش کریم بھی منجملہ مخلوق کے میری ادنیٰ مخلوق ہے۔ حجتیں اور دلیلیں ہم کھول کھول کر بیان فرما رہے ہیں کہ اہل علم لوگ سمجھ لیں۔ رات دن کے رد و بدل میں' ان کے برابر آنے جانے میں' رات پر دن کا آنا' دن پر رات کا چھا جانا' ایک دوسرے کے برابر پیچھے لگاتار آنا جانا اور زمین و آسمان کا پیدا ہونا اور ان کی اور مخلوق کا رچایا جانا یہ سب عظمت رب کی بولتی ہوئی نشانیاں ہیں۔ ان سے منہ پھیر لینا کوئی عقلمندی کی دلیل نہیں۔ یہ نشانات بھی جنہیں فائدہ نہ دیں انہیں ایمان کیسے نصیب ہوگا؟ تم اپنے آگے پیچھے' اوپر نیچے بہت سی چیزیں دیکھ سکتے ہو۔ عقلمندوں کے لئے یہ بڑی بڑی نشانیاں ہیں۔ کہ وہ سوچ سمجھ کر اللہ کے عذابوں سے بچ سکیں اور اس کی رحمت حاصل کر سکیں۔

إِنَّ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا وَرَضُوا بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاطْمَأَنُّوا بِهَا وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ آيَاتِنَا غَافِلُونَ ۝ أُولَٰئِكَ مَأْوَاهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۝

جو لوگ ہم سے ملنے کے منکر ہیں اور دنیا کی زندگی پر ریجھے ہوئے ہیں اسی پر مطمئن ہو بیٹھے ہیں اور جو ہماری نشانیوں سے غافل ہیں ○ ان کا ٹھکانا جہنم ہے ان کے اعمال کے بدلے ○

محروم وہ جسے آخرت کی فکر نہیں: جو لوگ قیامت کے منکر ہیں' جو اللہ کی ملاقات کے امیدوار نہیں۔ جو اس دنیا پر خوش ہو گئے ہیں' اسی پر دل لگا لیا ہے' نہ اس دنیا سے فائدہ اٹھاتے ہیں' نہ اس زندگی کو سود مند بناتے ہیں اور اس پر مطمئن ہیں۔ اللہ کی پیدا کردہ نشانیوں سے غافل ہیں۔ اللہ کی نازل کردہ آیتوں میں غور فکر نہیں کرتے' ان کی آخری جگہ جہنم ہے۔ جو ان کی خطاؤں اور گناہوں کا بدلہ ہے جو ان کے کفر و شرک کی جزا ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ يَهْدِيهِمْ رَبُّهُمْ بِإِيمَانِهِمْ ۖ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارُ فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ ۝ دَعْوَاهُمْ فِيهَا سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلَامٌ ۚ وَآخِرُ دَعْوَاهُمْ أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝

ع

یقیناً جو لوگ ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے عمل بھی اچھے کئے ہیں انہیں ان کا رب ان کے ایمان کی وجہ سے راہ دے گا' ان کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی نعمتوں اور راحتوں والی جنتوں میں ○ جہاں ان کی پکار سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ ہوگی اور جہاں ان کی دعائے خیر السلام علیکم ہوگی' ان کی آخری پکار یہی ہوگی کہ تمام تعریف اس اللہ کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے ○

نیک لوگوں کا اچھا انجام: نیک بختوں کا حال بیان ہو رہا ہے جو اللہ پر ایمان لائے رسولوں کو مانا' فرماں برداری کی' نیکیوں پر چلتے رہے' انہیں ان کے ایمان کی وجہ سے راہ مل جائے گی۔ پل صراط سے پار ہو جائیں گے' جنت میں پہنچ جائیں گے' نور مل جائے گا۔ جس کی روشنی میں چلیں پھریں گے۔ پس ممکن ہے کہ ((بِـاِيْـمَـانِـهِـمْ)) میں ((بـاء سببیت)) کی ہو۔ اور ممکن ہے کہ استعانت کی ہو۔ ان کے اعمال اچھی بھلی صورت اور عطر وخوشبو بن کر ان کے پاس ان کی قبر میں آئیں گے اور انہیں خوشخبری دیں گے یہ پوچھیں گے کہ تم کون ہو؟ وہ جواب دیں گے تمہارے نیک اعمال۔ پس یہ اپنے ان نورانی عمل کی روشنی میں جنت میں پہنچ جائیں گے۔ اور کافر کا عمل نہایت بدصورت' بدبودار ہو کر اس پر چمٹ جائے گا۔ یہ جو چیز کھانا چاہیں گے اسی وقت فرشتے اسے تیار کر کے لائیں گے۔ انہیں سلام کہیں گے یہ جواب دیں گے اور کھائیں گے۔ کھا کر اپنے رب کی حمد بیان کریں گے۔ ان کے صرف ﴿سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ﴾ کہتے ہی دس ہزار خادم اپنے ہاتھوں میں سونے کے کٹوروں میں کھانا لے کر حاضر ہو جائیں گے اور یہ سب میں سے کھائے گا۔ ان کا آپس میں بھی تحفہ سلام ہوگا۔ وہاں کوئی لغو بات کانوں میں نہ پڑے گی۔ در ودیوار سے سلامتی کی آوازیں آتی رہیں گے۔ رب رحیم کی طرف سے بھی سلامتی کا قول ہوگا۔ فرشتے بھی ہر ایک دروازے سے آ کر سلام کریں گے۔ آخری قول ان کا اللہ کی ثناء ہوگا۔ وہ معبود برحق ہے اول آخر حمد و تعریف کے سزاوار ہے۔ اسی لئے اس نے اپنی حمد بیان فرمائی مخلوق کی پیدائش کے شروع میں' اس کی بقاء میں' اپنی کتاب کے شروع میں' اور اس کے نازل فرمانے میں۔ اس قسم کی آیتیں قرآن کریم میں ایک نہیں کئی ایک ہیں جیسے ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِهِ الْكِتٰبَ﴾ [1] الخ' وغیرہ۔ وہی اول آخر دنیا عقبیٰ میں لائق حمد و ثناء ہے ہر حال میں اس کی حمد ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ اہل جنت سے تسبیح وحمد اس طرح ادا ہو گی جیسے سانس چلتا رہتا ہے۔ [2] یہ اس لئے کہ ہر وقت نعمتیں' راحتیں' آرام اور آسائش بڑھتا ہوا دیکھیں گے پس لامحالہ حمد ادا ہو گی۔ سچ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں' نہ اس کے سوا کوئی پالنہار ہے۔

﴿وَلَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ لَقُضِيَ اِلَيْهِمْ اَجَلُهُمْ ۭ فَنَذَرُ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَاۗءَنَا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۝11﴾

اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو برائی پہنچانے میں جلدی کرے جیسی جلدی وہ بھلائی حاصل کرنے میں کرتے ہیں تو اب تک ان کی اجل بھی آ چکی ہوتی' جنہیں ہماری ملاقات کی امید تک نہیں ہم بھی انہیں ان کی سرکشی میں ہی بھٹکتا ہوا چھوڑ دیتے ہیں ۝

اللہ تعالیٰ کا بندوں پر ایک عظیم احسان: فرمان ہے کہ میرے الطاف اور میری مہربانیوں کو دیکھو' کہ بندے کبھی کبھی تنگ آ کر' گھبرا کر' اپنے لئے' اپنے بال بچوں کے لئے' اپنے مال کے لئے' بددعائیں کر بیٹھتے ہیں لیکن میں انہیں قبول کرنے میں جلدی نہیں کرتا۔ ورنہ یہ کسی گھر کے نہ رہیں جیسے کہ میں انہی چیزوں کی برکت کی دعائیں قبول کرتا

---

[1] [سورۃ الکھف: آیت ۱]

[2] [صحیح: صحیح مسلم : کتاب الجنة : باب فی صفات الجنة (۲۸۳۵)]

ہوں۔ ورنہ یہ تباہ ہوجاتے۔ پس بندوں کو ایسی بددعاؤں سے پرہیز کرنا چاہئے۔ چنانچہ مسند بزار کی حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔ اپنی جان و مال پر بددعا نہ کرو۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی قبولیت کی ساعت موافقت کر جائے اور وہ بددعا قبول ہوجائے۔ [1] اسی مضمون کا بیان آیت ﴿وَيَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ﴾ [2] الخ، میں ہے۔ غرض یہ ہے کہ انسان کا کسی وقت اپنی اولاد مال وغیرہ کے لئے بددعا کرنا کہ اللہ اسے غارت کرے وغیرہ۔ اگر نیک دعاؤں کی طرح قبولیت میں ہی آجایا کرے تو لوگ برباد ہوجائیں۔

وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْۢبِهٖٓ اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَآئِمًا ۚ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ
ضُرَّهٗ مَرَّ كَاَنْ لَّمْ يَدْعُنَآ اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ ۭ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲﴾

انسان کو جب کوئی برائی پہنچتی ہے تو لیٹے بیٹھے اور کھڑے ہم سے خوب دعائیں کرنے لگتا ہے۔ لیکن جہاں ہم نے اس سے اس برائی کو دفع کر دیا پھر تو اس بے پرواہی سے چلتا ہے کہ گویا کسی مصیبت کے وقت اس نے ہمیں پکارا ہی نہ تھا' حد سے گزر جانے والوں کے لئے اسی طرح ان کے اعمال مزین کر دیئے جاتے ہیں ○

تکلیف میں انسان کی حالت: اسی آیت جیسی آیت ﴿وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِيْضٍ﴾ [3] ہے یعنی جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے' تو بڑی لمبی لمبی دعائیں کرنے لگتا ہے۔ ہر وقت اٹھتے' بیٹھتے' لیٹتے اللہ سے اپنی تکلیف کے دور ہونے کی التجائیں کرتا ہے۔ لیکن جہاں دعا قبول ہوئی تکلیف دور ہوئی اور ایسا ہو گیا جیسے کہ نہ اسے کبھی تکلیف پہنچی تھی نہ اس نے کبھی دعا کی تھی۔ ایسے لوگ حد سے گزر جانے والے ہیں اور انہیں اپنے ایسے ہی گناہ اچھے معلوم ہوتے ہیں۔ ہاں ایماندار' نیک اعمال' ہدایت و رشد والے ایسے نہیں ہوتے۔ حدیث شریف میں ہے مومن کی حالت پر تعجب ہے۔ اس کے لئے ہر الٰہی فیصلہ اچھا ہی اچھا ہوتا ہے۔ اسے تکلیف پہنچی اس نے صبر و استقامت اختیار کی اور اسے نیکیاں ملیں۔ اسے راحت پہنچی' اس نے شکر کیا' اس پر بھی نیکیاں ملیں' یہ بات مومن کے سوا کسی کو حاصل نہیں۔ [4]

وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا ۙ وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ
وَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۳﴾ ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰۗئِفَ
فِي الْاَرْضِ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴﴾

---

[1] [صحیح: ابوداؤد: کتاب الوتر: باب النھی عن ان یدعوا الانسان علی اھله و ماله (۱۵۳۲)] امام نوویؒ نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔ [الاذکار (۱/۳۴۶)] شیخ البانیؒ بھی اسے صحیح کہتے ہیں [صحیح الترغیب (۱۶۵۴) صحیح الجامع الصغیر (۱۵۰۰)]

[2] [سورۃ بنی اسرائیل: آیت ۱۱]

[3] [سورۃ فصلت: آیت ۵۱]

[4] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الزھد: باب المؤمن امرہ کلہ خیر (۲۹۹۹)]

تم سے پہلے کی بستی والوں نے بھی جب ظلم پر کمر کس لی ہم نے انہیں تہہ و بالا کر دیا ان کے پاس بھی ان کے رسولوں نے دلیلیں پہنچا دی تھیں لیکن وہ ایسے نہ تھے کہ مان لیں' گنہگار لوگوں کو ہم اسی طرح بدلہ دیتے ہیں ○ ان کے بعد ہم نے اس زمین میں تمہیں ان کا جانشین بنایا ہے کہ ہم دیکھ لیں کہ تم کیسے کچھ عمل کرتے ہو ○

اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ سابقہ اقوام پر تکذیب رسول کی وجہ سے عذاب آئے۔ تہس نہس ہو گئے۔ اب تم ان کے قائم مقام ہو اور تمہارے پاس بھی افضل الرسل ﷺ آ چکے ہیں۔ اللہ دیکھ رہا ہے کہ تمہارے اعمال کی کیا کیفیت رہتی ہے۔؟ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں دنیا میٹھی' مزے کی' سبز رنگ والی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس میں تمہیں خلیفہ بنا کر دیکھ رہا ہے کہ تم کیسے اعمال کرتے ہو؟ دنیا سے ہوشیار رہو۔ اور عورتوں سے ہوشیار رہو۔ بنی اسرائیل میں سب سے پہلا فتنہ عورتوں کا ہی آیا تھا۔ [1] (مسلم) حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا آسمان سے ایک رسی لٹکائی گئی۔ رسول اللہ ﷺ نے تو اسے مکمل تھام لیا' پھر لٹکائی گئی تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی اسی طرح اسے مضبوطی سے تھام لیا۔ پھر منبر کے اردگرد لوگوں نے ماپنا شروع کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ تین ذراع بڑھ گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ خواب سن کر فرمایا بس ہٹاؤ بھی۔ ہمیں خوابوں کی کیا حاجت؟ پھر اپنی خلافت کے زمانے میں حضرت فاروق نے کہا عوف تمہارا خواب کیا تھا؟ حضرت عوف رضی اللہ عنہ نے کہا جانے دیجئے۔ جب آپ کو اس کی ضرورت ہی نہیں۔ آپ نے جب مجھے ڈانٹ دیا پھر اب کیوں پوچھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا اس وقت تو تم خلیفۃ الرسول کو ان کی موت کی خبر دے رہے تھے اب بیان کرو انہوں نے بیان کیا۔ تو آپ نے فرمایا لوگوں کا منبر کی طرف تین ذراع ماپنا یہ تھا کہ ایک تو خلیفہ برحق تھا۔ دوسرا خلیفہ اللہ کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے بالکل بے پرواہ تھا۔ تیسرا خلیفہ شہید ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے پھر ہم نے تمہیں خلیفہ بنایا کہ ہم تمہارے اعمال دیکھیں۔ اے عمر کی ماں کے لڑکے تو خلیفہ بنا ہوا ہے' خوب دیکھ بھال لے کہ کیا کیا عمل کر رہا ہے؟ آپ کا فرمان کہ "میں اللہ کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی پرواہ نہیں کرتا" سے مراد ان چیزوں میں ہے جو اللہ چاہے۔ شہید ہونے سے مراد یہ ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی' اس وقت مسلمان آپ کے مطیع و فرمانبردار تھے۔ [2]

وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ ۙ قَالَ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا ائْتِ بِقُرْآنٍ غَيْرِ هَٰذَا أَوْ بَدِّلْهُ ۚ قُلْ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أُبَدِّلَهُ مِنْ تِلْقَاءِ نَفْسِي ۖ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ ۖ إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿١٥﴾ قُلْ لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا تَلَوْتُهُ عَلَيْكُمْ وَلَا أَدْرَاكُمْ بِهِ ۖ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِنْ قَبْلِهِ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿١٦﴾

---

[1] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الذکر والدعاء: باب اکثر اهل الجنة الفقراء (۲۷۴۲)]

[2] [ضعیف: تفسیر ابن جریر الطبری (۱۷۵۹۰)] اس کی سند میں زید بن عوف ضعیف ہے۔]

جب ان کے سامنے ہماری روشن آیتوں کی تلاوت کی جاتی ہے تو ہماری ملاقات کے منکر کہتے ہیں کہ ہمارے پاس تو اس کے سوا کوئی اور قرآن لا یا اسی کو بدل لا' تو جواب دے کہ یہ مجھ سے تو نہیں ہو سکنے کا کہ اسے میں اپنی طرف سے بدل دوں' میں تو صرف اس وحی کا تابعدار ہوں جو میری طرف بھیجی جائے' مجھے اپنے رب کی نافرمانی کرتے ہوئے بڑے دن کے عذاب کا ڈر لگا ہوا ہے ○ تو کہہ دے کہ اگر اللہ چاہتا تو میں اسے تمہارے سامنے نہ پڑھتا نہ وہ خود تمہیں اس سے خبردار کرتا دیکھو نا میں تو اس سے پہلے بھی تم میں اپنی بڑی عمر گزار چکا ہوں' کیا پھر بھی تم نہیں سمجھتے ○

قرآن سن کر کفارِ مکہ کی بحث: مکے کے کفار کا بغض دیکھئے قرآن سن کر کہنے لگے' اسے تو بدل لا۔ بلکہ کوئی اور ہی لا۔ تو جواب دے کہ یہ میرے بس کی بات نہیں۔ میں تو اللہ کا غلام ہوں اس کا رسول ہوں اس کا کہا کہتا ہوں۔ اگر میں ایسا کروں تو قیامت کے عذاب کا مجھے ڈر ہے۔ دیکھو اس بات کی دلیل یہ کیا کم ہے؟ کہ میں ایک بے پڑھا لکھا شخص ہوں تم لوگ استادِ کلام ہو لیکن پھر بھی اس کا معروضہ اور مقابلہ نہیں کر سکتے۔ میری صداقت و امانت کے تم خود قائل ہو۔ میری دشمنی کے باوجود تم آج تک مجھ پر انگلی ٹکا نہیں سکتے۔ اس سے پہلے میں تم میں اپنی عمر کا بڑا حصہ گزار چکا ہوں۔ کیا پھر بھی عقل سے کام نہیں لیتے؟ شاہِ روم ہرقل نے ابوسفیان رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفتیں دریافت کرتے ہوئے پوچھا کہ کیا دعویٰ نبوت سے پہلے کبھی تم نے اسے جھوٹ کی تہمت لگائی ہے؟ تو اسے باوجود دشمن اور کافر ہونے کے کہنا پڑا کہ نہیں' یہ ہے آپ کی صداقت جو دشمنوں کی زبان سے بھی بے ساختہ ظاہر ہوتی تھی۔ ہرقل نے نتیجہ بیان کرتے ہوئے کہا تھا کہ میں کیسے مان لوں کہ لوگوں کے معاملات میں تو جھوٹ نہ بولے اور اللہ پر جھوٹ بہتان باندھ لے۔ [1] حضرت جعفر بن ابوطالب رضی اللہ عنہ نے دربار نجاشی میں شاہِ حبش سے فرمایا تھا ہم میں اللہ نے جس رسول کو بھیجا ہے ہم اس کی صداقت' امانت' نسب وغیرہ سب کچھ جانتے ہیں' وہ نبوت سے پہلے ہم میں چالیس سال گزار چکے ہیں۔ سعید بن مسیّب رحمہ اللہ سے تینتالیس سال مروی ہیں لیکن مشہور قول پہلا ہی ہے۔

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿17﴾

اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ افترا باندھ لے یا اس کی آیتوں کو جھٹلائے' بے شک گنہگار کامیاب نہیں ہوتے ○

سب سے بڑا مجرم وظالم: اس سے زیادہ ظالم' اس سے زیادہ مجرم' اس سے زیادہ سرکش اور کون ہوگا؟ جو اللہ پر جھوٹ باندھے اور اس کی طرف نسبت کر کے وہ کہے جو اس نے نہ فرمایا ہو۔ رسالت کا دعویٰ کر دے حالانکہ اللہ نے اسے نہ بھیجا ہو۔ ایسے جھوٹے لوگ تو عامیوں کے سامنے بھی چھپ نہیں سکتے چہ جائیکہ عاقلوں کے سامنے اس گناہ کا کبیرہ ترین ہونا تو کسی سے مخفی نہیں۔ پھر کیسے ہوسکتا ہے کہ نبی اس سے غافل رہیں؟ یاد رکھو جو بھی منصب

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب بدء الوحی : باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ (۷) صحیح مسلم : کتاب الجهاد : باب کتب النبی الی هرقل (۱۷۷۳)]

نبوت کا دعویٰ کرتا ہے اور اس کی صداقت یا جھوٹ ایسے دلائل قائم کر دیتی ہے کہ اس کا معاملہ بالکل ہی کھل جاتا ہے ایک طرف حضرت محمد ﷺ کو لیجئے اور دوسری جانب مسیلمہ کذاب کو رکھئے تو اتنا ہی فرق معلوم ہوگا۔ جتنا آدھی رات اور دو پہر کے وقت میں ۔ دونوں کے اخلاق' عادات' حالات کا معائنہ کرنے والا' حضور ﷺ کی سچائی اور اس کی غلط گوئی میں کوئی شک نہیں کر سکتا۔ اسی طرح سجاح اور اس اسود عنسی کا دعویٰ ہے کہ نظر ڈالنے کے بعد کسی کو ان کے جھوٹ میں شک نہیں رہتا۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب رسول اللہ ﷺ مدینے میں آئے تو لوگ آپ کو دیکھنے کے لئے گئے ۔ میں بھی گیا۔ آپ کے چہرے پر نظریں پڑتے ہی میں نے سمجھ لیا کہ یہ چہرہ کسی جھوٹے آدمی کا نہیں ۔ پاس گیا تو سب سے پہلے آپ کی زبان مبارک سے یہ کلام سنا کہ لوگو سلام پھیلاؤ' کھانا کھلاتے رہا کرو۔ صلہ رحمی قائم رکھو۔ راتوں کو لوگوں کی نیند کے وقت تہجد کی نماز پڑھا کرو تو سلامتی کے ساتھ جنت میں جاؤ گے۔ [1] اسی طرح جب سعد بن بکر کے قبیلے کے وفد میں ضمام بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو پوچھا کہ اس آسمان کا بلند کرنے والا کون ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ۔ اس نے پوچھا ان پہاڑوں کا گاڑنے والا کون ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ۔ اس نے پوچھا اس زمین کا پھیلانے والا کون ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ۔ تو اس نے کہا میں آپ کو اسی اللہ کی قسم دیتا ہوں۔ جس نے ان آسمانوں کو بلند کیا۔ ان پہاڑوں کو گاڑ دیا۔ اس زمین کو پھیلا دیا کہ کیا واقعی اللہ تعالیٰ ہی نے آپ کو اپنا رسول بنا کر ہماری طرف بھیجا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں اسی اللہ کی قسم ہاں ۔ اسی طرح نماز' زکوۃ حج اور روزے کی بابت بھی اس نے ایسی ہی تاکیدی قسم دلا کر سوال کیا اور آپ نے بھی قسم کھا کر جواب دیا۔ تب اس نے کہا آپ سچے ہیں۔ اس کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ نہ میں اس پر بڑھاؤں گا اور نہ کم کروں گا۔ [2] پس اس شخص نے صرف اسی پر کفایت کر لی۔ اور جو دلائل آپ کی صداقت کے اس کے سامنے تھے۔ ان پر اسے اعتبار آ گیا۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے آپ کی تعریف میں کتنا اچھا شعر کہا ہے ؎

لَوْلَمْ تَكُنْ فِيْهِ اٰيَاتٌ مُّبَيِّنَةٌ　　　كَانَتْ بَدِيْهَتُهٗ تَاْتِيْكَ بِالْخَبَرِ

یعنی حضور ﷺ میں اگر ظاہر اور کھلی نشانیاں نہ بھی ہوتیں تو صرف یہی ایک بات کافی تھی کہ چہرہ دیکھتے ہی بھلائی اور خوبی تیری طرف لپکتی ہے۔ ﴿فَصَلَوَاتُ اللهِ وَسَلَامُهٗ عَلَيْهِ﴾ برخلاف آپ کے کذاب مسیلمہ کہ جس نے اسے بیک نگاہ دیکھ لیا اس کا جھوٹ اس پر کھل گیا۔ خصوصاً جس نے اس کے فضول اقوال اور بدترین

---

[1] [صحیح : ترمذی : كتاب صفة القيامة والرقائق (٢٤٨٥) ابن ماجه : كتاب الاطعمة : باب اطعام الطعام (٣٢٥١) مسند احمد (٤٥١/٥) مستدرك حاكم (١٣/٣)] امام حاکمؒ ،امام ذہبیؒ اور امام ترمذیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔[صحيح ترمذی ، ارواء الغليل (٢٣٩/٣) صحيح الترغيب (٦١٢) السلسلة الصحيحة (٥٦٩)] شیخ عبدالرزاق مہدی، شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد، شیخ حسن عباس، شیخ زبیر علی زئی اور مولانا مبشر احمد ربانی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

[2] [صحیح : صحيح بخاری : كتاب العلم : باب القرأة والعرض على المحدث (٦٣) صحيح مسلم : كتاب الايمان : باب السؤال عن اركان الاسلام (١٢)]

افعال دیکھ لئے۔ اسے اس کے جھوٹ میں ذرا سا شائبہ بھی نہ رہا۔ جسے وہ اللہ کا کلام کہہ رہا تھا اس کلام کی بدمزگی، اس کی بے کاری، تو اتنی ظاہر ہے کہ اللہ کے کلام کے سامنے پیش کئے جانے کے بھی قابل نہیں۔ لو اب تم ہی انصاف کرو۔ آیت الکرسی کے مقابلے میں اس ملعون نے یہ آیت بنائی تھی۔ ((یَاضِفْدَعُ بِنْتَ ضِفْدٍ عَیْنِ نَقِّیْ کَمْ تَنَقِّیْنَ لَا الْمَاءَ تُکَدِّرِیْنَ وَلَا الشَّارِبَ تَمْنَعِیْنَ)) یعنی اے مینڈکوں کے بچے مینڈک تو ٹراتا رہ۔ نہ تو پانی خراب کر سکے نہ پینے والوں کو روک سکے۔ اسی طرح اس کے ناپاک کلام کے نمونے میں اس کی بنائی ہوئی ایک آیت ہے کہ ﴿لَقَدْ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَی الْحُبْلٰی اِذَا خَرَجَ مِنْھَا نَسَمَۃً تَسْعٰی مِنْ بَیْنِ صَفَاقٍ وَّحَشْیٍ﴾ اللہ نے حاملہ پر بڑی مہربانی فرمائی کہ اس کے پیٹ سے چلتی پھرتی جان برآمد کی، جھلی اور آنتوں کے درمیان سے۔ سورۃ الفیل کے مقابلے میں وہ پاجی کہتا ہے ((اَلْفِیْلُ وَمَا اَدْرَاکَ مَا الْفِیْلُ لَہٗ خُرْطُوْمٌ طَوِیْلٌ)) یعنی ہاتھی اور کیا جانے تو کیا ہے ہاتھی؟ اس کی بڑی لمبی سونڈ ہوتی ہے۔ والنازعات کا معارضہ کرتے ہوئے یہ کمینہ کہتا ہے ((وَالْعَاجِنَاتِ عَجْنًا وَالْخَابِزَاتِ خُبْزًا وَاللَّاقِمَاتِ لُقْمًا اِھَالَۃً وَسَمْنًا اِنَّ قُرَیْشًا قَوْمٌ یَعْتَدُوْنَ)) یعنی آٹا گوندھنے والیاں اور روٹی پکانے والیاں اور لقمے بنانے والیاں، سالن اور گھی سے۔ قریشی لوگ بہت آگے نکل گئے۔ اب آپ ہی انصاف کیجئے کہ یہ بچوں کا کھیل ہے یا نہیں؟ شریف انسان تو سوائے مذاق کے ایسی بات منہ سے بھی نہیں نکال سکتا۔ پھر اس کا انجام دیکھئے لڑائی میں مارا گیا۔ اس کا گروہ مٹ گیا۔ اس کے ساتھیوں پر لعنت برسی۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس خائب و خاسر ہو کر منہ پر مٹی مل کر پیش ہوئے اور رو دھو کر، توبہ کر کے، جوں توں کر کے جان بچائی۔ پھر تو اللہ کے سچے دین کی چاشنی سے ہونٹ چوسنے لگے۔ ایک روز ان سے خلیفۃ المسلمین امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مسیلمہ کا قرآن تو سناؤ تو وہ بہت سٹ پٹائے۔ بے حد شرمائے اور کہنے لگے۔ حضرت! ہمیں اس ناپاک کلام کے زبان سے نکالنے پر مجبور نہ کیجئے ہمیں تو اس سے شرم معلوم ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں تم ضرور سناؤ تا کہ ہمارے مسلمان بھائیوں کو بھی اس کی رکاکت اور بیہودگی معلوم ہو جائے۔ آخر مجبور ہو کر انہوں نے نہایت ہی شرماتے وہ کچھ پڑھا۔ جس کا نمونہ اوپر گزرا کہ کہیں مینڈک کا ذکر ہے، کہیں ہاتھی کا، کہیں روٹی کا، کہیں حمل کا۔ اور وہ سارے ہی بے ذکر، بے سود، بے مزہ اور بے کار۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آخر میں فرمایا یہ تو بتاؤ تمہاری عقلیں کہاں ماری گئیں تھیں؟ واللہ! اسے تو کوئی بیوقوف بھی ایک لمحہ کے لئے کلام اللہ نہیں کہہ سکتا۔ مذکور ہے کہ عمرو بن العاص اپنے کفر کے زمانے میں مسیلمہ کے پاس پہنچا۔ یہ دونوں بچپن کے دوست تھے اس نے پوچھا کہو عمرو! تمہارے ہاں کے نبی پر آج کل جو وحی اتری ہو اس میں سے کچھ سنا سکتے ہو؟ اس نے کہا ہاں ان کے اصحاب ایک مختصر سی سورت پڑھتے تھے جو میری زبان پر چڑھ گئی لیکن بھائی اپنے مضمون کے لحاظ سے وہ سورت بہت بڑی اور بہت ہی اعلیٰ ہے اور لفظوں کے اعتبار سے بہت ہی مختصر اور بڑی جامع ہے۔ پھر اس نے سورۃ العصر پڑھ سنائی۔ مسیلمہ چپ ہو گیا بہت دیر کے بعد کہنے لگا مجھ پر اسی جیسی سورت اتری ہے۔ اس نے کہا ہاں تو بھی سنا دے تو اس نے پڑھا ((یَا وَبْرُ یَا وَبْرُ اِنَّمَا اَنْتَ اُذُنَانِ وَصَدْرٌ

وَسَائِرُكَ حَفرٌ نَقرٌ)) یعنی اے وبر! جانور تیرے تو بس دو کان ہیں، اور سینہ ہے، اور باقی جسم تو تیرا بالکل حقیر اور عیب دار ہے۔ یہ سنا کر عمرو سے پوچھتا ہے کہو دوست کیسی کہی؟ اس نے کہا دوست اپنے جھوٹ پر مہر لگا دی اور کیسی کہی؟ پس جب کہ ایک مشرک پر بھی سچے جھوٹے کی تمیز مشکل نہ ہوئی تو ایک صاحب عقل، تمیز دار اور باایمان پر کیسے یہ بات چھپ سکتی ہے؟ اسی کا بیان آیت ﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْقَالَ اُوْحِيَ اِلَيَّ وَلَمْ يُوْحَ اِلَيْهِ شَيْءٌ﴾ [1] الخ' میں ہے یعنی اللہ پر جھوٹ افترا کرنے والے یا اس کی طرف وحی نہ آنے کے باوجود وحی کے آنے کا دعویٰ کرنے والے سے بڑھ کر ظالم کوئی نہیں۔ اسی طرح جو کہے کہ میں بھی اللہ کی طرح کا کلام اتار سکتا ہوں۔ مندرجہ بالا آیت میں بھی یہی فرمان ہے۔ پس وہ بڑا ہی ظالم ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے، وہ بڑا ہی ظالم ہے جو اللہ کی آیتوں کو جھٹلائے۔ حجت ظاہر ہو جانے پر بھی نہ مانے۔ حدیث میں ہے سب سے بڑا سرکش اور بدنصیب وہ ہے جو کسی نبی کو قتل کرے یا نبی اسے قتل کرے۔ [2]

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ؕ قُلْ اَتُنَبِّئُوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۱۸﴾ وَمَا كَانَ النَّاسُ اِلَّآ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْا ؕ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ فِيْمَا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۹﴾

اللہ کے سوا ان کی عبادت کرتے ہیں جو نہ انہیں ضرر پہنچا سکیں نہ نفع دے سکیں کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں، ان سے پوچھ تو کیا تم اللہ تعالیٰ کو وہ خبر دے رہے ہو جو وہ نہ تو آسمانوں میں جانتا ہے نہ زمین میں، وہ پاک اور بلند ہے ہر اس چیز سے جسے یہ شریک ٹھہرا رہے ہیں ○ سب کے سب انسان ایک ہی گروہ تھے پھر اختلاف میں پڑ گئے، اگر پہلے ہی سے تیرے رب کا کلمہ نہ گزر چکا ہوتا تو ان سب کے درمیان ہر اس چیز کا فیصلہ کر دیا جاتا جس میں وہ مختلف ہیں ○

شرک کا آغاز: مشرکوں کا خیال تھا کہ جن کو ہم پوجتے ہیں یہ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہوں گے اس غلط عقیدے کی قرآن کریم تردید فرماتا ہے وہ کسی نفع نقصان کا اختیار نہیں رکھتے ان کی شفاعت تمہارے کچھ کام نہ آئے گی۔ تم تو اللہ کو بھی سکھانا چاہتے ہو گویا جو چیز زمین آسمان میں وہ نہیں جانتا تم اس کی خبر اسے دینا چاہتے ہو یعنی یہ خیال غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ شرک وکفر سے پاک ہے۔ وہ برتر و بری ہے۔ سنو! پہلے سب کے سب لوگ اسلام پر تھے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت نوح علیہ السلام تک دس صدیاں وہ سب لوگ مسلمان تھے۔ پھر اختلاف رونما ہوا اور لوگوں نے تیری میری پرستش شروع کر دی۔ اللہ تعالیٰ نے رسولوں کے سلسلوں کو جاری کیا تا

---

[1] [سورۃ الانعام: آیت ۹۳]

[2] [حسن: مسند احمد (٤/٣٢) مسند بزار (۱۷۲۸)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ [صحیح الجامع الصغیر (۱۰۰۰)] البتہ اس میں یہ الفاظ ہیں ﴿اشد الناس عذابا یوم القیامة رجل قتله نبی أو قتل نبیا﴾۔

کہ ثبوت ودلیل کے بعد جس کا جی چاہے زندہ رہے جس کا جی چاہے مرجائے۔ [1] چونکہ اللہ کی طرف سے فیصلے کا دن مقرر ہے۔ حجت تمام کرنے سے پہلے عذاب نہیں ہوتا اس لئے موت مؤخر ہے۔ ورنہ ابھی ہی حساب چکا دیا جاتا۔ مومن کامیاب رہتے اور کافر ناکام۔

وَيَقُولُونَ لَوْلَآ أُنزِلَ عَلَيْهِ ءَايَةٌ مِّن رَّبِّهِۦ ۖ فَقُلْ إِنَّمَا ٱلْغَيْبُ لِلَّهِ فَٱنتَظِرُوٓا۟
إِنِّى مَعَكُم مِّنَ ٱلْمُنتَظِرِينَ ﴿٢٠﴾

کہتے ہیں کہ اس پر کوئی نشان اس کے رب کی جانب سے کیوں نہیں اتارا گیا؟ تو کہہ دے کہ غیب کا حال تو اللہ ہی کو معلوم ہے اچھا تم منتظر رہو میں بھی تمہارے ساتھ ہی منتظر ہوں ○

نشانی اور معجزے کے طلب گار: کہتے ہیں کہ اگر یہ سچا نبی ہے تو جیسے صالح علیہ السلام کو اونٹنی ملی تھی انہیں ایسا کوئی نشان کیوں نہیں ملا؟ چاہئے تھا کہ یہ صفا پہاڑ کو سونا بنا دیتا یا مکے کے پہاڑوں کو ہٹا کر یہاں کھیتیاں باغ اور نہریں بنا دیتا۔ گو اللہ کی قدرت اس سے عاجز نہیں لیکن اس کی حکمت کا تقاضا وہی جانتا ہے۔ اگر وہ چاہے تو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے باغات اور نہریں بنا دے لیکن پھر بھی قیامت کے منکر ہی رہیں گے اور آخر جہنم میں جائیں گے۔ اگلوں نے بھی ایسے معجزے طلب کئے دکھائے گئے پھر بھی جھٹلایا تو اللہ کے عذاب آ گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی یہی فرمایا گیا تھا کہ اگر تم چاہو تو ان کے منہ مانگے معجزے دکھا دوں لیکن پھر بھی یہ کافر رہے تو غارت کر دیئے جائیں گے اور اگر چاہو تو مہلت دوں۔ آپ نے اپنے حلم وکرم سے دوسری بات ہی اختیار کی۔ یہاں حکم ہوتا ہے کہ غیب کا علم اللہ ہی کو ہے تمام کاموں کا انجام وہی جانتا ہے۔ تم ایمان نہیں لاتے تو نتیجے کے منتظر رہو۔ دیکھو میرا کیا ہوتا اور تمہارا کیا ہوتا ہے؟ آہ! کیسے بدنصیب تھے جو مانگتے تھے اس سے بدرجہا بڑھ کر دیکھ چکے تھے اور سب معجزوں کو جانے دو چاند کو ایک اشارے سے دو ٹکڑے کر دینا ایک ٹکڑے کا پہاڑ کے اس طرف اور دوسرے کا اس طرف چلے آنا کیا یہ معجزہ کسی طرح اور کسی معجزے سے کم تھا؟ لیکن چونکہ ان کا یہ سوال محض کفر کی بنا پر تھا ورنہ یہ بھی اللہ دکھا دیتا جن پر عذاب عملاً آ جاتا ہے وہ چاہے دنیا کے معجزے دیکھ لیں انہیں ایمان نصیب نہیں ہوتا۔ اگر ان پر فرشتے اترتے اگر ان سے مردے باتیں کرتے ہر ایک چیز ان کے سامنے کر دی جاتی پھر بھی انہیں تو ایمان نصیب نہ ہوتا۔ اسی کا بیان آیت ﴿وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِم بَابًا مِّنَ ٱلسَّمَآءِ﴾ [2] الخ' میں اور آیت ﴿وَإِن يَرَوْا۟ كِسْفًا مِّنَ ٱلسَّمَآءِ﴾ [3] الخ' اور آیت ﴿وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتَٰبًا فِى قِرْطَاسٍ﴾ [4] الخ' میں بھی ہوا ہے۔ پس ایسے لوگوں کو ان کے منہ مانگے معجزے دکھانے بھی بے سود ہیں۔ اس لئے کہ انہوں نے تو کفر پر گرہ لگا لی ہے۔ اس لئے فرما دیا کہ آگے چل کر دیکھ لینا کہ کیا ہوتا ہے۔

---

[1] [سورۃ الانفال: آیت ۴۲]
[2] [الحجر: ۱۴، ۱۵]
[3] [الطور: ۴۴]
[4] [الانعام: ۷]

وَإِذَآ أَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً مِّنۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُمْ إِذَا لَهُم مَّكْرٌ فِىٓ ءَايَاتِنَا ۚ قُلِ
اللَّهُ أَسْرَعُ مَكْرًا ۚ إِنَّ رُسُلَنَا يَكْتُبُونَ مَا تَمْكُرُونَ ﴿٢١﴾ هُوَ الَّذِى يُسَيِّرُكُمْ
فِى الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۖ حَتَّىٰٓ إِذَا كُنتُمْ فِى الْفُلْكِ ۚ وَجَرَيْنَ بِهِم بِرِيحٍ طَيِّبَةٍ وَفَرِحُوا۟
بِهَا جَآءَتْهَا رِيحٌ عَاصِفٌ وَجَآءَهُمُ الْمَوْجُ مِن كُلِّ مَكَانٍ وَظَنُّوٓا۟ أَنَّهُمْ أُحِيطَ
بِهِمْ ۙ دَعَوُا۟ اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ لَئِنْ أَنجَيْتَنَا مِنْ هَٰذِهِۦ لَنَكُونَنَّ مِنَ الشَّٰكِرِينَ ﴿٢٢﴾
فَلَمَّآ أَنجَىٰهُمْ إِذَا هُمْ يَبْغُونَ فِى الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۗ يَٰٓأَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلَىٰٓ
أَنفُسِكُم ۖ مَّتَٰعَ الْحَيَوٰةِ الدُّنْيَا ۖ ثُمَّ إِلَيْنَا مَرْجِعُكُمْ فَنُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٢٣﴾

لوگوں کو دکھ پہنچنے کے بعد جب ہم سکھ کا مزہ چکھاتے ہیں تو اسی وقت ہماری قدرتوں میں حیلے بنانے لگتے ہیں' تو کہہ دے کہ اللہ تعالیٰ تو بہت جلد حیلہ بنا سکتا ہے' بے شک ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے تمہاری حیلہ بازیاں لکھ رہے ہیں ○ اللہ ہی ہے جو تمہیں خشکی تری کے سفر کراتا ہے' یہاں تک کہ جب تم کشتیوں میں ہوتے ہو' اور باد موافق انہیں بہالے چلتی ہے اور اہل کشتی ہشاش بشاش ہوتے ہیں کہ ناگاہ تیز و تند ناموافق ہوائیں چلنے لگتی ہیں اور ہر طرف سے موجیں ان کے پاس آنے لگتی ہیں اور وہ سمجھ لیتے ہیں کہ وہ گھیر لئے گئے اسی وقت خالص اللہ کی عبادت کرتے ہوئے اسی سے دعائیں کرنے لگتے ہیں' کہ اگر تو نے ہمیں اس سے بچا لیا تو یقیناً ہم شکر گزاروں میں ہو جائیں گے ○ پھر جب اللہ تعالیٰ نے انہیں خلاصی دی کہ یہ ملک میں ناحق فساد برپا کرنے لگے' لوگو! تمہاری سرکشیوں کا وبال خود تم پر ہی ہے اچھا جیتے جی برت لو پھر تم سب کا لوٹنا تو ہماری ہی طرف ہے پس ہم آپ تمہیں تمہارے کرتوت پر خبردار کریں گے ○

انسان کی ناشکری: انسان کی ناشکری کا بیان ہو رہا ہے کہ اسے سختی کے بعد کی آسانی' خشک سالی کے بعد کی ترسالی' قحط کے بعد کی بارش اور بھی ناشکرا کر دیتی ہے یہ ہماری آیتوں سے مذاق اڑانے لگتا ہے۔ کیا تو اس وقت ہماری طرف ان کا جھکنا اور کیا اس وقت ان کا اکڑنا نہیں دیکھتا۔ رات کو بارش ہوئی' صبح حضور ﷺ نے نماز پڑھائی' پھر پوچھا جانتے بھی ہو رات کو باری تعالیٰ نے کیا فرمایا ہے؟ صحابہ نے کہا ہمیں کیا خبر؟ آپ نے فرمایا اللہ کا ارشاد ہوا ہے کہ صبح کو میرے بہت سے بندے ایماندار ہو جائیں گے اور بہت سے کافر۔ کچھ کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کے لطف و رحم سے بارش ہوئی وہ مجھ پر ایمان رکھنے والے بن جائیں گے اور ستاروں کی ایسی تاثیروں کے منکر ہو جائیں گے۔ اور کچھ کہیں گے کہ فلاں فلاں پچھتر کی وجہ سے بارش برسائی گئی وہ مجھ سے کافر ہو جائیں گے اور ستاروں پر ایمان رکھنے والے بن جائیں گے۔ [1] یہاں فرماتا ہے کہ جیسے یہ چالبازی ان کی طرف سے ہے۔ میں بھی اس کے جواب سے غافل نہیں ہوں انہیں ڈھیل دیتا ہوں۔ یہ اسے غفلت سمجھتے ہیں پھر جب پکڑ

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الاذان: باب یستقبل الامام الناس اذا سلم (٨٤٦) صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب بیان کفر من قال مطرنا بالنوء (٧١)]

آ جاتی ہے تو حیران ششدر رہ جاتے ہیں۔ میں غافل نہیں۔ میں نے تو اپنے امین فرشتے چھوڑ رکھے ہیں جو ان کے کرتوت برابر لکھتے جا رہے ہیں۔ پھر میرے سامنے پیش کریں گے۔ میں خود دانا بینا ہوں لیکن تاہم وہ سب تحریر میرے سامنے ہوگی جس میں ان کے چھوٹے' بڑے برے بھلے سب اعمال ہوں گے۔ اسی اللہ کی حفاظت میں تمہارے خشکی اور تری کے سفر ہوتے ہیں۔ تم کشتیوں میں سوار ہو' موافق ہوائیں چل رہی ہیں' کشتیاں تیر کی طرح منزل مقصود کو جا رہی ہیں تم خوشیاں منا رہے ہو کہ یکا یک باد مخالف چلی اور چاروں طرف سے پہاڑوں کی طرح موجیں اٹھ کھڑی ہوئیں۔ سمندر میں تلاطم شروع ہو گیا۔ کشتی تنکے کی طرح جھولے کھانے لگی اور تمہارے کلیجے الٹنے لگے۔ ہر طرف سے موت نظر آنے لگی' اس وقت سارے بنے بنائے معبود اپنی جگہ دھرے رہ گئے اور نہایت خشوع وخضوع سے صرف مجھ سے دعائیں مانگی جانے لگیں وعدے کئے جانے لگے کہ اب کے اس مصیبت سے نجات مل جانے کے بعد شکر گزاری میں باقی عمر گزار دیں گے' توحید میں لگے رہیں گے' کسی کو اللہ کا شریک نہیں بنائیں گے' آج سے خالص توبہ ہے' لیکن ادھر نجات ملی' کنارے پر اترے' خشکی میں چلے پھرے کہ اس مصیبت کے وقت کو' اس خالص دعا کو' پھر اقرار شکر وتوحید کو یکسر بھول گئے اور ایسے ہو گئے گویا ہمیں کبھی پکارا ہی نہ تھا ہم سے کبھی معاملہ ہی نہ پڑا تھا ناحق اکڑ فوں کرنے لگے' مستی میں آ گئے' لوگو! تمہاری اس سرکشی کا وبال تم پر ہی ہے۔ تم اس سے دوسروں کا نہیں بلکہ اپنا ہی نقصان کر رہے ہو۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں وہ گناہ جس پر یہاں بھی اللہ کی پکڑ ہو اور آخرت میں بھی بدترین عذاب ہو فساد' سرکشی اور قطع رحمی سے بڑھ کر کوئی نہیں۔ [1] تم اس دنیائے فانی کے تھوڑے سے برائے نام فائدے تو چاہے اٹھا لو لیکن آخر انجام تو میری طرف ہی ہے۔ میرے سامنے آؤ گے' میرے قبضے میں ہو گے اس وقت ہم خود تمہیں تمہاری بداعمالیوں پر متنبہ کریں گے' ہر ایک کو اس کے کئے اعمال کا بدلہ دیں گے لہٰذا اچھائی پا کر ہمارا شکر کرو اور برائی دیکھ کر اپنے سوا کسی اور کو ملامت اور الزام نہ دو۔

اِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ
الْاَرْضِ مِمَّا يَاْكُلُ النَّاسُ وَالْاَنْعَامُ ؕ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ
وَظَنَّ اَهْلُهَاۤ اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَيْهَاۤ ۙ اَتٰىهَاۤ اَمْرُنَا لَيْلًا اَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنٰهَا
حَصِيْدًا كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَاللّٰهُ
يَدْعُوْۤا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ ؕ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۲۵﴾

---

[1] [صحیح: ابوداؤد: کتاب الادب: باب فی النهی عن البغی (٤٩٠٢) ترمذی: کتاب الزهد (٢٥١١) ابن ماجه: کتاب الزهد: باب البغی (٤٢١١) الادب المفرد للبخاری (٦٧) مستدرك حاکم (٣٥٦/٢) مسند احمد (٣٦/٥)] امام حاکمؒ، امام ذہبیؒ اور امام ابن حبانؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ امام ترمذیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابوداود] شیخ عبدالرزاق مہدی، شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد، شیخ حسن عباس اور مولانا مبشر احمد ربانی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

دنیا کی زندگی کی مثال تو بالکل بارش جیسی ہے جسے ہم آسمان سے برساتے ہیں پھر اس سے زمین کا سبزہ اور روئیدگی مل جل کر وہ چیزیں اگتی ہیں جو انسان بھی کھاتے ہیں اور چوپائے بھی' یہاں تک کہ جب زمین سرسبز ہو کر آراستہ پیراستہ ہو گئی' اور وہاں کے رہنے والوں نے اندازہ لگا لیا کہ اب ہم اس سے نفع پانے پر قادر ہو گئے کہ ناگہاں امر الٰہی اس پر رات کو یا دن کو آ پہنچا اور ہم نے اسے جڑ سے اکھیڑ پھینکا اس طرح کہ گویا کل کچھ بھی نہ تھا' غور و فکر کرنے والوں کے لئے اس طرح ہم کھول کھول کر اپنی نشانیاں بیان فرما دیتے ہیں ○ اللہ تعالیٰ سلامتی کے گھر کی طرف بلا رہا ہے' اور جسے چاہتا ہے راہ راست پر لا کھڑا کر دیتا ہے ○

دنیا کی حقیقت: دنیا کی ٹیپ ٹاپ اور اس کی دو گھڑی کی سہانی رونق' پھر اس کی بربادی اور بے رونقی کی مثال زمین کے سبزے سے دی جا رہی ہے کہ بادل سے پانی برسا زمین لہلہا اٹھی۔ طرح طرح کی سبزیاں' چارے' پھل پھول' کھیت' باغات' پیدا ہو گئے۔ انسانوں کے کھانے کی چیزیں' جانوروں کے چرنے چگنے کی چیزیں' چاروں طرف پھیل پڑیں' زمین سرسبز ہو گئی۔ ہر چہار طرف ہریالی نظر آنے لگی' کھیتی والے خوش ہو گئے' باغات والے پھولے نہیں سماتے کہ اب کے پھل اور اناج بکثرت ہے۔ ناگہاں آندھیوں کے جھکڑ چلنے لگے' برف باری ہوئی اولے گرے۔ پالہ پڑا' پھل چھوڑ پتے بھی جل گئے۔ درخت جڑوں سے اکھڑ گئے' تازگی خشکی سے بدل گئی' پھل ٹھٹھر گئے' کھیت و باغات ایسے ہو گئے کہ گویا تھے ہی نہیں اور جو چیز کل تھی بھی آج نہیں تو گویا کل بھی نہ تھی۔ حدیث میں ہے بڑے دنیا دار کروڑ پتی کو جو ہمیشہ ناز و نعمت میں ہی رہا تھا' لا کر جہنم میں ایک غوطہ دے کر پھر اس سے پوچھا جائے گا کہ کہو تمہاری زندگی کیسی گزری؟ وہ جواب دے گا کہ میں نے تو کبھی کوئی راحت نہیں دیکھی۔ کبھی آرام کا نام بھی نہیں سنا۔ اسی طرح دنیا کی زندگی میں ایک گھڑی بھی جس پر آرام کی نہیں گزری تھی اسے لایا جائے گا۔ جنت میں ایک غوطہ کھلا کر پوچھا جائے گا کہ کہو دنیا میں کیسے رہے؟ جواب دے گا کہ پوری عمر کبھی رنج و غم کا نام بھی نہیں سنا کبھی تکلیف اور دکھ دیکھا بھی نہیں۔ [1] اللہ تعالیٰ اسی طرح عقلمندوں کے لئے واقعات واضح کرتا ہے تاکہ وہ عبرت حاصل کر لیں۔ ایسا نہ ہو اس فانی چند روزہ دنیا کے ظاہری چکر میں پھنس جائیں اور اس ڈھل جانے والے سائے کو اصلی اور پائیدار سمجھ لیں۔ اس کی رونق دو روزہ ہے۔ یہ وہ چیز ہے جو اپنے چاہنے والوں سے بھاگتی ہے۔ اور نفرت کرنے والوں سے لپٹتی ہے۔ دنیا کی زندگی کی مثال اسی طرح ہے اور بھی بہت سی آیتوں میں بیان ہوئی ہے مثلاً سورۂ کہف کی آیت ﴿ وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ﴾ [2] الخ' میں اور سورۂ زمر اور سورۂ حدید میں۔ خلیفہ مروان بن حکم نے منبر پر ﴿ وَازَّيَّنَتْ وَظَنَّ اَهْلُهَا اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَيْهَا وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُهْلِكَهُمْ اِلَّا بِذُنُوْبِ اَهْلِهَا ﴾ الخ' پڑھ کر فرمایا میں نے تو اسی طرح پڑھی ہے لیکن قرآن میں یہ لکھی ہوئی نہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے صاحبزادے نے فرمایا میرے والد بھی اسی طرح پڑھتے تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس جب آدمی بھیجا گیا تو آپ نے فرمایا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قرأت بھی یونہی ہے۔ یہ

---

[1] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب صفات المنافقین: باب صبغ انعم اهل الدنیا فی النار (۲۸۰۷)]

[2] [سورة الکهف: آیت ٤٥]

قرأت غریبہ ہے۔ (1) اور گویا یہ جملہ تفسیریہ ہے۔ واللہ اعلم۔

اللہ تعالیٰ سلامتی کے گھر کی طرف اپنے بندوں کو بلاتا ہے جو دنیا کی طرح فانی نہیں بلکہ باقی ہے دنیا کی طرح دو دن کے لئے زینت دار نہیں بلکہ ہمیشہ کی نعمتوں اور ابدی راحتوں والی ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں مجھ سے کہا گیا تیری آنکھیں سو جائیں، تیرا دل جاگتا رہے اور تیرے کان سنتے رہیں چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ پھر فرمایا گیا ایک سردار نے ایک گھر بنایا۔ وہاں دعوت کا انتظام کیا۔ ایک بلانے والے کو بھیجا۔ پس جس نے اس کی دعوت قبول کی۔ گھر میں داخل ہوا اور دستر خوان سے کھانا کھایا جس نے نہ قبول کی نہ اسے اپنے گھر میں آنا ملا نہ دعوت کھانا میسر ہوا نہ سردار اس سے خوش ہوا۔ پس اللہ سردار ہے اور گھر اسلام ہے اور دستر خوان جنت ہے اور بلانے والے حضرت محمد ﷺ ہیں یہ روایت مرسل ہے۔ دوسری متصل بھی ہے۔ اس میں ہے کہ ایک دن ہمارے مجمع میں آ کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا خواب میں میرے پاس جبرائیل و میکائیل علیہما السلام آئے جبرائیل سرہانے اور میکائیل پیروں کی طرف کھڑے ہو گئے۔ ایک نے دوسرے سے کہا اس کی مثال بیان کرو۔ پھر یہ مثال بیان کی۔ پس جس نے تیری دعوت قبول کی وہ اسلام میں داخل ہوا اور جو اسلام لایا وہ جنت میں پہنچا اور وہاں کھایا پیا۔ (2) ایک حدیث میں ہے ہر دن سورج کے طلوع ہونے کے وقت اس کے دونوں جانب دو فرشتے ہوتے ہیں جو باآواز بلند انسانوں اور جنوں کے سوا سب کو سنا کر کہتے ہیں کہ لوگو! اپنے رب کی طرف آؤ۔ جو کم ہو اور کافی ہو وہ بہتر ہے اس سے جو زیادہ ہو اور غافل کر دے۔ قرآن فرماتا ہے لوگو! اللہ تعالیٰ تمہیں دار السلام کی طرف بلاتا ہے (3) (ابن ابی حاتم اور ابن جریر)

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ۭ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّةٌ ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ
الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ؀

---

(1) [ضعیف و باطل : تفسیر ابن جریر الطبری (١٧٦١٦)] اس کی سند میں عبدالعزیز راوی ضعیف ہے۔ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند سخت ضعیف ہے۔]

(2) [اسناده فيه انقطاع : ترمذی : کتاب الامثال : باب ماجاء فی مثل الله لعبادته (٢٨٦٠) تفسیر ابن جریر الطبری (١٠٤/١١) بخاری معلقا (٧٢٨١) ابو نعيم كما فی الفتح (٢٥٦/١٣) مستدرك حاكم (٣٣٨/٢) بیهقی فی دلائل النبوه (٣٧٠/١)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں انقطاع ہے۔ شیخ البانیؒ اسے ضعیف کہتے ہیں۔ [ضعیف ترمذی]

(3) [صحیح : تفسیر ابن جریر الطبری (١٧٦٢٣) تفسير ابن ابی حاتم (١٠٣٢٦/٦) بیهقی فی شعب الایمان (٣٤١٢/٣) طبرانی اوسط (٢٨٩١/٣) مجمع الزوائد (٢٥٨/١٠) ابو نعيم فی الحلية (٢٢٦/١) القضاعی فی مسند الشهاب (٨١٠/٢) بغوی فی شرح السنة (٤٠٤٥/١٤) صحيح ابن حبان (٦٨٦/٢) مستدرك حاكم (٤٤٤/٢)] امام ابن حبانؒ، امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ نے بھی اسے مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔ [السلسلة الصحيحة (٤٤٣/١)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

نیکیاں کرنے والوں کے لئے بھلائی بھی ہے اور زیادتی بھی، نہ تو ان کے چہروں پر سیاہی ہوگی اور نہ ذلت، یہ تو جنتی لوگ ہیں، جو وہاں ہمیشہ ہمیش رہیں گے۔

اچھے اعمال کا بدلہ جنت: یہاں جس نے نیک اعمال کئے اور با ایمان رہا وہاں اسے بھلائیاں اور نیک بدلے ملیں گے۔ احسان کا بدلہ احسان ہے۔ [1] ایک ایک نیکی بڑھا چڑھا کر زیادہ ملے گی ایک کے بدلے سات سات سو تک۔ جنت، حور، قصور وغیرہ وغیرہ آنکھوں کی طرح طرح کی ٹھنڈک، دل کی لذت اور ساتھ ہی اللہ عزوجل کے چہرے کی زیارت۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم اور اس کا لطف ورحم ہے بہت سے سلف خلف صحابہ وغیرہ سے مروی ہے کہ زیادہ سے مراد اللہ عزوجل کا دیدار ہے۔ حضور نے اس آیت کی تلاوت کی اور فرمایا جب جنتی جنت میں اور جہنمی جہنم میں چلے جائیں گے اور اس وقت ایک منادی کرنے والا ندا کرے گا کہ اے جنتیو! تم سے اللہ کا ایک وعدہ ہوا تھا، اب وہ بھی پورا ہونے کو ہے۔ یہ کہیں گے الحمدللہ ہمارے میزان بھاری ہو گئے، ہمارے چہرے نورانی ہو گئے، ہم جنت میں پہنچ گئے، ہم جہنم سے دور ہو گئے اب کیا چیز باقی ہے؟ اسی وقت حجاب ہٹ جائے گا اور یہ اپنے پاک پروردگار کا دیدار کریں گے۔ واللہ کسی چیز میں انہیں وہ لذت وسرور نہ حاصل ہوا ہوگا جو دیدار الٰہی میں ہوگا۔ [2] (مسلم وغیرہ) اور حدیث میں ہے کہ منادی کہے گا حسنیٰ سے مراد جنت تھی اور زیارت سے مراد دیدار الٰہی تھا۔ [3] ایک حدیث میں یہ فرمان رسول اللہ ﷺ سے بھی مروی ہے۔ [4] میدان محشر میں ان کے چہروں پر سیاہی نہ ہوگی نہ ذلت ہوگی جیسے کہ کافروں کے چہروں پر یہ دونوں چیزیں ہوں گی۔ غرض ظاہری اور باطنی اہانت سے وہ دور ہوں گے۔ چہرے پر نور دل راحتوں سے مسرور۔ اللہ ہمیں بھی انہی میں کرے۔ آمین۔

وَالَّذِينَ كَسَبُوا السَّيِّئَاتِ جَزَاءُ سَيِّئَةٍ بِمِثْلِهَا وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۖ مَا لَهُمْ مِنَ اللَّهِ مِنْ عَاصِمٍ ۖ كَأَنَّمَا أُغْشِيَتْ وُجُوهُهُمْ قِطَعًا مِنَ اللَّيْلِ مُظْلِمًا ۚ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٢٧﴾

جنہوں نے برائی کی ہے انہیں انہی برائیوں کے برابر کا بدلہ ملے گا، انہیں ذلت ڈھانپ لے گی، انہیں اللہ سے بچانے والا کوئی نہ ہوگا، گویا کہ ان کے چہرے رات کے سیاہ ٹکڑے سے ڈھانپ دیئے گئے ہیں یہ جہنمی لوگ ہیں۔ جو اس

---

[1] [سورۃ الرحمن: آیت ٦٠]

[2] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب اثبات الرؤیة المؤمنین فی الآخرۃ ربھم سبحانه وتعالی (١٨١) ترمذی: کتاب صفة الجنة: باب ماجاء فی رؤیة الرب تبارك و تعالی (٢٥٥١) تفسیر ابن جریر الطبری (١٧٦٤١) مسند احمد (٤/٣٣٣)]

[3] [ضعیف جدا: تفسیر ابن جریر الطبری (١٧٦٣٣)] اس کی سند میں ابان بن ابی عیاش راوی ضعیف ہے۔ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس اسے سخت ضعیف کہتے ہیں۔]

[4] [ضعیف: تفسیر ابن جریر الطبری (١٧٦٤٦، ١٧٦٤٨) بیہقی فی البعث والنشور (٤٤٧) دارقطنی فی الرؤیة (٤٦) ابن خزیمة فی التوحید (ص: ١٨٤)]

گناہگاروں کا حال: نیکوں کا حال بیان فرما کر اب بدوں کا حال بیان ہو رہا ہے۔ ان کی نیکیاں بڑھا کر ان کی برائیاں برابر ہی رکھی جائیں گی۔ نیکی کم مگر بدکاریاں ان کے چہروں پر سیاہیاں بن کر چڑھ جائیں گی ذلت وپستی سے ان کے منہ کالے پڑ جائیں گے۔ یہ اپنے مظالم سے اللہ کو بے خبر سمجھتے رہے حالانکہ انہیں اس دن تک کی ڈھیل ملی تھی۔ آج آنکھیں چڑھ جائیں گی' شکلیں بگڑ جائیں گی' کوئی نہ ہوگا جو کام آئے اور عذاب سے بچائے۔ کوئی بھاگنے کی جگہ نہ نظر آئے گی۔ اللہ کے سامنے کھڑے ہوں گے۔ کافروں کے چہرے ان کے کفر کی وجہ سے سیاہ ہوں گے' اب کفر کا مزہ اٹھاؤ۔ مومنوں کے منہ نورانی اور چمکیلے' گورے اور صاف ہوں گے کافروں کے چہرے ذلیل اور پست ہوں گے۔

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا مَكَانَكُمْ أَنْتُمْ وَشُرَكَاؤُكُمْ ۚ فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ ۖ وَقَالَ شُرَكَاؤُهُمْ مَا كُنْتُمْ إِيَّانَا تَعْبُدُونَ ﴿٢٨﴾ فَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ إِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغَافِلِينَ ﴿٢٩﴾ هُنَالِكَ تَبْلُو كُلُّ نَفْسٍ مَا أَسْلَفَتْ ۚ وَرُدُّوا إِلَى اللَّهِ مَوْلَاهُمُ الْحَقِّ ۖ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿٣٠﴾ ع

اس دن سے ڈرو جس دن ہم تمام مخلوق کا حشر کریں گے پھر مشرکوں سے فرمائیں گے کہ تم اور تمہارے شریک اپنی جگہ ٹھہرے رہو' پھر ہم ان میں تفرقہ ڈال دیں گے اور ان کے شریک کہیں گے کہ تم ہرگز ہماری عبادت نہیں کرتے تھے ○ ہم میں اور تم میں اللہ تعالیٰ پورا شاہد ہے ہم تو تمہاری عبادت سے بالکل ہی غافل تھے ○ وہاں جانچ لے گا ہر کوئی جو آگے بھیجا اور سب کے سب اپنے سچے اور حقیقی مالک کی طرف رجوع ہوں گے اور جو کچھ جھوٹ باندھ لیا کرتے تھے وہ سب کچھ ان سے گم ہو جائے گا ○

میدان حشر میں سب کا اجتماع: مومن' کافر' نیک' بد' جن' انسان سب میدان قیامت میں اللہ کے سامنے جمع ہوں گے۔ سب کا حشر ہوگا' ایک بھی باقی نہ رہے گا۔ پھر مشرکوں اور ان کے شریکوں کو الگ کھڑا کر دیا جائے گا۔ ان مجرموں کی جماعت مومنوں سے الگ ہو جائے گی۔ سب جدا جدا گروہ میں بٹ جائیں گے۔ ایک سے ایک الگ ہو جائے گا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ خود فیصلوں کے لئے تشریف لائے گا۔ مومن سفارش کر کے اللہ کو لائیں گے کہ وہ فیصلے فرمادے۔[1] یہ امت ایک اونچے ٹیلے پر ہوگی'[2] مشرکین کے شرکاء اپنے عابدوں سے بے زاری ظاہر کریں گے۔ اسی طرح خود مشرکین بھی ان سے انجان ہو جائیں گے۔ سب ایک دوسرے سے انجان بن جائیں گے۔

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التوحید : باب قول الله تعالی 'و کلم الله موسیٰ تکلیما' (۷۵۱٦) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب ادنی اهل الجنة منزلة فیها (۱۹۳)]

[2] [صحیح : مسند احمد (۳/۳٤۵) صحیح مسلم (۱۹۱)]

اب بتلاؤ ان مشرکوں سے بھی زیادہ کوئی بہکا ہوا ہے کہ انہیں پکارتے رہے جو آج تک ان کی پکار سے بھی غافل رہے اور آج ان کے دشمن بن کر مقابلے پر آ گئے۔ صاف کہا کہ تم نے ہماری عبادت نہیں کی۔ ہمیں کچھ خبر نہیں ہم تمہاری عبادتوں سے بالکل غافل رہے۔ اسے اللہ خوب جانتا ہے' نہ ہم نے اپنی عبادت کو تم سے کہا تھا نہ ہم اس سے کبھی خوش رہے۔ تم اندھی' نہ سنتی' بے کار چیزوں کو پوجتے رہے جو خود بے خبر تھے نہ وہ اس سے خوش نہ ان کا یہ حکم۔ بلکہ تمہاری پوری حاجت مندی کے وقت تمہارے شرک کے منکر' تمہاری عبادتوں کے منکر بلکہ تمہارے دشمن تھے۔ اس حی وقیوم' سمیع وبصیر' قادر و مالک لاشریک کو تم نے چھوڑ دیا جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہ تھا۔ میں نے رسول بھیج کر تمہیں توحید سکھائی اور سنائی تھی۔ سب رسولوں کی زبانی کہلوایا تھا کہ میں ہی معبود ہوں میری ہی عبادت واطاعت کرو۔ سوائے میرے کوئی پوجا کے لائق نہیں۔ ہر قسم کے شرک سے بچو۔ کبھی کسی طرح بھی مشرک نہ بنو۔ وہاں ہر شخص اپنے اعمال دیکھ لے گا۔ اپنی بھلائی برائی معلوم کرے گا۔ نیک وبد سامنے آ جائے گا۔ اسرار بے نقاب ہوں گے کھل پڑیں گے' اگلے پچھلے چھوٹے بڑے کام سامنے ہوں گے۔ نامہ اعمال کھلے ہوئے ہوں گے' ترازو چڑھی ہوئی ہوگی۔ آپ اپنا حساب کرلیں گا۔ ﴿تَبْلُوْا﴾ کی دوسری قرأت ﴿تَتْلُوْا﴾ بھی ہے۔ اپنے اپنے کرتوت کے پیچھے ہر شخص ہوگا۔ حدیث میں ہے ہر امت کو حکم ہوگا کہ اپنے اپنے معبودوں کے پیچھے چل کھڑی ہو جائے۔ سورج پرست سب سورج کے پیچھے ہوں گے' چاند پرست چاند کے پیچھے' بت پرست بتوں کے پیچھے۔[1] سارے کے سارے حق تعالیٰ مولائے برحق کی طرف لوٹائے جائیں گے تمام کاموں کے فیصلے اس کے ہاتھ ہوں گے۔ اپنے فضل سے نیکوں کو جنت میں اور اپنے عدل سے بدوں کو جہنم میں لے جائے گا۔ مشرکوں کی ساری افترا پردازیاں رکھی کی رکھی رہ جائیں گی' بھرم کھل جائیں گے' پردے اٹھ جائیں گے۔

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ مَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ يُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۳۱﴾ فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ ۚ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ ۚۖ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ﴿۳۲﴾ كَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ فَسَقُوْٓا اَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۳﴾

پوچھ تو کہ تم سب کو آسمان وزمین سے روزیاں کون پہنچا رہا ہے؟ اور کون ہے جو کانوں اور آنکھوں کا مالک ہے؟ اور کون ہے جو زندے کو مردے اور مردے کو زندے سے نکالتا ہے' اور کون ہے جو تمام کاموں کا انتظام کرتا ہے' اس کا جواب ان کے پاس یہی ہے کہ صرف اللہ ہی' تو کہہ دے کہ کیا پھر تم بچتے نہیں ہو؟ ○ یہی ہے اللہ تم سب کا پالنے والا سچا' پس حق کے بعد گمراہی کے سوا اور ہے ہی کیا؟ پس تم کہاں پھرے جاتے ہو؟ ○ اسی طرح تیرے رب کی بات نافرمانوں پر ثابت ہو چکی ہے کہ وہ ایمان لائیں گے ہی نہیں ○

---

[1] [صحيح : صحيح بخاري : كتاب التوحيد : باب قول الله تعالى : وجوه يومئذ ناظره (٧٤٣٧) صحيح مسلم : كتاب الايمان : باب معرفة طريق الرؤية (١٨٢)]

کفار مکہ بھی ربوبیت الٰہی کے اقراری تھے: اللہ کی ربوبیت کو مانتے ہوئے اس کی الوہیت کا انکار کرنے والے قریشیوں پر اللہ کی حجت پوری ہو رہی ہے کہ ان سے پوچھو کہ آسمانوں سے بارش کون برساتا ہے؟ پھر اپنی قدرت سے زمین کو پھاڑ کر کھیتی اور باغ کون اگاتا ہے؟ دانے اور پھل کون پیدا کرتا ہے؟ اس کے جواب میں یہ سب کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ ہی۔ اس کے ہاتھ میں ہے چاہے روزی دے چاہے روک لے۔ کان آنکھیں بھی اس کے قبضے میں ہیں۔ دیکھنے کی سننے کی حالت بھی اس کی دی ہوئی ہے اگر وہ چاہے اندھا بہرا بنا دے۔ پیدا کرنے والا وہی' اعضا کا دینے والا وہی ہے۔ وہ اس قوت کو چھین لے تو کوئی نہیں دے سکتا۔ اس کی قدرت وعظمت کو دیکھو کہ مردے سے زندے کو پیدا کردے' زندے سے مردے کو نکالے۔ وہی تمام کاموں کی تدبیر کرتا ہے۔ ہر چیز کی بادشاہت اسی کے ہاتھ ہے۔ سب کو وہی پناہ دیتا ہے اس کے مجرم کو کوئی پناہ نہیں دے سکتا۔ وہی متصرف وحاکم ہے کوئی اس سے باز پرس نہیں کر سکتا وہ سب پر حاکم ہے آسمان وزمین اس کے قبضے میں ہر تر وخشک کا مالک وہی ہے۔ عالم بالا اور سفلی اسی کا ہے۔ کل انس وجن فرشتے اور مخلوق اس کے سامنے عاجز وبے کس ہیں۔ ہر ایک پست ولاچار ہے۔ ان سب باتوں کا ان مشرکین کو بھی اقرار ہے۔ پھر کیا بات ہے جو یہ تقویٰ اور پرہیزگاری اختیار نہیں کرتے۔ جہالت وغباوت سے دوسروں کی عبادت کرتے ہیں۔ فاعل خود مختار اللہ کو جانتے ہوئے رب ومالک مانتے ہوئے معبود سمجھتے ہوئے پھر بھی دوسروں کی پوجا کرتے ہیں۔ وہی ہے تم سب کا سچا معبود اللہ تعالیٰ حق وکیل ہے۔ اس کے سوائے تمام معبود باطل ہیں وہ اکیلا ہے بے شریک ہے۔ مستحق صرف وہی ہے۔ حق ایک ہی ہے۔ اس کے سوا سب کچھ باطل ہے۔ پس تمہیں اس کی عبادت سے ہٹ کر دوسروں کی عبادت کی طرف نہ جانا چاہئے یاد رکھو وہی رب العالمین ہے وہی ہر چیز میں متصرف ہے۔ کافروں پر اللہ کی بات ثابت ہو چکی ہے' ان کی عقل ماری گئی ہے۔ خالق رازق متصرف مالک صرف اللہ کو مانتے ہوئے اس کے رسولوں کا خلاف کر کے اس کی توحید کو نہیں مانتے۔ اپنی بدبختی سے جہنم کی طرف بڑھتے جا رہے ہیں' انہیں ایمان نصیب نہیں ہوگا۔

قُلۡ هَلۡ مِنۡ شُرَكَآئِكُمۡ مَّنۡ يَّبۡدَؤُا الۡخَلۡقَ ثُمَّ يُعِيۡدُهٗ ؕ قُلِ اللّٰهُ يَبۡدَؤُا الۡخَلۡقَ ثُمَّ يُعِيۡدُهٗ فَاَنّٰى تُؤۡفَكُوۡنَ ۝ قُلۡ هَلۡ مِنۡ شُرَكَآئِكُمۡ مَّنۡ يَّهۡدِىۡۤ اِلَى الۡحَـقِّ ؕ قُلِ اللّٰهُ يَهۡدِىۡ لِلۡحَـقِّ ؕ اَفَمَنۡ يَّهۡدِىۡۤ اِلَى الۡحَـقِّ اَحَقُّ اَنۡ يُّتَّبَعَ اَمَّنۡ لَّا يَهِدِّىۡۤ اِلَّاۤ اَنۡ يُّهۡدٰى ۚ فَمَا لَـكُمۡ كَيۡفَ تَحۡكُمُوۡنَ ۝ وَمَا يَتَّبِعُ اَكۡثَرُهُمۡ اِلَّا ظَنًّا ؕ اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغۡنِىۡ مِنَ الۡحَـقِّ شَيۡـئًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيۡمٌۢ بِمَا يَفۡعَلُوۡنَ ۝

کہہ کیا تمہارے شریکوں میں سے کوئی ایسا ہے جو ابتدا مخلوق کو پیدا کرے پھر دوبارہ اسے لوٹا دے؟ کہہ دے کہ اللہ ہی مخلوق کو ابتدا میں پیدا کرتا ہے اور وہی پھر اس کا اعادہ کرتا ہے سو تم کہاں سے الٹے پھرے جاتے ہو؟ ۝ پوچھ کہ کیا تمہارے شریکوں میں سے کوئی ایسا بھی ہے جو دین حق کی راہ دکھا سکے؟ کہہ دے کہ اللہ ہی دین حق کی رہبری کرتا ہے پس جو حق کی

راہ دکھائے وہ پیروی کئے جانے کے زیادہ لائق ہے یا وہ جو خود ہی بغیر راہ دکھائے راہ نہ پا سکے' تمہیں کیا ہو گیا کیسا انصاف کرتے ہو؟ ○ ان میں کے اکثر تو صرف اٹکل پر ہی چلتے ہیں' ظاہر ہے کہ اٹکل اور گمان معرفت حق میں کچھ بھی کام نہیں دیتے' جو کام یہ کرتے ہیں سب سے اللہ تعالیٰ باخبر ہے ○

خودساختہ معبودوں کی حقیقت: مشرکوں کے شرک کی تردید ہو رہی ہے کہ بتلاؤ تمہارے معبودوں میں سے ایک بھی ایسا ہے جو آسمانوں وزمین کو اور مخلوق کو پیدا کر سکے یا بگاڑ کر بنا سکے نہ ابتدا پر کوئی قادر نہ اعادہ پر کوئی قادر۔ بلکہ اللہ ہی ابتدا کرے وہی اعادہ کرے۔ وہ اپنے تمام کاموں میں یکتا ہے۔ پس تم طریق حق سے گھوم کر راہِ ضلالت کی طرف کیوں جا رہے ہو؟ کہو تو تمہارے معبود کسی بھٹکے ہوئے کی رہبری کر سکتے ہیں؟ یہ بھی ان کے بس کی بات نہیں بلکہ یہ بھی اللہ کے ہاتھ ہے۔ ہادی برحق وہی ہے' وہی گمراہوں کو راہ راست دکھاتا ہے' اس کے سوا کوئی ساتھی نہیں۔ پس جو رہبری تو کیا کرے خود ہی اندھا بہرا ہو اس کی تابعداری ٹھیک یا اس کی اطاعت اچھی جو سچا ہادی مالک کل قادر کل ہو؟ یہی حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے اپنے باپ سے کہا تھا کہ ان کی پوجا کیوں کرتا ہے؟ جو نہ سنیں نہ دیکھیں نہ کوئی فائدے دے سکیں۔ اپنی قوم سے فرماتے ہیں کہ تم ان کی پوجا کرتے ہو جنہیں خود اپنے ہاتھوں بناتے ہو۔ حالانکہ تمہارا اور تمہارے کام کی تمام چیزوں کا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ یہاں فرماتا ہے تمہاری عقلیں کیا اندھی ہو گئیں کہ خالق مخلوق کو ایک کر دیا نیکی سے ہٹ کر بدی میں جا گرے توحید کو چھوڑ کر شرک میں پھنس گئے۔ اس کو اور اس کو پوجنے لگے۔ رب جل جلالہ مالک وحاکم وہادی ورب سے بھٹک گئے۔ اس کی طرف خلوص اور دلی توجہ چھوڑ دی۔ دلیل وبرہان سے ہٹ گئے مغالطوں اور تقلید میں پھنس گئے۔ گمان اور اٹکل کے پیچھے پڑ گئے۔ وہم وخیال کے بھنور میں آ گئے حالانکہ ظن وگمان فضول چیز ہے۔ حق کے سامنے وہ محض بیکار ہے تمہیں اس سے کوئی فائدہ پہنچ نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے اعمال سے باخبر ہے وہ انہیں پوری سزا دے گا۔

وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ
يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۷﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ
قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ
صٰدِقِيْنَ ﴿۳۸﴾ بَلْ كَذَّبُوْا بِمَا لَمْ يُحِيْطُوْا بِعِلْمِهٖ وَلَمَّا يَاْتِهِمْ تَاْوِيْلُهٗ ؕ كَذٰلِكَ كَذَّبَ
الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۳۹﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يُّؤْمِنُ
بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهٖ ؕ وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِالْمُفْسِدِيْنَ ﴿۴۰﴾ ع

یہ قرآن ایسا کلام نہیں کہ اللہ کے سوا اور کی طرف سے گھڑا ہوا ہو بلکہ یہ تو اپنے سے پہلے کی کتاب کی تصدیق کرنے والا ہے اور تفصیل ہے شریعت کی کتاب کی جس کے اللہ رب العالمین کی طرف سے ہونے میں کسی قسم کا شک نہیں ○ کیا یہ کہتے ہیں کہ اسی نے اسے گھڑ لیا ہے؟ تو جواب دے کہ پھر تم بھی تو اس کی کسی سورت کی مثال بنا کر لاؤ یہاں تم اللہ کے سوا اور جس جس

کو چاہو بلا بھی لینا اگر تم سچے ہو ○ بلکہ یہ تو اسے جھٹلانے لگے جس کے علم کو نہیں پہنچے اور نہ اب تک اس کی حقیقت ان کے پاس پہنچی ہے' ان سے پہلے کے لوگوں نے بھی اسی طرح جھٹلایا تھا پس تو آپ دیکھ لے کہ ان ظالموں کا انجام کیسا کچھ ہوا؟ ○ ان میں سے بعض تو اس پر ایمان لاتے ہیں' اور بعض نہیں لاتے' تیرا رب فسادیوں کو خوب جانتا ہے ○

قرآن کریم کا اعجاز: قرآن کریم کے اعجاز کا اور قرآن کریم کے کلام اللہ ہونے کا بیان ہو رہا ہے کہ کوئی اس کا بدل اور مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اس جیسا قرآن بلکہ اس جیسی دس سورتیں بلکہ ایک سورت بھی کسی کے بس کی نہیں۔ یہ بے مثل قرآن بے مثل اللہ کی طرف سے ہے۔ اس کی فصاحت و بلاغت' اس کی وجاہت و حلاوت' اس کے معنوں کی بلندی' اس کے مضامین کی عمدگی بالکل بے نظیر چیز ہے۔ اور یہی دلیل ہے اس کی کہ یہ قرآن اس اللہ کی طرف سے ہے جس کی ذات بے مثل' صفتیں بے مثل' جس کے اقوال بے مثل' جس کے افعال بے مثل' جس کا کلام اس چیز سے عالی اور بلند کہ مخلوق کا کلام اس کے مشابہ ہو سکے۔ یہ کلام تو رب العالمین کا ہی کلام ہے' نہ کوئی اور اسے بنا سکے' نہ یہ کسی اور کا بنایا ہوا۔ یہ تو سابقہ کتابوں کی تصدیق کرتا ہے' ان پر نگہبانی کرتا ہے' ان کا اظہار کرتا ہے' ان میں جو تحریف تبدیل تاویل ہوئی ہے اسے بے حجاب کرتا ہے' حلال و حرام جائز و ناجائز غرض کل امور شرح کا شافی اور پورا بیان فرماتا ہے۔ پس اس کے کلام اللہ ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس میں اگلی خبریں ہیں اس میں آنے والی پیش گوئیاں ہیں اور آنے والی خبریں ہیں۔ سب جھگڑوں کے فیصلے ہیں سب احکام کے حکم ہیں۔ [1] اگر تمہیں اس کے کلام اللہ ہونے میں شک ہے۔ تم اسے گھڑا ہوا سمجھتے ہو اور کہتے ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف سے کہہ لیا ہے تو جاؤ تم سب مل کر ایک ہی سورت اس جیسی بنا لاؤ اور کل انسانوں اور جنوں سے مدد بھی لے لو۔ یہ تیسرا مقام ہے جہاں کفار کو مقابلے پر بلا کر عاجز کیا گیا ہے کہ اگر وہ اپنے دعوے میں سچے ہوں تو اس کے مقابلے میں اسی جیسا کلام پیش کریں۔ لیکن یہ ہے ناممکن۔ یہ خبر بھی ساتھ ہی دے دی تھی کہ انسان جنات سب جمع ہو جائیں ایک دوسرے کا ساتھ دیں لیکن اس قرآن جیسا بنا کر پیش نہیں کر سکتے۔ اس پورے قرآن کے مقابلہ سے جب وہ عاجز و لاچار ثابت ہو چکے تو ان سے مطالبہ ہوا کہ اس جیسی صرف دس سورتیں ہی بنا کر لاؤ۔ سورۂ ہود کے شروع کی آیت ﴿قُلْ فَأْتُوا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهِ﴾ [2] الخ' میں یہی فرمان ہے۔ جب یہ بھی ان سے نہ ہو سکا تو اور آسانی کر دی گئی اور سورۂ بقرہ میں جو مدنی ہے فرمایا کہ اچھا ایک ہی سورت اس جیسی بنا کر پیش کرو۔ وہاں بھی ساتھ ہی فرمایا کہ نہ یہ تمہارے بس کی بات نہ ساری مخلوق کے بس کی بات۔ پس اس الہامی کتاب کو جھٹلا کر عذاب الٰہی مول نہ لو۔ اس وقت کلام کی فصاحت و بلاغت پر پورا زور تھا۔ عرب اپنے مقابلے میں سارے جہاں کو عجم یعنی گونگا کہا کرتے تھے۔ اپنی زبان پر بڑا گھمنڈ تھا' اس لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن اتارا کہ سب سے پہلے انہی شاعروں اور زبان دانوں اور عالموں کی گردنیں اس کے سامنے خم ہوئیں جیسے سب سے پہلے حضرت

---

[1] **[ضعیف** : ترمذی : کتاب فضائل القرآن : باب ماجاء فی فضل القرآن (۲۹۰۶)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ترمذی ، المشکاۃ (۲۱۳۸)] اس کی سند میں حارث اعور راوی ضعیف ہے۔]

[2] [سورۃ ھود: آیت ۱۳]

عیسیٰ علیہ السلام کے اس معجزے نے کہ مردوں کو بحکم الٰہی جلا دینا۔ مادرزاد اندھوں اور کوڑھیوں کو بحکم رب شفا دے دینا' دنیا کے سب سے پہلے معالجوں اور اطباء کو اللہ کی راہ پر لا کھڑا کر دیا۔ کیونکہ انہوں نے دیکھ لیا کہ یہ کام دوا کا نہیں اللہ کا ہے۔ جادوگروں نے سانپ کو جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لکڑی تھی دیکھتے ہی آپ کی نبوت کا یقین کر لیا اور عاجز و درماندہ ہو گئے۔ اسی طرح اس قرآن نے فصیح و بلیغ لوگوں کی زبانیں بند کر دیں۔ ان کے دلوں میں یقین آ گیا کہ بے شک یہ کلام انسان کا کلام نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں نبیوں کو ایسے معجزے دیئے گئے کہ ان کی وجہ سے لوگ ان پر ایمان لائے۔ میرا ایسا معجزہ قرآن ہے پس مجھے امید ہے کہ میرے تابعدار بہ نسبت ان کے بہت ہی زیادہ ہوں گے۔ [1] یہ (کافر) لوگ بغیر سوچے سمجھے' بغیر علم حاصل کئے اسے جھٹلانے لگے۔ اب تک تو اس کے مصداق اور حقیقت تک بھی یہ نہیں پہنچے۔ اپنی جہالت و سفاہت کی وجہ سے اس کی ہدایت اس کے علم سے محروم رہ گئے اور چلانا شروع کر دیا کہ ہم اسے نہیں مانتے۔ ان سے پہلے کی امتوں نے بھی اللہ کے کلام کو اسی طرح جھٹلایا تھا جس بنا پر وہ ہلاک کر دیئے گئے۔ تو آپ نے دیکھ لیا کہ ان کا کیسا برا انجام ہوا۔ کس طرح ان کے پرخچے اڑے؟ ہمارے رسولوں کو ستانے ان کے نہ ماننے کا کبھی انجام اچھا نہیں ہوتا۔ تمہیں ڈرنا چاہئے کہیں انہی آفتوں کا نشانہ تم بھی نہ بنو۔ تیری امت کے بھی بعض لوگ تو اس پر ایمان لائے ہیں تجھے رسول برحق مانا ہے۔ تیری باتوں سے نفع اٹھا رہے ہیں۔ اور بعض ایمان سے رہ گئے ہیں۔ خیر سے خالی ہو گئے ہیں۔ تیرا رب مفسدوں کو بخوبی جانتا ہے۔ گمراہ اور نیک راہ اس پر ظاہر ہیں۔ ہدایت اور ضلالت کے مستحق اس کے سامنے ہیں۔ وہ عادل ہے ظالم نہیں۔ ہر ایک کو اس کا حصہ دیتا ہے۔ وہ برکت اور بلندی والا پاک اور انتہائی حسن والا ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

وَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ لِّيْ عَمَلِيْ وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ ۚ اَنْتُمْ بَرِيْٓـُٔوْنَ مِمَّآ اَعْمَلُ وَاَنَا بَرِيْۗءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿٤١﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ ۭ اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ وَلَوْ كَانُوْا لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿٤٢﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْظُرُ اِلَيْكَ ۭ اَفَاَنْتَ تَهْدِي الْعُمْيَ وَلَوْ كَانُوْا لَا يُبْصِرُوْنَ ﴿٤٣﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْـــًٔا وَّلٰكِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَھُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿٤٤﴾

اگر یہ لوگ تجھے جھٹلائیں تو تو کہہ دے کہ میرے لئے میرا کام ہے اور تمہارے لئے تمہارا کام ہے تم اس سے بری ہو جو میں کرتا ہوں اور میں اس کا ذمے دار نہیں جو تم کر رہے ہو ○ ان میں ایسے بھی ہیں جو تیری طرف کان لگاتے ہیں' تو کیا تو بہروں کو سنائے گا اگرچہ وہ عقل بھی نہ رکھتے ہوں؟ ○ اور ان میں سے بعض تیری طرف دیکھنے لگتے ہیں' تو کیا تو اندھوں کو راہ دکھلائے گا گو وہ دیکھتے بھی نہ ہوں؟ ○ بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں پر بالکل ظلم نہیں کرتا' لیکن لوگ اپنی جانوں پر آپ ہی ظلم کرتے ہیں ○

مشرکین سے براءت کا اظہار: فرمان ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! اگر یہ مشرکین تجھے جھوٹا ہی بتلاتے رہیں تو تو ان

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب فضائل القرآن: باب کیف نزول الوحی واول مانزل (٤٩٨١)
صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب وجوب الایمان برسالۃ نبینا محمد (١٥٢)]

سے اور ان کے کاموں سے اپنی بے زاری کا اعلان کر دے۔ اور کہہ دے کہ تمہارے اعمال تمہارے ساتھ میرے اعمال میرے ساتھ۔ جیسے کہ سورۂ ﴿قُلْ يَآ اَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ﴾ میں بیان ہوا ہے۔ اور جیسے کہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام اور آپ کے ساتھیوں نے اپنی قوم سے فرمایا تھا کہ ہم تم سے اور تمہارے معبودوں سے بیزار ہیں جنہیں تم نے اللہ کے سوا اپنا معبود بنا رکھا ہے۔ ان میں سے بعض تیرا کلام بھی سنتے ہیں اور خود اللہ تعالیٰ کا بلند و بالا کلام بھی ان کے کانوں میں پڑ رہا ہے۔ لیکن ہدایت نہ تیرے ہاتھ نہ ان کے ہاتھ گو یہ فصیح و صحیح کلام دلوں میں گھر کرنے والا' انسانوں کو پورا نفع دینے والا ہے۔ یہ کافی اور وافی ہے لیکن بہروں کو کون سنا سکے؟ یہ دل کے کان نہیں رکھتے۔ اللہ ہی کے ہاتھ ہدایت ہے۔ یہ تجھے دیکھتے ہیں' تیرے پاکیزہ اخلاق' تیری ستھری تعلیم' تیری نبوت کی روشن دلیلیں ہر وقت ان کے سامنے ہیں لیکن ان سے بھی انہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ مومن تو انہیں دیکھ کر ایمان بڑھاتے ہیں لیکن ان کے دل اندھے ہیں عقل و بصیرت ان میں نہیں ہے مومن وقار کی نظر ڈالتے ہیں اور یہ حقارت کی۔ ہر وقت ہنسی مذاق اڑاتے رہتے ہیں۔ پس اپنے اندھے پن کی وجہ سے راہ ہدایت دیکھ نہیں سکتے۔ اس میں بھی اللہ کی حکمت کا دخل ہے کہ ایک تو دیکھے اور سنے اور نفع پائے دوسرا دیکھے سنے اور نفع سے محروم رہے۔ اسے اللہ کا ظلم نہ سمجھو وہ تو سراسر عدل کرنے والا ہے' کسی پر بھی کوئی ظلم وہ روا نہیں رکھتا۔ لوگ خود اپنا برا آپ ہی کر لیتے ہیں۔ اللہ عزوجل اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی فرماتا ہے کہ اے میرے بندو! میں نے اپنے اوپر ظلم کو حرام کر لیا ہے اور تم پر بھی اسے حرام کر دیا خبردار! ایک دوسرے پر ظلم ہرگز نہ کرنا۔ اس کے آخر میں ہے اے میرے بندو! یہ تو تمہارے اپنے اعمال ہیں جنہیں میں جمع کر رہا ہوں پھر تمہیں ان کا بدلہ دوں گا۔ پس جو شخص بھلائی پائے وہ اللہ کا شکر بجا لائے اور جو اس کے سوا کچھ اور پائے وہ صرف اپنے نفس کو ہی ملامت کرے [1] (مسلم)

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَاَنْ لَّمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ يَتَعَارَفُوْنَ بَيْنَهُمْ ۭ قَدْ
خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَاۗءِ اللّٰهِ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ﴿٤٥﴾

جس دن اللہ انہیں جمع کرے گا گویا کہ یہ دن کی ایک ساعت ہی رہے تھے آپس میں ایک دوسرے کو پہچان لیں گے' بے شک وہ برباد ہوئے جو اللہ سے ملنے کو جھٹلاتے رہے اور راہ یافتہ نہ ہوئے ○

آخرت کو بھولنے والے خسارے میں: بیان ہو رہا ہے کہ وہ وقت بھی آ رہا ہے جب قیامت قائم ہوگی اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ ان کی قبروں سے اٹھا کر میدان قیامت میں جمع کرے گا۔ اس وقت انہیں ایسا معلوم ہوگا کہ گویا گھڑی بھر دن ہی ہم رہے تھے صبح یا شام ہی تک ہمارا رہنا ہوا تھا۔ کہیں گے کہ دس روز دنیا میں گزارے ہوں گے۔ تو بڑے بڑے حافظے والے کہیں گے کہاں کے دس دن تم تو ایک ہی دن رہے۔ قیامت کے دن یہ قسمیں کھا کھا کر

[1] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب البر و الصلة: باب تحریم الظلم (٢٥٧٧) ترمذی: کتاب صفة القیامة (١١٣) ابن ماجه: کتاب الزهد: باب ذکر التوبه (٤٢٥٧) مسند احمد (٥/١٦٠)]

کہیں گے کہ ایک ساعت ہی رہے وغیرہ۔ ایسی آیتیں قرآن کریم میں بہت سی ہیں۔ مقصود یہ ہے کہ دنیا کی زندگی آج بہت تھوڑی معلوم ہوگی۔ سوال ہوگا کہ کتنے سال دنیا میں گزارے؟ جواب دیں گے کہ ایک دن بلکہ اس سے بھی کم۔ شماروالوں سے پوچھ لو۔ جواب ملے گا کہ واقعہ میں دارِدنیا دارآخرت کے مقابلے میں بہت ہی کم ہے اور فی الحقیقت وہاں کی زندگی بہت ہی تھوڑی تھی لیکن تم نے اس کا خیال زندگی بھر نہ کیا۔ اس وقت بھی ہر ایک دوسرے کو پہچانتا ہوگا۔ جیسے دنیا میں تھے ویسے ہی وہاں بھی ہوں گے۔ رشتے کنبے کو باپ بیٹوں کو الگ الگ پہچان لیں گے۔ لیکن ہر ایک نفسا نفسی میں مشغول ہوگا۔ جیسے فرمان الٰہی ہے کہ صور کے پھونکتے ہی حسب ونسب فنا ہو جائیں گے۔ کوئی دوست اپنے کسی دوست سے کچھ سوال تک نہ کرے گا۔ جو اس دن کو جھٹلاتے رہے آج گھاٹے میں رہیں گے۔ ان کے لئے ہلاکت ہوگی انہوں نے اپنا ہی برا کیا اور اپنے والوں کو بھی برباد کیا۔ اس سے بڑھ کر خسارہ اور کیا ہوگا کہ ایک دوسرے سے دور ہے دوستوں کے درمیان تفریق ہے حسرت وندامت کا دن ہے۔

وَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِىْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ اللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ رَسُوْلُهُمْ قُضِىَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۴۷﴾

اگر ہم تجھے اپنا کوئی وعدہ دکھا دیں جو ہم ان سے کرتے ہیں یا ہم تجھے فوت کر لیں بہرصورت ان کا لوٹنا ہماری ہی طرف ہے پھر اللہ ہی ان کے کرتوتوں پر شاہد ہے ○ ہر امت کیلئے رسول ہے پھر جب ان کا رسول آ گیا تو ان میں انصاف کر دیا گیا اور وہ ظلم نہیں کئے جاتے ○

اللہ تعالیٰ ہی قادر مطلق: فرمان ہے کہ اگر تیری زندگی میں ہم ان کفار پر کوئی عذاب اتاریں یا تجھے ان عذابوں کے اتارنے سے پہلے ہی اپنے پاس بلا لیں۔ بہرصورت ہے تو یہ سب ہمارے قبضے میں ہی اور ٹھکانا ان کا ہمارے ہاں ہی ہے۔ اور ہم پر ان کا کوئی عمل پوشیدہ نہیں۔ طبرانی کی حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے فرمایا گزشتہ رات اسی حجرے کے پاس میرے سامنے میری ساری امت پیش کی گئی کسی نے پوچھا کہ اچھا موجود لوگ تو خیر لیکن جو ابھی تک پیدا نہیں ہوئے وہ کیسے پیش کئے گئے؟ آپ نے فرمایا ان کی مٹی کے جسم پیش کئے گئے جیسے تم اپنے کسی ساتھی کو پہچانتے ہو ایسے ہی میں نے انہیں پہچان لیا۔ [1]

ہر امت کے رسول ہیں۔ جب کسی امت کے پاس رسول پہنچ گیا پھر حجت پوری ہوگئی۔ اب قیامت کے دن ان کے درمیان عدل وانصاف کے ساتھ بغیر کسی ظلم کے حساب چکا دیا جائے گا۔ جیسے ﴿ وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ ﴾ [2] الخ' والی آیت میں ہے۔ ہر امت اللہ کے سامنے ہوگی' رسول موجود ہوگا' نامۂ اعمال ساتھ ہوگا'

---

[1] [ضعیف: طبرانی کبیر (۳۰۵۵)] امام ہیثمیؒ نے اسے زیاد بن منذر کی وجہ سے ضعیف کہا ہے۔ [مجمع الزوائد (۷۲/۱۰)]

[2] [سورۃ الزمر: آیت ۶۹]

گواہ فرشتے حاضر ہوں گے، ایک کے بعد دوسری امت آئے گی اس شریف امت کا فیصلہ سب سے پہلے ہوگا، گو دنیا میں یہ سب سے آخر میں آئی ہے۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ہم سب سے آخر میں آئے ہیں لیکن قیامت کے دن سب سے پہلے ہوں گے۔ ہمارے فیصلے سب سے اول ہوں گے۔ [1] اپنے نبی ﷺ کی فضیلت و شرف کی وجہ سے یہ امت بھی اللہ کے ہاں شریف و افضل ہے۔

وَيَقُولُونَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۴۸﴾ قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِىْ ضَرًّا
وَّلَا نَفْعًا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ۭ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۭ اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً
وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۴۹﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُهٗ بَيَاتًا اَوْ نَهَارًا مَّاذَا يَسْتَعْجِلُ
مِنْهُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۵۰﴾ اَثُمَّ اِذَا مَا وَقَعَ اٰمَنْتُمْ بِهٖ ۭ آٰلْئٰنَ وَقَدْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۵۱﴾
ثُمَّ قِيْلَ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ ۚ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿۵۲﴾

کہتے ہیں کہ وہ وعدہ کب ہے؟ اگر تم سچے ہو ○ تو کہہ دے کہ میں تو اپنی جان کے نقصان نفع کا اختیار نہیں رکھتا مگر جو اللہ چاہے، ہر ایک امت کا ایک وقت مقرر ہے، جب ان کا وقت آ جائے گا تو نہ ایک ساعت کی دیر کر سکیں گے اور نہ جلدی کر سکیں گے ○ کہہ تم بتاؤ تو سہی اگر تمہارے پاس اس کا عذاب رات کو آ جائے یا دن کو بہر حال کیا چیز ہے جس کی جلدی یہ گنہگار مچا رہے ہیں؟ ○ کیا پھر جس وقت وہ آ جائے گا تب تم اس پر ایمان لاؤ گے، کیا اب؟ حالانکہ تم تو اس کی جلدی مچا رہے تھے ○ پھر تو ظالموں سے کہا جائے گا کہ ہمیشگی کا عذاب چکھو تمہیں بدلہ نہ دیا جائے گا مگر اسی کا جو تم کرتے رہے ○

مشرکین مکہ کے بے فائدہ سوالات: ان کا بے فائدہ سوال دیکھو۔ وعدہ کا دن کب آئے گا؟ یہ پوچھتے ہیں اور پھر وہ بھی نہ ماننے اور انکار کے بعد بطور یہ جلدی مچا رہے ہیں اور مومن خوف زدہ ہو رہے ہیں کیونکہ وہ اسے حق جانتے ہیں۔ وقت نہ معلوم ہو نہ سہی جانتے ہیں کہ بات سچی ہے ایک دن آئے گا ضرور۔ ہدایات دی جاتی ہیں کہ انہیں جواب دے کہ میرے اختیار میں تو کوئی بات نہیں۔ جو بات مجھے بتلا دی جائے میں تو وہی جانتا ہوں۔ کسی چیز کی مجھ میں قدرت نہیں یہاں تک کہ خود اپنے نفع نقصان کا بھی مالک نہیں۔ میں تو اللہ کا غلام ہوں اور اس کا رسول ﷺ ہوں۔ اس نے مجھ سے فرمایا میں نے تم سے کہا کہ قیامت آئے گی ضرور۔ نہ اس نے مجھے اس کا خاص وقت بتایا نہ میں تمہیں بتا سکوں ہاں ہر زمانے کی ایک میعاد معین ہے جہاں اجل آئی پھر نہ ایک ساعت پیچھے نہ آگے۔ اجل آنے کے بعد نہیں رکتی۔ پھر فرمایا کہ وہ تو اچانک آنے والی ہے ممکن ہے رات کو آ جائے دن کو آ جائے اس کے عذاب میں دیر کیا ہے؟ پھر اس شور مچانے سے اور وقت کا تعین پوچھنے سے کیا حاصل؟ کیا جب قیامت آ جائے عذاب دیکھ لو تب ایمان لاؤ گے؟ وہ محض بے سود ہے۔ اس وقت تو یہ سب کہیں گے کہ ہم نے دیکھ سن لیا۔

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الایمان والنذور: باب قول اللہ تعالی: لایؤاخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم (۶۶۲۴)]

کہیں گے ہم اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور دوسروں سے کفر کرتے ہیں۔ لیکن ہمارے عذاب کو دیکھنے کے بعد ایمان بے نفع ہے۔ اللہ کا طریقہ اپنے بندوں میں یہی رہا ہے وہاں تو کافروں کو نقصان ہی رہے گا۔ اس دن تو ان سے صاف کہہ دیا جائے گا اور بہت ڈانٹ ڈپٹ کے ساتھ کہ اب تو دائمی عذاب چکھو، ہمیشہ کی مصیبت اٹھاؤ۔ انہیں دھکے دے دے کر جہنم میں جھونک دیا جائے گا کہ یہ ہے جسے تم نہیں مانتے تھے۔ اب بتاؤ کہ یہ جادو ہے یا تم اندھے ہو؟ جاؤ اب اس میں چلے جاؤ اب تو صبر کرنا نہ کرنا برابر اپنے اعمال کا بدلہ ضرور پاؤ گے۔ [1]

وَيَسْتَنْۢبِـُٔوْنَكَ اَحَقٌّ هُوَ ؕ قُلْ اِىْ وَرَبِّىْۤ اِنَّهٗ لَحَقٌّ ؕۚ وَمَاۤ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۵۳﴾ وَلَوْ اَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ مَا فِى الْاَرْضِ لَافْتَدَتْ بِهٖ ؕ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ۚ وَقُضِىَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۵۴﴾

تجھ سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا یہ حق ہے' تو کہہ دے کہ قسم ہے میرے پروردگار کی یہ بالکل حق ہے اور تم عاجز کرنے والے نہیں ہو ○ اگر ہر ظلم کرنے والے انسان کے لئے وہ ہو جو روئے زمین پر ہے تو وہ سب اپنے فدیے میں دے دے' دل ہی دل میں پشیمان ہوں گے جب کہ عذاب کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے' عدل کے ساتھ ان میں فیصلہ کر دیا جائے گا اور وہ ظلم نہ کئے جائیں گے ○

مٹی بننے کے بعد زندگی: پوچھتے ہیں کہ کیا مٹی ہو جانے اور سڑ گل جانے کے بعد جی اٹھنا اور قیامت کا قائم ہونا حق ہی ہے؟ تو ان کا شبہ مٹا دے اور قسم کھا کر کہہ دے کہ یہ سراسر حق ہی ہے۔ جس اللہ نے تمہیں اس وقت پیدا کیا جب کہ تم کچھ نہ تھے۔ وہ تمہیں دوبارہ جب کہ تم مٹی ہو جاؤ گے پیدا کرنے پر یقیناً قادر ہے وہ تو جو چاہتا ہے فرما دیتا ہے کہ یوں ہو جا اسی وقت ہو جاتا ہے اسی مضمون کی اور دو آیتیں قرآن کریم میں ہیں۔ سورۂ سبا میں ہے ﴿قُلْ بَلٰى وَرَبِّىْ لَتَاْتِيَنَّكُمْ﴾ [2] الخ' سورۂ تغابن میں ہے ﴿قُلْ بَلٰى وَرَبِّىْ لَتُبْعَثُنَّ﴾ [3] الخ' ان دونوں میں بھی قیامت کے ہونے پر قسم کھا کر یقین دلایا گیا ہے۔ اس دن تو کفار زمین بھر کر سونا اپنے بدلے میں دے کر بھی چھٹکارا پانا پسند رکھیں گے۔ دلوں میں ندامت ہوگی' عذاب سامنے ہوں گے' حق کے ساتھ فیصلے ہو رہے ہوں گے' کسی پر ظلم ہرگز نہ ہوگا۔

اَلَاۤ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۵﴾ هُوَ يُحْىٖ وَيُمِيْتُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۵۶﴾

خبردار رہو آسمانوں میں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اللہ ہی کا ہے' خبردار رہو یقیناً اللہ کا وعدہ سچا ہے لیکن ان میں سے اکثر بے علم ہیں ○ وہی جلاتا اور مارتا ہے اور اسی کی طرف تم سب لوٹائے جاؤ گے ○

اللہ تعالیٰ ہی مالک کل: مالک آسمان و زمین' مختار کل کائنات اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اللہ کے وعدے سچے ہیں وہ

[1] [الطور: ۱۳، ۱۶]
[2] [سبا: ۳]
[3] [التغابن: ۷]

پورے ہوکر ہی رہیں گے۔ یہ اور بات ہے کہ اکثر لوگ علم نہیں رکھتے۔ جلانے مارنے والا وہی ہے سب باتوں پر وہ قادر ہے۔ جسم سے علیحدہ ہونے والی چیز کو اس کے بکھر کر بگڑ کر ٹکڑے ہونے کو وہ جانتا ہے اس کے حصے کن جنگلوں میں کن دریاؤں میں کہاں ہیں؟ وہ خوب جانتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِى الصُّدُوْرِ ۙ
وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۷﴾ قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ۗ
هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴿۵۸﴾

لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت آ چکی اور وہ شفاء ہے ان علتوں کی جو سینوں میں ہیں اور ہدایت اور رحمت ہے مسلمانوں کے واسطے ○ اور کہہ دے کہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت ہی ایسی چیز ہے جس پر شادمانی منانی چاہئے یہ اس سے بہت بہتر ہے جسے وہ جمع کر رہے ہیں ○

قرآن کریم اللہ کی طرف سے وعظ ونصیحت: اپنے رسول کریم ﷺ پر قرآن عظیم نازل فرمانے کے احسان کو اللہ رب العزت بیان فرما رہے ہیں کہ اللہ کا وعظ تمہارے پاس آ چکا جو تمہیں بدیوں سے روک رہا ہے' جو دلوں کے شک شکوک دور کرنے والا ہے' جس سے ہدایت حاصل ہوتی ہے' جس سے اللہ کی رحمت ملتی ہے۔ جو اس سچائی کی تصدیق کریں' اسے مانیں' اس پر یقین رکھیں' اس پر ایمان لائیں وہ اس سے نفع حاصل کرتے ہیں۔ یہ ہمارا نازل کردہ قرآن مومنوں کے لئے شفا اور رحمت ہے ظالم تو اپنے نقصان میں ہی بڑھتے رہتے ہیں۔ اور آیت میں ہے کہ کہہ دے کہ یہ تو ایمانداروں کے لئے ہدایت اور شفا ہے۔ اللہ کے فضل ورحمت یعنی اس قرآن کے ساتھ خوش ہونا چاہئے۔ دنیائے فانی کے دھن دولت پر ریجھ جانے اور اس پر شادمان وفرحاں ہو جانے سے تو اس دولت کو حاصل کرنے اور اس ابدی خوشی اور دائمی مسرت کو پا لینے سے بہت خوش ہونا چاہئے۔ ابن ابی حاتم اور طبرانی میں ہے کہ جب عراق فتح ہو گیا اور وہاں سے خراج دربارِ فاروق میں پہنچا تو آپ نے اونٹوں کی گنتی کرنا چاہی لیکن وہ بے شمار تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کر کے اسی آیت کی تلاوت کی۔ تو آپ کے مولیٰ عمرو نے کہا یہ بھی تو اللہ کا فضل ورحمت ہی ہے۔ آپ نے فرمایا تم نے غلط کہا یہ تو ہمارے حاصل کردہ ہیں جس فضل ورحمت کا بیان اس آیت میں ہے وہ یہ نہیں۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا ۗ
قُلْ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَمَا ظَنُّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ
عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۗ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ
اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۶۰﴾

ع۔۲

کہہ کہ بھلا دیکھو تو سہی جو روزی اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے اتاری تم نے اس میں سے کچھ تو حرام کر لی اور کچھ حلال' پوچھ کہ کیا اللہ نے تمہیں حکم دیا تھا یا تم اللہ پر بہتان باندھ لیتے ہو؟ ○ جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں ان کا قیامت کے دن کی بابت کیا خیال ہے؟ یقیناً اللہ تعالیٰ لوگوں پر بڑے ہی فضل و احسان والا ہے لیکن اکثر لوگ ناشکری کرتے ہیں ○

حجتِ شرعی کے بغیر حلال وحرام کی مذمت: مشرکوں نے بعض جانور مخصوص نام رکھ کر اپنے لئے حرام قرار دے رکھے تھے اس عمل کی تردید میں یہ آیتیں ہیں۔ جیسے اور آیت میں ہے کہ اللہ کی پیدا کی ہوئی کھیتیوں اور چوپایوں میں یہ کچھ نہ کچھ حصہ تو اس کا کرتے ہیں۔ [1] مسند احمد میں ہے حضرت عوف بن مالک بن نضلہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت میری حالت یہ تھی کہ میلا کچیلا جسم بال بکھرے ہوئے۔ آپ نے مجھ سے پوچھا' تمہارے پاس کچھ مال بھی ہے؟ میں نے کہا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا کہ کس قسم کا مال؟ میں نے کہا۔ اونٹ' غلام' گھوڑے' بکریاں وغیرہ۔ غرض ہر قسم کا مال ہے۔ آپ نے فرمایا۔ جب اللہ تعالیٰ نے تجھے سب کچھ دے رکھا ہے تو اس کا اثر بھی تیرے جسم پر ظاہر ہونا چاہئے۔ پھر آپ نے پوچھا کہ تیرے ہاں اونٹنیاں بچے بھی دیتی ہیں؟ میں نے کہا ہاں۔ فرمایا وہ بالکل ٹھیک ٹھاک ہوتے ہیں پھر تو اپنے ہاتھ میں چھری لے کر کسی کا کان کاٹ کر اس کا نام بحیرہ رکھ لیتا ہے کسی کی کھال کاٹ کر حرام نام رکھ لیتا ہے پھر اسے اپنے اوپر اور اپنے والوں کو حرام سمجھ لیتا ہے؟ میں نے کہا ہاں یہ بھی ٹھیک ہے۔ آپ نے فرمایا سن! اللہ نے تجھے جو دیا ہے وہ حلال ہے۔ اللہ تعالیٰ کا بازو تیرے بازو سے قوی ہے اور اللہ تعالیٰ کی چھری تیری چھری سے بہت زیادہ تیز ہے۔ [2] اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان لوگوں کے فعل کی پوری مذمت بیان فرمائی ہے جو اپنی طرف سے بغیر شرعی دلیل کے کسی حرام کو حلال یا کسی حلال کو حرام ٹھہرا لیتے ہیں۔ انہیں اللہ نے قیامت کے عذاب سے دھمکایا ہے اور فرمایا ہے کہ ان کا کیا خیال ہے؟ یہ کس ہوا میں ہیں۔ کیا یہ نہیں جانتے کہ یہ بے بس ہو کر قیامت کے دن ہمارے سامنے حاضر کئے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ تو لوگوں پر اپنا فضل و کرم ہی کرتا ہے۔ وہ دنیا میں سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا۔ اسی کا فضل ہے کہ اس نے دنیا میں بہت سی نفع کی چیزیں لوگوں کے لئے حلال کر دی ہیں۔ صرف انہیں چیزوں کو حرام فرمایا ہے۔ جو بندوں کو نقصان پہنچانے والی اور ان کے حق میں مضر ہیں۔ دنیوی طور پر یا اخروی طور پر۔ لیکن اکثر لوگ ناشکری کر کے اللہ کی نعمتوں سے محروم ہو جاتے ہیں۔ اپنی جانوں کو خود تنگی میں ڈالتے ہیں۔ مشرک لوگ اسی طرح از خود احکام گھڑ لیا کرتے تھے اور انہیں

---

[1] [سورۃ الانعام: آیت ۱۳۶]

[2] [**صحیح**: مسند احمد (۴/۴۷۳) ابوداؤد: کتاب اللباس: باب فی غسل الثوب وفی الخلقان (۴۰۶۳) نسائی: کتاب الزینۃ: باب الجلاجل (۵۲۳۸) صحیح ابن حبان (۱۲/۵۴۱۶) مستدرک حاکم (۴/۱۸۱)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ امام ابن حبانؒ، امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ [الموسوعۃ الحدیثیۃ (۱۵۸۸۸)] شیخ عبدالرزاق مہدی، شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد، شیخ حسن عباس، حافظ زبیر علی زئی اور مولانا مبشر احمد ربانی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

شریعت سمجھ بیٹھتے تھے۔ اہل کتاب نے بھی اپنے دین میں ایسی ہی بدعتیں ایجاد کر لی تھیں۔ تفسیر ابن ابی حاتم میں ہے قیامت کے دن اولیاء اللہ کی تین قسمیں کر کے انہیں جناب باری کے سامنے لایا جائے گا۔ پہلی قسم والوں میں سے ایک سے سوال ہوگا کہ تم لوگوں نے یہ نیکیاں کیوں کیں؟ وہ جواب دیں گے کہ پروردگار تو نے جنت بنائی' اس میں درخت لگائے' ان درختوں میں پھل پیدا کئے' وہاں نہریں جاری کیں' حوریں پیدا کیں اور نعمتیں تیار کیں' پس اسی جنت کے شوق میں ہم راتوں کو بیدار رہے اور دنوں کو بھوک پیاس اٹھائی۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اچھا تو تمہارے اعمال جنت کے حاصل کرنے کے لئے تھے۔ میں تمہیں جنت میں جانے کی اجازت دیتا ہوں اور یہ میرا خاص فضل ہے کہ جہنم سے تمہیں نجات دیتا ہوں۔ گو یہ بھی میرا فضل ہی ہے کہ میں تمہیں جنت میں پہنچاتا ہوں پس یہ اور اس کے سب ساتھی بہشت بریں میں داخل ہو جائیں گے۔ پھر دوسری قسم کے لوگوں میں سے ایک سے پوچھا جائے گا کہ تم نے یہ نیکیاں کیسے کیں؟ وہ کہے گا پروردگار تو نے جہنم پیدا کیا۔ اپنے دشمنوں اور نافرمانوں کے لئے وہاں زنجیر' حرارت' آگ' گرم پانی اور گرم ہوا کا عذاب رکھا وہاں طرح طرح کے روح فرسا دکھ دینے والے عذاب تیار کئے۔ پس میں راتوں کو جاگتا رہا' دنوں کو بھوکا پیاسا رہا' صرف اس جہنم سے ڈر کر۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ میں نے تجھے اس جہنم سے آزاد کیا اور تجھ پر میرا یہ خاص فضل ہے کہ تجھے اپنی جنت میں لے جاتا ہوں پس یہ اور اس کے ساتھی سب جنت میں چلے جائیں گے۔ پھر تیسری قسم کے لوگوں میں سے ایک کو لایا جائے گا اللہ تعالیٰ اس سے دریافت فرمائے گا کہ تم نے نیکیاں کیوں کیں؟ وہ جواب دے گا کہ صرف تیری محبت اور تیرے شوق میں۔ تیری عزت کی قسم میں راتوں کو عبادت میں جاگتا رہا اور دنوں کو روزے رکھ کر بھوک پیاس سہتا رہا' یہ سب صرف تیرے شوق اور تیری محبت کے لئے تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو نے یہ اعمال صرف میری محبت اور میرے اشتیاق میں ہی کئے ہیں۔ لے اب میرا دیدار کر لے۔ اسی وقت اللہ تعالیٰ جل جلالہ اسے اور اس کے ساتھیوں کو اپنا دیدار کرائے گا' فرمائے گا' دیکھ لے یہ ہوں میں۔ پھر فرمائے گا یہ میرا خاص فضل ہے کہ میں تجھے جہنم سے بچاتا ہوں میرے فرشتے تیرے پاس پہنچتے رہیں گے اور میں خود بھی تجھ پر سلام کہا کروں گا' پس وہ مع اپنے ساتھیوں کے جنت میں چلا جائے گا۔

وَمَا تَكُوْنُ فِيْ شَاْنٍ وَّمَا تَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ وَّلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ؕ وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ وَلَآ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرَ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿۶۱﴾

تو جس کسی مشغلے میں ہو اور اللہ کی طرف سے آئے ہوئے قرآن کی جو کچھ تلاوت کر رہے ہو اور جو کچھ بھی کام تم کرتے ہو ہم برابر تم پر مطلع رہتے ہیں جب بھی تم اس کام کو شروع کرتے ہو' تیرے رب سے ذرے برابر کوئی چیز بھی پوشیدہ نہیں رہتی نہ زمین میں نہ آسمان میں اس سے بھی کوئی چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی چیز ایسی نہیں جو روشن اور کھلی کتاب میں نہ ہو ○

اللہ تعالیٰ ہر چیز سے خبردار: اللہ تعالیٰ عزوجل اپنے نبی ﷺ کو خبر دیتا ہے کہ خود آپ کے اور آپ کی تمام امت کے تمام احوال ہر وقت اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ ساری مخلوق کے کل کام اس کے علم میں ہیں۔ اس کے علم سے اور اس کی نگاہ سے آسمان وزمین کا کوئی ذرہ بھی پوشیدہ نہیں۔ سب چھوٹی بڑی چیزیں ظاہر کتاب میں لکھی ہوئی ہیں۔ جیسے فرمان ہے ﴿وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ﴾ [1] الخ، غیب کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں۔ جنہیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ وہ خشکی تری کی ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔ ہر پتے کے جھڑنے کی اسے خبر ہے۔ زمین کے اندھیروں میں جو دانہ ہو جو تر و خشک چیز ہو سب کتاب مبین میں موجود ہے۔ الغرض درختوں کا ہلنا۔ جمادات کا ادھر ادھر ہونا جانداروں کا حرکت کرنا، کوئی چیز روئے زمین کی اور تمام آسمانوں کی ایسی نہیں، جس سے علیم وخبیر اللہ بے خبر ہو۔ فرمان ہے ﴿وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ﴾ [2] الخ، ایک اور آیت میں ہے کہ زمین کے ہر جاندار کا روزی رساں اللہ تعالیٰ۔ جب کہ درختوں، ذروں، جانوروں اور تمام تر وخشک چیزوں کے حال سے اللہ عزوجل واقف ہے بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ بندوں کے اعمال سے وہ بے خبر ہو۔ جنہیں عبادت رب کی بجا آوری کا حکم دیا گیا ہے۔ چنانچہ فرمان ہے اس ذی عزت اور بڑے رحم وکرم والے اللہ پر تو بھروسہ رکھ جو تیرے قیام کی حالت میں بھی تجھے دیکھتا رہتا ہے اور سجدہ کرنے والوں میں تیرا آنا جانا بھی دیکھ رہا ہے۔ یہی بیان یہاں ہے کہ تم سب ہماری آنکھوں اور کانوں کے سامنے ہو۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے جب حضور ﷺ سے احسان کی بابت سوال کیا تو آپ نے یہی فرمایا کہ اللہ کی عبادت اس طرح کر کہ گویا تو اسے دیکھ رہا ہے، اگر تو اسے نہیں دیکھ رہا تو وہ تو تجھے یقیناً دیکھ ہی رہا ہے۔ [3]

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۶۲﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا
يَتَّقُوْنَ ﴿۶۳﴾ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۭ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ
اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۶۴﴾

خبردار رہو کہ جو لوگ اللہ کے دوست ہیں ان پر کسی قسم کا خوف وہراس نہیں نہ وہ غمگین ہوں گے ○ جو ایمان لائے اور پرہیزگاری کرتے رہے ○ ان کے لئے دنیا میں بھی بشارتیں ہیں اور آخرت میں بھی، کلام الٰہی کے لئے کوئی تبدیلی نہیں، یہی تو زبردست کامیابی اور مقصد آوری ہے ○

اللہ کے ولی کون؟ اولیاء اللہ وہ ہیں جن کے دلوں میں ایمان ویقین ہو جن کا ظاہر تقویٰ اور پرہیزگاری میں ڈوبا ہوا ہو جتنا تقویٰ ہوگا، اتنی ہی ولایت ہوگی۔ ایسے لوگ محض نڈر اور بے خوف ہیں۔ قیامت کے دن کی وحشت ان سے دور ہے نہ وہ کبھی غم ورنج سے آشنا ہوں گے۔ دنیا میں جو چھوٹ جائے اس پر انہیں حسرت وافسوس نہیں ہوتا۔

---

[1] [سورۃ الانعام: آیت ۵۹]   [2] [سورۃ الانعام: آیت ۳۸]

[3] **[صحیح:** صحیح بخاری: کتاب الایمان: باب سؤال جبریل النبی عن الایمان والاسلام والاحسان (۵۰) صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب الایمان ماھو و بیان خصالہ (۱۰۹)]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور بھی بہت سے سلف صالحین فرماتے ہیں کہ اولیا اللہ وہ ہیں جن کا چہرہ دیکھنے سے اللہ یاد آ جائے۔ بزار کی مرفوع حدیث میں بھی یہ آیا ہے۔ [1] وہ حدیث مرسل بھی مروی ہے ابن جریر میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں اللہ کے بعض بندے ایسے بھی ہیں جن پر انبیاء علیہم السلام اور شہداء رحمۃ اللہ علیہم بھی رشک کریں گے لوگوں نے پوچھا حضور ﷺ وہ کون ہیں؟ ہمیں بتایئے تا کہ ہم بھی ان سے محبت والفت رکھیں۔ آپ نے فرمایا ''یہ وہ لوگ ہیں جو صرف اللہ کی وجہ سے آپس میں محبت رکھتے ہیں۔ مالی فائدے کی وجہ سے نہیں رشتے داری اور نسب کی بنا پر نہیں۔ صرف اللہ کی وجہ سے ان کے چہرے نورانی ہوں گے یہ نور کے منبروں پر ہوں گے۔ سب کو ڈر خوف ہوگا لیکن یہ بالکل بے خوف اور محض نڈر ہوں گے جب لوگ غم زدہ ہوں گے یہ بے غم ہوں گے''۔ پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ یہی روایت منقطع سند سے ابوداؤد میں بھی ہے۔ [2] واللہ اعلم۔

مسند احمد کی ایک مطول حدیث میں ہے کہ دور دراز کے رہنے والے خاندانوں اور برادریوں سے الگ شدہ لوگ جن میں کوئی رشتہ، کنبہ، قوم، برادری نہیں وہ محض توحید و سنت کی وجہ سے اللہ کی رضا مندی کے حاصل کرنے کے لئے آپس میں ایک ہو گئے ہوں گے اور آپس میں میل ملاپ، محبت، مودت، دوستی، اور بھائی چارہ رکھتے ہوں گے، دین میں سب ایک ہوں گے۔ ان کے لئے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نورانی منبر بچھا دے گا۔ جن پر وہ عزت سے تشریف رکھیں گے۔ لوگ پریشان ہوں گے لیکن یہ باطمینان ہوں گے۔ یہی ہیں وہ اللہ کے اولیا جن پر کوئی خوف غم نہیں۔ [3]

مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بشارتوں کی تفسیر بیان فرماتے ہوئے فرمایا کہ یہ نیک خواب ہیں جنہیں مسلمان دیکھے یا اس کے لئے دکھائے جائیں۔ [4] حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے جب اس کا سوال ہوا تو آپ نے فرمایا تم نے آج مجھ سے وہ بات پوچھی جو تم سے پہلے کسی نے نہیں پوچھی سوائے اس شخص کے جس نے یہی سوال حضور ﷺ سے کیا اور آپ نے وہ جواب دیا (جو اوپر مذکور ہوا) اور روایت میں ہے کہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے یہ سوال آپ سے کیا تھا اور آپ نے اس کا جواب دینے سے پہلے انہیں فرمایا تھا کہ تجھ سے پہلے

---

[1] [مرسل : مجمع الزوائد (١٦٧٧٩) ابو نعیم فی اخبار اصبهان (٢٣٠/١) المقدسی فی المختارة (١٠٤) ابن المبارك فی الزهد (٢١٨) طبرانی کبیر (١٢٣٢٥) نسائی فی التفسیر (١١٢٣٥/٦)

[2] [صحیح : ابوداؤد : کتاب البیوع : باب فی الرهن (٣٥٢٧) صحیح ابن حبان (٥٧٣) نسائی فی السنن الکبری (١١٢٣٦) تفسیر ابن جریر الطبری (١٧٧٢٩،١٧٧٢٨) بیهقی فی شعب الایمان (٨٩٩٨/٦)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابوداود]

[3] [ضعیف : مسند احمد (٣٤٣/٥) تفسیر ابن جریر الطبری (١٧٧٣٠) ابن المبارك فی الزهد (٧١٤) تفسیر ابن ابی حاتم (١٠٤٥٢/٦)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو شہر بن حوشب راوی کی وجہ سے ضعیف کہتے ہیں۔[الموسوعة الحديثية (٢٢٩٠٦)]

[4] [صحیح : مسند احمد (٤٤٥/٦) ترمذی : کتاب الرؤیا : باب قوله لهم البشری فی الحیوة الدنیا (٢٢٧٥) تفسیر ابن جریر الطبری (١٧٧٣٢)] شیخ شعیب ارناؤوط اور شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (٢٧٥١٠) السلسلة الصحيحة (١٧٨٦)]

میرے کسی امتی نے مجھ سے یہ سوال نہیں کیا۔ خود انہیں صحابی سے جب سائل نے اس آیت کی تفسیر پوچھی تو آپ نے بھی یہ فرما کر پھر تفسیر مرفوع حدیث سے بیان فرمائی۔ اور روایت میں ہے حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ نے سوال کیا کہ آخرت کی بشارت تو جنت ہے دنیا کی بشارت کیا ہے؟ فرمایا نیک خواب جسے بندہ دیکھے یا اس کے لئے اوروں کو دکھائے جائیں۔ یہ نبوت کا چوالیسواں یا سترواں جزء ہیں۔ [1] حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے آپ سے پوچھا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! انسان نیکیاں کرتا ہے پھر لوگوں میں اس کی تعریف ہوتی ہے؟ آپ نے فرمایا یہی دنیوی بشارت ہے۔ [2] (مسلم)

فرماتے ہیں کہ دنیا کی بشارت نیک خواب ہیں جن سے مومن کو خوشخبری سنائی جاتی ہے یہ نبوت کا انچاسواں حصہ ہے اس کے دیکھنے والے کو اسے بیان کرنا چاہئے اور جو اس کے سوا دیکھے وہ شیطانی خواب ہیں تاکہ اسے غم زدہ کردے۔ چاہئے کہ ایسے موقعہ پر تین دفعہ بائیں جانب تھتکار دے۔ اللہ کی بڑائی بیان کرے اور کسی سے اس خواب کو بیان نہ کرے۔ [3] (مسند احمد) اور روایت میں ہے کہ نیک خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔ [4] اور حدیث میں ہے دنیوی بشارت نیک خواب۔ اور اخروی بشارت جنت۔ [5] ابن جریر میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں نبوت جاتی رہی خوشخبریاں رہ گئیں۔ [6] بشریٰ کی یہی تفسیر ابن مسعود، ابو ہریرہ، ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، عروہ بن زبیر، یحییٰ بن ابی کثیر، ابراہیم نخعی، عطا بن ابی رباح رحمہم اللہ وغیرہ سلف صالحین سے مروی ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ مراد اس سے وہ خوشخبری ہے جو مومن کو اس کی موت کے وقت فرشتے دیتے ہیں جس کا ذکر آیت ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ﴾ [7] الخ، میں ہے کہ سچے پکے مومنوں کے پاس فرشتے آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم خوف نہ کرو، تم غم نہ کرو، تمہیں ہم اس جنت کی خوشخبری سناتے ہیں جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا رہا۔ ہم دنیا و آخرت میں تمہارے کارساز و ولی ہیں۔ سنو! تم جو چاہو گے، جنت میں پاؤ گے، جو مانگو گے، ملے گا۔ تم تو غفور و رحیم اللہ کے خاص مہمان بنو گے"۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ کی مطول حدیث میں ہے کہ مومن کی موت کے وقت نورانی سفید چہرے والے پاک صاف اجلے سفید کپڑوں والے فرشتے اس کے پاس آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے پاک روح چل کشادگی راحت تروتازگی خوشبو اور بھلائی کی طرف چل۔ تیرے اس پالنہار کی طرف جو تجھ سے کبھی خفا نہیں ہونے کا۔ پس اس کی روح اس بشارت کو سن کر اس کے منہ سے اتنی آسانی اور شوق سے نکلتی ہے جیسے مشک کے منہ سے پانی کا کوئی قطرہ

---

[1] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۱۷۷۴۵)] اس کی سند میں موسیٰ بن عبیدہ راوی ضعیف ہے۔]

[2] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب البر والصلة : باب اذا اثنی علی الصالح فهی بشری (۲۶۴۲) ابن ماجه : کتاب الزهد : باب الثناء الحسن (۴۲۲۵) مسند احمد (۱۵۶/۵)]

[3] [صحیح لغیره : مسند احمد (۲۱۹/۲) تفسیر ابن جریر الطبری (۱۷۷۴۴) مجمع الزوائد (۱۷۸/۷)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے صحیح لغیرہ کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحدیثیة (۷۰۴۴)]

[4] [صحیح بالشواهد : تفسری ابن جریر الطبری (۱۷۷۶۹)]

[5] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۱۷۷۴۳)] اس کی سند میں عمار غیر قوی اور اعمش مدلس ہے۔]

[6] [حسن : تفسیر ابن جریر الطبری (۱۷۷۴۷)]

[7] [سورة فصلت: آیت ۳۰، ۳۲]

چھو جائے۔ [1] اور آخرت کی بشارت کا ذکر آیت ﴿لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ﴾ [2] الخ، میں ہے یعنی انہیں اس دن کی زبردست پریشانی بالکل ہی نہ گھبرائے گی ادھر ادھر سے ان کے پاس فرشتے آئے ہوں گے اور کہتے ہوں گے کہ اسی دن کا تم سے وعدہ کیا جاتا رہا تھا۔ ایک آیت میں ہے ﴿يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ [3] الخ، جس دن تو مومن مردوں عورتوں کو دیکھے گا کہ ان کا نور ان کے آگے آگے اور دائیں طرف چل رہا ہوگا۔ لو تم خوشخبری سن لو کہ آج تمہیں وہ جنتیں ملیں گی۔ جن کے نیچے نہریں لہریں لے رہی ہیں۔ جہاں کی رہائش ہمیشہ کی ہوگی۔ یہی زبردست کامیابی ہے۔ اللہ کا وعدہ غلط نہیں ہوتا۔ وہ وعدہ خلافی نہیں کرتا' اس نے جو فرما دیا سچ ہے' ثابت ہے' اٹل ہے' یقینی اور ضروری ہے۔ یہ ہے پوری مقصد آوری' یہ ہے زبردست کامیابی' یہ ہے مراد کا ملنا اور یہ ہے گود کا بھرنا۔

وقف لازم

وَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۭ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۶۵﴾ اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ ۭ وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُرَكَاۗءَ ۭ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ﴿۶۶﴾ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ﴿۶۷﴾

ان کی باتوں سے تو ہرگز رنجیدہ نہ ہونا' یقیناً عزت تو سب کی سب اللہ ہی کی ہے۔ وہ ہے ہی سنتا جانتا ○ سن رکھو آسمانوں میں اور زمین میں جو ہے سب اللہ کا ہے۔ اللہ کے سوا اور شریکوں کو جو پکارتے ہیں وہ پیروی نہیں کرتے' وہ تو صرف وہم کی پیروی کرتے ہیں اور وہ تو محض اٹکل باندھتے ہیں ○ وہ اللہ ہے جس نے تمہارے آرام کے لئے رات بنادی ہے اور دن کو روشن دکھانے والا بنایا ہے' جو لوگ سنتے ہیں ان کے لئے تو اس میں بڑی بڑی نشانیاں ہیں ○

ساری عزت اللہ ہی کے لیے: ان مشرکوں کی باتوں کا کوئی رنج و غم نہ کر۔ اللہ تعالیٰ سے ان پر مدد طلب کر' اسی پر بھروسہ رکھ' ساری عزتیں اسی کے ہاتھ ہیں' وہ اپنے رسول کو' مومنوں کو عزت دے گا۔ وہ بندوں کی باتوں کو خوب سنتا ہے وہ ان کی حالتوں سے پورا خبردار ہے۔ آسمان و زمین کا وہی مالک ہے۔ اس کے سوا جن جن کو تم پوجتے ہو ان میں سے کوئی کسی چیز کا بھی اختیار نہیں رکھتا کوئی نفع نقصان ان کے بس کا نہیں۔ پھر ان کی عبادت بھی محض بے دلیل ہے۔ صرف گمان' اٹکل' جھوٹ اور افترا ہے۔ حرکت' رنج و تعب' تکلیف اور کام کاج سے راحت و آرام سکون و اطمینان حاصل کرنے کے لئے اللہ نے رات بنادی ہے۔ دن کو اس نے روشن اور اجالے والا بنادیا ہے تاکہ تم اس میں کام کاج کرو' معاش اور روزی کی فکر' سفر' تجارت' کاروبار کرسکو' ان دلیلوں میں بہت کچھ عبرت ہے لیکن اس سے فائدہ وہی اٹھاتے ہیں جو ان آیتوں کو دیکھ کر ان

---

[1] [صحیح: مستدرك حاكم (۱/۳۷) عبد الرزاق (۶۷۳۷) مسند احمد (۲۸۷/۴)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ امام ابن قیمؒ بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔ [تهذيب السنن (۳۳۷/۴)]

[2] [سورة الانبياء: آيت ۱۰۳] [3] [سورة الحديد: آيت ۱۲]

کے خالق کی عظمت وجبروت کا تصور باندھتے اور اس خالق ومالک کی قدر وعزت کرتے ہیں۔

قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ هُوَ الْغَنِيُّ ؕ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ اِنْ عِنْدَكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ بِهٰذَا ؕ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۸﴾ قُلْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ﴿۶۹﴾ مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُذِيْقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِيْدَ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ﴿۷۰﴾

کہتے ہیں کہ اللہ کی بھی اولاد ہے وہ پاک ہے وہ بے نیاز ہے آسمانوں میں زمین میں جو بھی ہے اسی کا ہے تمہارے پاس اس کی کوئی بھی دلیل نہیں اللہ پر کیوں وہ کہتے ہو جو نہیں جانتے ○ کہہ دے کہ اللہ پر جھوٹ افترا جو باندھتے ہیں وہ چھٹکارے سے محروم رہ جاتے ہیں ○ دنیا میں تو یونہی سا فائدہ اور بات ہے پھر ان سب کا لوٹنا تو ہماری طرف ہی ہے پھر تو ہم بھی انہیں ان کے کفر کے بدلے سخت عذاب چکھائیں گے ○

اللہ کی اولاد کا عقیدہ رکھنے والوں کا بطلان: جو لوگ اللہ کی اولاد مانتے تھے ان کے عقیدے کا بطلان بیان ہو رہا ہے کہ اللہ اس سے پاک ہے وہ سب سے بے نیاز ہے سب اس کے محتاج ہیں زمین وآسمان کی ساری مخلوق اس کی ملکیت ہے اس کی غلام ہے پھر ان میں سے کوئی اس کی اولاد کیسے ہو جائے؟ تمہارے اس جھوٹ اور بہتان کی خود تمہارے پاس بھی کوئی دلیل نہیں۔ تم تو اللہ پر بھی اپنی جہالت سے باتیں بنانے لگے۔ تمہارے اس کلمے سے تو ممکن ہے کہ آسمان پھٹ جائیں زمین شق ہو جائے پہاڑ ٹوٹ جائیں کہ تم اللہ رحمان کی اولاد ثابت کرنے بیٹھے ہو؟ بھلا اس کی اولاد کیسے ہوگی؟ اسے تو یہ لائق نہیں زمین آسمان کی ہر چیز اس کی غلامی میں حاضر ہونے والی ہے۔ سب اس کے شمار میں ہیں۔ سب کی گنتی اس کے پاس ہے۔ ہر ایک تنہا تنہا اس کے سامنے پیش ہونے والا ہے۔ یہ افترا پرداز گروہ ہر کامیابی سے محروم ہے۔ دنیا میں انہیں کچھ مل جائے تو وہ عذاب کا پیش خیمہ اور سزاؤں کی زیادتی کا باعث ہے۔ آخر ایک وقت آئے گا جب عذاب میں گرفتار ہو جائیں گے۔ سب کا لوٹنا اور سب کا اصلی ٹھکانا تو ہمارے ہاں ہے۔ یہ کہتے تھے اللہ کا بیٹا ہے۔ ان کے اس کفر کا ہم اس وقت ان کو بدلہ چکھائیں گے جو نہایت سخت اور بہت بدترین ہوگا۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ نُوْحٍ ۘ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَّقَامِيْ وَتَذْكِيْرِيْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ فَاَجْمِعُوْا اَمْرَكُمْ وَشُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ اَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوْا اِلَيَّ وَلَا تُنْظِرُوْنِ ﴿۷۱﴾ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَمَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ ؕ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۙ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۷۲﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَنَجَّيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ وَجَعَلْنٰهُمْ خَلٰٓئِفَ وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۷۳﴾

انہیں نوح کا احوال بھی سنا' جب کہ اس نے اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم کے لوگو! اگر تم پر میرا رہنا سہنا اور اللہ کی باتوں سے نصیحت کرنا گراں گزرتا ہو تو سنو میرا بھروسہ تو اللہ کی ذات پر ہے' تم سب مل کر اپنے شریکوں کو بھی لے کر اپنا مضبوط ارادہ مقرر کر لو دیکھو تمہارے کام میں کوئی کسر باقی نہ رہ جائے پھر میرے ساتھ جو کرنا ہے کر گزرو اور مجھے مطلقاً مہلت نہ دو○ اگر تم نے منہ پھیر لیا تو میں کسی بدلے کا تو تم سے خواہاں نہیں ہوں' میرا اجر تو میرے اللہ پر ہے مجھے یہی فرمایا گیا ہے کہ میں مسلمانوں میں رہوں○ لیکن پھر بھی انہوں نے اسے جھٹلایا آخر ہم نے اسے اور اس کے ساتھیوں کو کشتی میں بٹھا کر نجات دیدی اور ہم نے انہیں جانشین کر دیا اور ان سب کو ڈبو دیا جو ہماری آیتوں کو جھٹلا رہے تھے' تو آپ دیکھ لیں کہ جنہیں ڈرایا گیا تھا ان کا انجام کیسا کچھ ہوا○

نوح علیہ السلام کا تذکرہ: اے رسول ﷺ تو انہیں حضرت نوح علیہ السلام کے واقعہ کی خبر دے کہ ان کا اور ان کی قوم کا کیا حشر ہوا؟ جس طرح کفار مکہ تجھے جھٹلاتے اور ستاتے ہیں' قوم نوح علیہ السلام نے بھی یہی وطیرہ اختیار کر رکھا تھا۔ بالآخر سب کے سب غرق کر دیئے گئے' سارے کا فر دریا برد ہو گئے۔ پس انہیں بھی خبر دار رہنا چاہئے اور میری پکڑ سے بے خوف نہ ہونا چاہئے اس کے ہاں دیر ہے اندھیر نہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام نے ایک مرتبہ ان سے صاف فرمادیا کہ اگر تم پر یہ گراں گزرتا ہے کہ میں تم میں رہتا ہوں اور تمہیں اللہ کی باتیں سنا رہا ہوں' تم اس سے چڑتے ہو اور مجھے نقصان پہنچانے کے درپے ہو تو سنو میں صاف کہتا ہوں کہ میں تم سے نڈر ہوں۔ مجھے تمہاری کوئی پرواہ نہیں۔ میں تمہیں کوئی چیز نہیں سمجھتا۔ میں تم سے مطلقاً نہیں ڈرتا۔ تم سے جو ہو سکے کر لو' میرا جو بگاڑ سکو بگاڑ لو۔ تم اپنے ساتھ اپنے شریکوں اور اپنے جھوٹے معبودوں کو بھی بلا لو اور مل جل کر مشورے کر کے بات کھول کر پوری قوت کے ساتھ مجھ پر حملہ کرو' تمہیں قسم ہے جو میرا بگاڑ سکتے ہو اس میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھو' مجھے بالکل مہلت نہ دو' اچانک گھیر لو' میں بالکل بے خوف ہوں' اس لئے کہ تمہاری روش کو میں باطل جانتا ہوں۔ میں حق پر ہوں' حق کا ساتھی اللہ ہوتا ہے' میرا بھروسہ اسی کی عظیم الشان ذات پر ہے' مجھے اسکی قدرت کی بڑائی معلوم ہے۔ یہی حضرت ہود علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ اللہ کے سوا جس کی بھی تم پوجا کر رہے ہو۔ میں تم سے اور ان سے بالکل بری ہوں' خوب کان کھول کر سن لو' اللہ بھی سن رہا ہے' تم سب مل کر میرے خلاف کوشش کر لو' میں تو تم سے مہلت بھی نہیں مانگتا۔ میرا بھروسہ اپنے اور تمہارے حقیقی مربی پر ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام فرماتے ہیں اگر تم اب بھی مجھے جھٹلاؤ میری اطاعت سے منہ پھیر لو تو میرا اجر ضائع نہیں جائے گا۔ کیونکہ میرا اجر دینے والا میرا مربی ہے' مجھے تم سے کچھ نہیں لینا۔ میری خیر خواہی' میری تبلیغ کسی معاوضے کی بنا پر نہیں' مجھے تو جو اللہ کا حکم ہے میں اس کی بجا آوری میں لگا ہوا ہوں' مجھے اس کی طرف سے مسلمان ہونے کا حکم دیا گیا ہے سو الحمدللہ میں مسلمان ہوں۔ اللہ کا پورا فرماں بردار ہوں۔ تمام نبیوں کا دین اول سے آخر تک صرف اسلام ہی رہا ہے۔ گو احکام میں قدرے اختلاف رہا ہو۔ جیسے فرمان ہے ہر ایک کے لئے راہ اور طریقہ ہے۔ دیکھئے یہ نوح علیہ السلام جو اپنے آپ کو مسلم بتاتے ہیں۔ یہ ہیں ابراہیم علیہ السلام جو اپنے آپ کو مسلم بتاتے ہیں۔ اللہ ان سے فرماتا ہے اسلام لا۔ وہ جواب دیتے ہیں رب العالمین کے لئے میں اسلام لایا۔ اسی کی وصیت آپ اور حضرت یعقوب علیہ السلام اپنی اولاد کو کرتے ہیں کہ اے میرے بیٹو! اللہ نے تمہارے لئے اسی دین کو پسند فرما لیا ہے۔ خبردار

یادرکھنا! مسلم ہونے کی حالت میں ہی موت آئے۔ حضرت یوسف علیہ السلام اپنی دعا میں فرماتے ہیں اللہ مجھے اسلام کی حالت میں موت دینا موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم سے فرماتے ہیں کہ اگر تم مسلمان ہو تو اللہ پر توکل کرو۔ آپ کے ہاتھ پر ایمان قبول کرنے والے جادوگر اللہ سے دعا کرتے ہوئے کہتے ہیں تو ہمیں مسلمان اٹھانا۔ بلقیس رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے ہاتھ پر مسلمان ہوتی ہوں۔ قرآن فرماتا ہے کہ تورات کے مطابق وہ انبیاء حکم فرماتے ہیں جو مسلمان ہیں۔ حواری حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہتے ہیں آپ گواہ رہیے ہم مسلمان ہیں۔ خاتم الرسل سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے شروع کی دعا کے آخر میں فرماتے ہیں۔ میں اول مسلمان ہوں یعنی اس امت میں۔ [1] ایک حدیث میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ہم انبیاء ایسے ہیں جیسے ایک باپ کی اولاد دین ایک اور بعض بعض احکام جداگانہ۔ [2] پس توحید میں سب یکساں ہیں گو فروعی احکام میں علیحدگی ہو۔ جیسے دو بھائی جن کا باپ ایک ہو مائیں جدا جدا ہوں۔ پھر فرماتا ہے قومِ نوح نے نوح نبی علیہ السلام کو نہ مانا بلکہ انہیں جھوٹا کہا آخر ہم نے انہیں غرق کر دیا۔ نوح نبی علیہ السلام کو مع ایمانداروں کے اس بدترین عذاب سے ہم نے صاف بچالیا۔ کشتی میں سوار کر کے انہیں طوفان سے محفوظ رکھ لیا۔ وہ ہی وہ زمین پر باقی رہے پس ہماری اس قدرت کو دیکھ لے کہ کس طرح ظالموں کا نام ونشان مٹادیا اور کس طرح مومنوں کو بچالیا۔

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنۢ بَعْدِهٖ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ۚ كَذٰلِكَ نَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۷۴﴾

نوح کے بعد بھی ہم نے پیغمبروں کو ان کی قوموں کی طرف بھیجا وہ ان کے پاس دلیلیں لے کر پہنچے مگر جس چیز کو وہ پہلے سے جھٹلا چکے تھے اس پر ایمان لانے کے لئے وہ تیار نہ ہوئے حد سے نکل جانے والوں کے دلوں پر ہم اسی طرح مہر لگا دیتے ہیں ○

پیغمبروں کا سلسلہ: حضرت نوح علیہ السلام کے بعد بھی رسولوں کا سلسلہ جاری رہا ہر رسول اپنی قوم کی طرف اللہ کا پیغام اور اپنی سچائی کی دلیلیں لے کر آتا رہا۔ لیکن عموماً ان سب کے ساتھ بھی لوگوں کی وہی پرانی روش رہی۔ یعنی ان کی سچائی کو تسلیم نہ کیا جیسے آیت ﴿وَنُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ﴾ [3] الخ میں ہے۔ پس ان کی حد سے بڑھ جانے کی وجہ سے جس طرح ان کے دلوں پر مہر لگ گئی۔ اسی طرح ان جیسے تمام لوگوں کے دل مہر زدہ ہو جاتے ہیں اور عذاب دیکھ لینے سے پہلے انہیں ایمان نصیب نہیں ہوتا۔ یعنی نبیوں اور ان کے تابعداروں کو بچالینا اور مخالفین کو ہلاک کرنا۔ حضرت نوح علیہ السلام کے بعد سے برابر یہی ہوتا رہا۔ حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے میں بھی انسان زمین پر آباد تھے۔ جب ان میں بت پرستی شروع ہوگئی تو اللہ تعالیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیغمبر حضرت نوح علیہ السلام کو ان میں بھیجا۔ یہی وجہ ہے کہ جب قیامت کے دن

---

[1] [صحیح: صحیح مسلم : کتاب صلاۃ المسافرین : باب صلاۃ النبی و دعائہ (۷۷۱)]

[2] [صحیح: صحیح بخاری : کتاب احادیث الانبیاء : باب قول اللہ تعالی واذ کر فی الکتاب مریم (۳۴۴۳) صحیح مسلم : کتاب الفضائل : باب فضائل عیسی (۲۳۶۵)]

[3] [سورۃ الانعام: آیت ۱۱۰]

لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس سفارش کی درخواست لے کر جائیں گے تو کہیں گے کہ آپ پہلے رسول ہیں۔ جنہیں اللہ تعالیٰ نے زمین والوں کی طرف مبعوث فرمایا۔ [1] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کے درمیان دس زمانے گزرے اور وہ سب اسلام میں ہی گزرے اسی لئے فرمانِ اللہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے بعد کے آنے والے کو ہم نے ان کی بدکرداریوں کے باعث ہلاک کر دیا۔ مقصود یہ کہ ان باتوں کو سن کر مشرکین عرب ہوشیار ہو جائیں کیونکہ وہ سب سے افضل و اعلیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلا رہے ہیں۔ پس جب کہ ان سے کم مرتبہ نبیوں اور رسولوں کے جھٹلانے پر ایسے دہشت افزا عذاب سابقہ لوگوں پر نازل ہو چکے ہیں تو اس سید المرسلین امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے جھٹلانے پر ان سے بھی بدترین عذاب ان پر نازل ہوں گے۔

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى وَهٰرُوْنَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَاۡئِهٖ بِاٰيٰتِنَا فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴿٧٥﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْٓا اِنَّ هٰذَا لَسِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿٧٦﴾ قَالَ مُوْسٰٓى اَتَقُوْلُوْنَ لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَكُمْ ؕ اَسِحْرٌ هٰذَا ؕ وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُوْنَ ﴿٧٧﴾ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا وَتَكُوْنَ لَكُمَا الْكِبْرِيَآءُ فِى الْاَرْضِ ؕ وَمَا نَحْنُ لَكُمَا بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿٧٨﴾

ان کے بعد ہم نے موسیٰ اور ہارون کو فرعون اور اس کی قوم کی طرف اپنی نشانیاں دے کر بھیجا پس انہوں نے تکبر کیا وہ سب تھے ہی گنہگار لوگ ○ ان کے پاس جب ہماری طرف سے حق آ پہنچا تو کہنے لگے کہ یہ تو صریح جادو ہے ○ موسیٰ نے کہا اس سچی بات کو جب کہ وہ تمہارے پاس آ چکی تم یوں کہہ رہے ہو۔ کیا یہ جادو ہے؟ سنو جادوگر کامیاب نہیں ہوتے ○ وہ کہنے لگے کہ کیا تو ہمارے پاس اس لئے آیا ہے کہ ہمیں اس دین سے پھیر دے جس پر ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا ہے؟ اور تم دونوں کی ہی سرداری اس ملک میں ہو جائے؟ ہم تو تمہاری مان کر دینے کے نہیں ○

ان نبیوں کے بعد ہم نے موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو فرعون اور اس کی قوم کے پاس بھیجا۔ اپنی دلیلیں اور حجتیں عطا فرما کر بھیجا۔ لیکن آل فرعون نے بھی اتباع حق سے تکبر کیا اور تھے بھی پکے مجرم اور قسمیں کھا کر کہا کہ یہ تو صریح جادو ہے۔ حالانکہ دل قائل تھے کہ یہ حق ہے لیکن صرف اپنی بڑھی چڑھی خودداری اور ظلم کی عادت سے مجبور تھے۔ اس پر موسیٰ علیہ السلام نے سمجھایا کہ اللہ کے سچے دین کو جادو کہہ کر کیوں اپنی ہلاکت کو بلا رہے ہو؟ کہیں جادوگر بھی کامیاب ہوتے ہیں؟ ان پر اس نصیحت نے بھی الٹا اثر کیا اور دو اعتراض اور جڑ دیئے کہ تم تو ہمیں اپنے باپ دادا کی روش سے ہٹا رہے ہو۔ اور اس سے نیت تمہاری یہی ہے کہ اس ملک کے مالک بن جاؤ۔ سو بکتے رہو ہم تو تمہارے ماننے کے نہیں۔ اس قصے کو قرآن کریم میں بار بار دہرایا گیا ہے اس لئے کہ یہ عجیب و غریب قصہ ہے۔ فرعون موسیٰ سے بہت ڈرتا بچتا رہا۔

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب احادیث الانبیاء: باب قول اللہ عزوجل: ولقد ارسلنا نوحا الی قومہ (۳۳۴۰) صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب ادنی اھل الجنۃ منزلۃ فیھا (۱۹۴)]

لیکن قدرت نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے نبی کو اسی کے ہاں پلوایا اور شاہزادوں کی طرح عزت کے گہوارے میں جھلایا۔ جب جوانی کی عمر کو پہنچے تو ایک ایسا سبب کھڑا کر دیا کہ یہاں سے آپ چلے گئے۔ پھر جناب باری نے ان سے خود کلام کیا۔ نبوت و رسالت دی اور اسی کے ہاں پھر بھیجا۔ فقط ایک ہارون علیہ السلام کو ساتھ لے کر آپ نے یہاں آکے اس عظیم الشان سلطان کے رعب ودبدبے کی کوئی پرواہ نہ کر کے اسے دین حق کی دعوت دی۔ اس سرکش نے اس پر بہت برا منایا اور کمینہ پن پر اتر آیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے دونوں رسولوں کی خود ہی حفاظت کی وہ معجزات اپنے نبی علیہ السلام کے ہاتھوں ظاہر کئے کہ ان کے دل ان کی نبوت مان گئے۔ لیکن تاہم ان کا نفس ایمان پر آمادہ نہ ہوا اور یہ اپنے کفر سے ذرا بھی ادھر ادھر نہ ہوئے۔ آخر اللہ کا عذاب آ ہی گیا۔ اور ان کی جڑیں کاٹ دی گئیں۔ فالحمد للہ۔

وَقَالَ فِرْعَوْنُ ائْتُونِي بِكُلِّ سَاحِرٍ عَلِيمٍ ﴿٧٩﴾ فَلَمَّا جَاءَ السَّحَرَةُ قَالَ لَهُمْ مُوسَىٰ أَلْقُوا مَا أَنْتُمْ مُلْقُونَ ﴿٨٠﴾ فَلَمَّا أَلْقَوْا قَالَ مُوسَىٰ مَا جِئْتُمْ بِهِ السِّحْرُ ۖ إِنَّ اللَّهَ سَيُبْطِلُهُ ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِينَ ﴿٨١﴾ وَيُحِقُّ اللَّهُ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ ﴿٨٢﴾

رکوع ۱۴

فرعون کہنے لگا کہ میرے پاس ہر ایک دانا جادوگر کو لے آؤ ○ جب جادوگر جمع ہو گئے تو موسیٰ نے کہا کہ تمہیں جو کچھ ڈالنا ہے ڈال دو ○ جب انہوں نے ڈال دیا تو موسیٰ نے کہا یہ جو کچھ تم لائے ہو یہ تو جادو ہے' اسے تو اللہ تعالیٰ ابھی درہم برہم کردے گا ایسے مفسدوں کا کام اللہ تعالیٰ سنوارتا نہیں ○ وہ تو حق کو اپنے فرمان سے ثابت کر دکھائے گا گو گنہگار اسے ناپسند کرتے ہیں ○

موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے جادوگر: سورۂ اعراف' سورۂ طٰہٰ' سورۂ شعراء اور اس سورت میں بھی فرعونی جادوگروں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ بیان فرمایا گیا ہے۔ ہم نے اس پورے واقعہ کی تفصیل سورۂ اعراف کی تفسیر میں لکھ دی ہے۔ فرعون نے جادوگروں اور شعبدہ بازوں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزے کا مقابلہ کرنے کی ٹھان لی۔ اس کے لئے انتظامات کئے۔ قدرت نے بھرے میدان میں اسے شکست فاش دی اور خود جادوگر حق کو مان گئے وہ سجدے میں گر کر اللہ اور اس کے دونوں نبیوں پر وہیں ایمان لائے اور اپنے ایمان کا غیر مشتبہ الفاظ میں سب کے سامنے فرعون کی موجودگی میں اعلان کر دیا۔ اس وقت فرعون کا منہ کالا ہو گیا اور اللہ کے دین کا بول بالا ہوا۔ اس نے اپنی سپاہ اور جادوگروں کے جمع کرنے کا حکم دیا۔ یہ آئے' صفیں باندھ کر کھڑے ہوئے' فرعون نے ان کی کمر ٹھونکی انعام کے وعدے دیئے' انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کر بولو اب ہم پہلے اپنا کرتب دکھائیں یا تو پہل کرتے ہو۔ آپ نے اسی بات کو بہتر سمجھا کہ ان کے دل کی بھڑاس پہلے نکل جائے۔ لوگ ان کے تماشے اور باطل کے ہتھکنڈے پہلے دیکھ لیں۔ پھر حق آئے اور باطل کا صفایا کر جائے' یہ اچھا اثر ڈالے گا' اس لئے آپ نے انہیں فرمایا کہ تمہیں جو کرنا ہے شروع کر دو۔ انہوں نے لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر کے انہیں ہیبت زدہ کرنے کا زبردست مظاہرہ کیا جس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دل میں بھی خطرہ پیدا ہو گیا۔ فوراً اللہ کی طرف سے وحی اتری کہ خبردار ڈرنا

مت۔ اپنے دائیں ہاتھ کی لکڑی زمین پر ڈال دے وہ ان کے سوڈھکو سلے صاف کردے گی۔ یہ جادو کے مکر کی صفت ہے۔ اس میں اصلیت کہاں انہیں اوج وفلاح کیسے نصیب ہو؟ اب حضرت موسیٰ علیہ السلام سنبھل گئے اور زور دے کر پیشگوئی کی کہ تم تو یہ سب جادو کے کھلونے بنالائے ہو دیکھنا اللہ تعالیٰ انہیں ابھی درہم برہم کردے گا۔ تم فسادیوں کے اعمال دیرپا ہو ہی نہیں سکتے۔ حضرت لیث بن ابی سلیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ ان آیتوں میں اللہ کے حکم سے جادو کی شفا ہے۔ ایک برتن میں پانی لے کراس پر یہ آیتیں پڑھ کردم کردیا جائے اور جس پر جادو کردیا گیا ہواس کے سر پر وہ پانی بہادیا جائے ﴿فَلَمَّا أَلْقَوْا﴾ سے ﴿كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ﴾ [1] تک کی یہ آیتیں اور آیت ﴿فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ [2] سے چار آیتوں تک اور آیت ﴿إِنَّمَا صَنَعُوا كَيْدُ سَاحِرٍ وَلَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ أَتَى﴾ [3] (ابن ابی حاتم)

فَمَآ اٰمَنَ لِمُوْسٰٓى اِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ عَلٰى خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهِمْ اَنْ
يَّفْتِنَهُمْ ۭ وَاِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِي الْاَرْضِ ۚ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿٨٣﴾

پس فرعون کی قوم کی کچھ اولاد کے سوا موسیٰ پر کوئی بھی ایمان نہ لایا فرعون اور اپنی قوم کے ڈر کی وجہ سے کہ کہیں وہ انہیں تکلیف نہ پہنچائے' اس ملک میں فرعون تھا بھی سرکش' اور تھا بھی وہ انصاف کی حد سے گزر جانے والوں میں ○

معجزے دیکھنے کے بعد بھی بہت کم فرعونی ایمان لائے: ان زبردست روشن دلیلوں کے اور معجزوں کے باوجود حضرت موسیٰ علیہ السلام پر بہت کم فرعونی ایمان لاسکے۔ کیونکہ ان کے دل میں فرعون کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی۔ یہ خبیث رعب دبدبے والا بھی تھا اور ترقی پر بھی تھا۔ حق ظاہر ہوگیا تھا لیکن کسی کو اس کی مخالفت کی جرأت نہیں تھی۔ ہر ایک کو خوف تھا کہ اگر آج میں ایمان لے آیا تو کل اس کی سخت سزاؤں سے مجبور ہو کر دین حق چھوڑنا پڑے گا۔ پس بہت کم ایسے جانباز موحد نکلے جنہوں نے اس کی سلطنت اور سزا کی کوئی پرواہ نہ کی اور حق کے سامنے سر جھکا دیا۔ ان میں خصوصیت سے قابل ذکر فرعون کی بیوی تھی اس کی آل کا ایک اور شخص تھا ایک جو فرعون کا خزانچی تھا۔ اس کی بیوی تھی وغیرہ رضی اللہ عنہم اجمعین۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ مراد اس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر بنی اسرائیل کی تھوڑی سی تعداد کا ایمان لانا ہے۔ یہ بھی مروی ہے کہ ذریت سے مراد قلیل ہے یعنی بہت کم لوگ۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اولاد بھی مراد ہے۔ یعنی جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نبی بن کر آئے اس وقت جو لوگ تھے ان کی موت کے بعد ان کی اولاد میں سے کچھ لوگ ایمان لائے۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ تو قول مجاہد رحمہ اللہ کو پسند فرماتے ہیں کہ ((قَوْمِهٖ)) میں ضمیر کا مرجع حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں کیونکہ یہی نام اس سے قریب ہے۔ لیکن یہ محل نظر ہے کیونکہ ذریت کے لفظ کا تقاضا جوان اور کم عمر لوگ ہیں اور بنو اسرائیل تو سب کے سب مومن تھے جیسا کہ مشہور ہے یہ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے آنے کی خوشیاں منا رہے تھے ان کی کتابوں میں تو موجود تھا کہ اس طرح اللہ کے نبی علیہ السلام آئیں گے اور ان کے ہاتھوں

---

[1] [یونس: ۸۱، ۸۲] [2] [الاعراف: ۱۱۸] [3] [طہ: ۶۷، ۶۹]

انہیں فرعون کی غلامی کی ذلت سے نجات ملے گی ان کی کتابوں کی یہی بات تو فرعون کے ہوش وحواس گم کیئے ہوئی تھی جس کی وجہ سے اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دشمنی پر کمر کس لی تھی اور آپ کی نبوت کے ظاہر ہونے سے پہلے اور آپ کے آنے سے پہلے اور آپ کے آجانے کے بعد ہم تو اس کے ہاتھوں بہت ہی تنگ کیئے گئے ہیں۔ آپ نے انہیں تسلی دی کہ جلدی نہ کرو۔ اللہ تمہارے دشمن کا ناس کرے گا' تمہیں ملک کا مالک بنائے گا پھر دیکھے گا کہ تم کیا کرتے ہو؟ پس یہ تو سمجھ میں نہیں آتا کہ اس آیت سے مراد قوم موسیٰ کی نئی نسل ہو۔ اور یہ کہ بنو اسرائیل میں سے سوائے قارون کے اور کوئی دین کا چھوڑنے والا ایسا نہ تھا جس کے فتنے میں پڑ جانے کا خوف ہو۔ قارون قوم موسیٰ میں سے تھا لیکن وہ باغی تھا فرعون کا دوست تھا۔ اس کے حاشیہ نشینوں میں تھا' اس سے گہرے تعلق رکھتا تھا۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ ((مَلَاۡئِهِمْ)) میں ضمیر فرعون کی طرف عائد ہے اور بطور اس کی تابعداری کرنے والوں کی زیادتی کے ضمیر جمع کی لائی گئی ہے۔ یا یہ کہ فرعون سے پہلے الفاظ ((ال)) جو مضاف تھا محذوف کر دیا گیا ہے۔ اور مضاف الیہ اس کے قائم مقام رکھ دیا ہے انکا قول بھی بہت دور کا ہے۔ گو امام ابن جریر رحمہ اللہ نے بعض نحویوں سے بھی ان دونوں اقوال کی حکایت کی ہے اور اس سے اگلی آیت جو آ رہی ہے وہ بھی دلالت کرتی ہے کہ بنی اسرائیل سب مومن تھے۔

وَقَالَ مُوْسٰى يٰقَوْمِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوْۤا اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ ﴿۸۴﴾ فَقَالُوْا عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ۚ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۸۵﴾ وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۸۶﴾

موسیٰ نے کہا میری قوم کے لوگو اگر تمہارا اللہ پر ایمان ہے اور تم سچے حکم بردار ہو تو تم اسی پر پورا بھروسہ بھی کرو○ انہوں نے جواب دیا کہ ہمارا بھروسہ اللہ ہی پر ہے' اے ہمارے پروردگار تو ہمیں ظالم لوگوں کے لئے فتنہ نہ بنا○ اور ہمیں اپنی رحمت سے اس کافر قوم سے نجات عطا فرما○

اہل ایمان کو چاہیے کہ اللہ پر پورا بھروسہ رکھیں: حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم بنی اسرائیل سے فرماتے ہیں کہ اگر تم مومن مسلمان ہو تو اللہ پر بھروسہ رکھو۔ جو اس پر بھروسہ کرے وہ اسے کافی ہے عبادت و توکل دونوں ہم پلہ چیزیں ہیں۔ فرمانِ رب ہے ﴿فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ﴾ [1] اسی کی عبادت کر اور اسی پر بھروسہ رکھ۔ ایک اور آیت میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتا ہے۔ کہہ دے کہ رب رحمان پر ہم ایمان لائے اور اسی کی ذات پاک پر ہم نے توکل کیا۔ [2] فرماتا ہے مشرق و مغرب کا رب جو عبادت کے لائق معبود ہے' جس کے سوا پرستش کے لائق اور کوئی نہیں۔ تو اسی کو اپنا وکیل و کارساز بنا لے۔ [3] تمام ایمانداروں کو جو سورت پانچوں نمازوں میں تلاوت کرنے کا حکم ہوا اس میں بھی ان کی زبانی اقرار کرایا گیا کہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد طلب کرتے ہیں۔ [4] بنو اسرائیل نے اپنے نبی علیہ السلام کا یہ حکم سن کر اطاعت کی اور جواباً عرض کیا کہ "ہمارا بھروسہ اپنے رب پر ہی ہے۔ پروردگار تو ہمیں ظالموں

[1] [سورۃ ھود: آیت ۱۲۳]
[2] [سورۃ الملک: آیت ۲۹]
[3] [سورۃ مزمل: آیت ۹]
[4] [سورۃ فاتحہ: آیت ۵]

کے لئے فتنہ نہ بنا کہ وہ ہم پر غالب رہ کر یہ سمجھنے لگیں کہ اگر یہ حق پر ہوتے اور ہم باطل پر ہوتے تو ہم ان پر غالب کیسے رہ سکتے؟۔'' یہ مطلب بھی اس دعا کا بیان کیا گیا ہے کہ ''اللہ ہم پر ان کے ہاتھوں عذاب مسلط نہ کرانا'' نہ اپنے پاس سے کوئی عذاب ہم پر نازل فرما کہ یہ لوگ کہنے لگیں کہ اگر بنی اسرائیل حق پر ہوتے تو ہماری سزائیں کیوں بھگتتے یا اللہ کے عذاب ان پر کیوں اترتے؟ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اگر یہ ہم پر غالب رہے تو ایسا نہ ہو کہ یہ کہیں ہمارے سچے دین سے ہمیں ہٹانے کے لئے کوششیں کریں۔ اور اے پروردگار ان کافروں سے جنہوں نے حق سے انکار کر دیا ہے' حق کو چھپا لیا ہے تو ہمیں نجات دے' ہم تجھ پر ایمان لائے ہیں اور ہمارا بھروسہ صرف تیری ذات پاک پر ہے۔

وَ اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰى وَ اَخِيْهِ اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوْتًا وَّاجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۷﴾

ہم نے موسیٰ اور اس کے بھائی کو وحی کی کہ اپنی قوم کے لئے مصر کے گھروں میں جگہ کرو اور اپنے گھر قبلہ بنا لو اور نماز کو قائم رکھو' اور تو ایمانداروں کو بشارت سنا دے ○

بنی اسرائیل کی فرعون سے نجات: بنی اسرائیل کا فرعون اور فرعون کی قوم سے نجات پانا' اس کی کیفیت بیان ہو رہی ہے دونوں نبیوں کو اللہ کی وحی ہوئی کہ ''اپنی قوم کے لئے مصر میں گھر بنا لو۔ اور اپنے گھروں کو مسجدیں مقرر کر لو۔ اور خوف کے وقت گھروں میں ہی نماز ادا کر لیا کرو'' ۔ چنانچہ فرعون کی سختی بہت بڑھ گئی تھی۔ اس لئے انہیں کثرت سے نماز ادا کرنے کا حکم ہوا۔ یہی حکم اس امت کو ہے کہ ایمان دار وصبر اور نماز سے مدد چاہو۔ [1] حضور ﷺ کی عادت مبارک بھی یہی تھی کہ جب کوئی گھبراہٹ ہوتی فوراً نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے۔ [2] یہاں بھی حکم ہوتا ہے کہ اپنے گھروں کو قبلہ بنا لو' اے نبی ﷺ! ان مومنوں کو تم بشارت دو انہیں دار آخرت میں ثواب ملے گا اور دنیا میں ان کی تائید ونصرت ہو گی۔ اسرائیلیوں نے اپنے نبی علیہ السلام سے کہا تھا کہ فرعونیوں کے سامنے ہم اپنی نماز اعلان سے نہیں پڑھ سکتے تو اللہ نے انہیں حکم دیا کہ اپنے گھر قبلہ رو ہو کر وہیں نماز ادا کر سکتے ہو اپنے گھر آمنے سامنے بنانے کا حکم ہو گیا۔

وَقَالَ مُوْسٰى رَبَّنَآ اِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَاَهٗ زِيْنَةً وَّ اَمْوَالًا فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِكَ ۚ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓى اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿۸۸﴾ قَالَ قَدْ اُجِيْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا فَاسْتَقِيْمَا وَلَا تَتَّبِعٰٓنِّ سَبِيْلَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۸۹﴾

---

[1] [سورۃ البقرہ: آیت ۱۵۳]

[2] [حسن: ابوداؤد: کتاب التطوع: باب وقت قیام النبی (۱۳۱۹)] شیخ البانیؒ اسے حسن کہتے ہیں۔ [صحیح الجامع الصغیر (۴۷۰۳) صحیح ابوداود]

موسیٰ نے دعا کی کہ اے ہمارے پروردگار تو نے فرعون کو اور اس کے سرداروں کو دنیا کی زندگی کی آرائش اور مال دے رکھا ہے۔اے ہمارے رب یہ اس لئے کہ وہ تیری راہ سے بہکاتے پھریں' اے ہمارے پروردگار تو ان کے مال کو نیست ونابود کردے اور ان کے دلوں کو سخت کردے کہ وہ جب تک دردناک عذاب نہ دیکھ لیں ایمان نہ لائیں ○ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم دونوں کی دعا قبول کرلی گئی اب تم استقلال رکھو اور بے علموں کی راہ کے پیچھے ہرگز نہ لگو ○

جب ظلم حد سے بڑھا تو موسیٰ علیہ السلام کی بد دعا: جب فرعون اور فرعونیوں کا تکبر، تجبّر، تعصب بڑھتا ہی گیا۔ظلم وستم بے رحمی اور جفا کاری انتہا کو پہنچ گئی تو اللہ کے صابر نبیوں نے ان کے لئے بد دعا کی کہ یا اللہ! تو نے انہیں دنیا کی زینت و مال خوب خوب دیا اور تو بخوبی جانتا ہے کہ وہ تیرے حکم کے مطابق مال خرچ نہیں کرتے۔ یہ صرف تیری طرف سے انہیں ڈھیل اور مہلت ہے۔ یہ مطلب تو ہے جب ﴿لِيَضِلُّوا﴾ پڑھا جائے جو ایک قرأت ہے اور جب ﴿لِيُضِلُّوا﴾ پڑھیں تو مطلب یہ ہے کہ یہ اس لئے کہ وہ اوروں کو گمراہ کریں جن کی گمراہی تیری چاہت میں ہے ان کے دل میں یہ خیال پیدا ہوگا کہ یہی لوگ اللہ کے محبوب ہیں ورنہ اتنی دولت مندی اور اس قدر عیش عشرت انہیں کیوں نصیب ہوتا؟ اب ہماری دعا ہے کہ ان کے یہ مال تو غارت اور تباہ کردے۔ چنانچہ ان کے تمام مال اسی طرح پتھر بن گئے۔سونا چاندی ہی نہیں بلکہ کھیتیاں تک پتھر کی ہوگئیں۔ حضرت محمد بن کعب اس سورۂ یونس کی تلاوت امیر المومنین حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کے سامنے کر رہے تھے جب اس آیت تک پہنچے تو خلیفۃ المسلمین نے سوال کیا کہ یہ طمس کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا ان کے مال پتھر بنا دیئے گئے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنا صندوقچہ منگوا کر اس میں سے سفید چنا نکال کر دکھایا جو پتھر بن گیا تھا۔ [1] اور دعا کی کہ پروردگار ان کے دل سخت کردے اور ان پر مہر لگادے کہ انہیں عذاب دیکھنے تک ایمان لانا نصیب نہ ہو۔ یہ بد دعا صرف دینی حمیت اور دینی دل سوزی کی وجہ سے تھی یہ غصہ اللہ اور اس کے دین کی خاطر تھا۔ جب دیکھ لیا اور مایوسی کی حد آ گئی حضرت نوح علیہ السلام کی دعا ہے کہ الٰہی زمین پر کسی کافر کو زندہ نہ چھوڑ ورنہ اوروں کو بھی بہکائیں گے اور جو نسل ان کی ہوگی وہ بھی انہی جیسی بے ایمان بدکار ہوگی۔ [2] جناب باری نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام دونوں بھائیوں کی یہ دعا قبول فرمائی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام دعا کرتے جاتے تھے اور حضرت ہارون علیہ السلام آمین کہتے جاتے تھے۔اسی وقت وحی آئی کہ تمہاری یہ دعا مقبول ہوگئی' سے دلیل پکڑی گئی ہے کہ آمین کا کہنا بمنزلہ دعا کرنے کے ہے کیونکہ دعا کرنے والے صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام تھے آمین کہنے والے حضرت ہارون علیہ السلام تھے لیکن اللہ نے دعا کی نسبت دونوں کی طرف کی پس مقتدی کے آمین کہہ لینے سے گویا فاتحہ کا پڑھ لینے والا ہے۔پس اب تم دونوں بھائی میرے حکم پر مضبوطی سے جم جاؤ۔ جو میں کہوں بجالاؤ۔اس دعا کے بعد فرعون چالیس ماہ زندہ رہا کوئی کہتا ہے چالیس دن۔

---

[1] [ضعیف : اخرجه ابن المنذر وابو الشيخ كما في الدر المنثور للسيوطی (٥٦٦/٣)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند ابو معشر کی وجہ سے ضعیف ہے۔]

[2] [سورۃ نوح: آیت ٢٧]

وَجٰوَزْنَا بِبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ الْبَحْرَ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ بَغْیًا وَّعَدْوًا ؕ حَتّٰیٓ اِذَآ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ ۙ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِیْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ﴿۹۰﴾ آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ ﴿۹۱﴾ فَالْیَوْمَ نُنَجِّیْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰیَةً ؕ وَاِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰیٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ ﴿۹۲﴾

ع ۱۴

ہم نے بنی اسرائیل کو دریا پار کر دیا فرعون اپنے لشکروں سمیت ظلم و زیادتی سے ان کے پیچھے لگ گیا تھا۔ یہاں تک کہ جب اسے ڈوبنے کی مصیبت نے آدبوچا تو کہنے لگا کہ میں ایمان لاتا ہوں کہ کوئی بھی لائق عبادت نہیں بجز اس اللہ کے جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں اور میں مسلمانوں میں شامل ہوتا ہوں ○ کیا اب؟ حالانکہ تو اس سے پہلے خوب نافرمانیاں کر چکا ہے اور مفسدوں میں رہ چکا ہے ○ اچھا آج ہم تیرے جسم کو بچالیں گے کہ تو اپنے بعد والوں کے لئے نشان بن جائے' بے شک اکثر لوگ ہماری آیتوں سے البتہ غافل ہیں ○

فرعون اور آل فرعون کی غرقابی: فرعون اور اس کے لشکریوں کے غرق ہونے کا واقعہ بیان ہو رہا ہے۔ بنی اسرائیل جب اپنے نبی کے ساتھ چھ لاکھ کی تعداد میں جو بال بچوں کے علاوہ تھی' مصر سے نکل کھڑے ہوئے اور فرعون کو یہ خبر پہنچی تو اس نے بڑا ہی تاؤ کھایا اور زبردست لشکر جمع کر کے اپنے تمام لوگوں کو لے کر ان کے پیچھے لگا۔ اس نے تمام لاؤ لشکر کو تمام سرداروں' فوجوں' رشتے کنبے کے تمام لوگ اور کل ارکان سلطنت کو اپنے ساتھ لے لیا تھا۔ اپنے پورے ملک میں کسی صاحب حیثیت شخص کو باقی نہیں چھوڑا تھا۔ بنی اسرائیل جس راہ گئے تھے اسی راہ یہ بھی نہایت تیزی سے جا رہا تھا۔ ٹھیک سورج چڑھے' اس نے انہیں اور انہوں نے اسے دیکھ لیا۔ بنی اسرائیل گھبرا گئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگے لو اب پکڑ لئے گئے کیونکہ سامنے دریا تھا اور پیچھے لشکر فرعون' نہ آگے بڑھ سکتے تھے' نہ پیچھے ہٹ سکتے تھے۔ آگے بڑھتے تو ڈوبتے پیچھے ہٹتے تو قتل ہوتے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں تسکین دی اور فرمایا میں اللہ کے بتائے ہوئے راستے سے تمہیں لئے جا رہا ہوں۔ میرا رب میرے ساتھ ہے۔ وہ مجھے کوئی نہ کوئی نجات کی راہ بتلا دے گا۔ تم بے فکر رہو۔ وہ سختی کو آسانی سے' تنگی کو فراخی سے بدلنے پر قادر ہے۔ اسی وقت وحی آئی کہ اپنی لکڑی دریا پر مار دے۔ آپ نے یہی کیا۔ اس وقت پانی پھٹ گیا' راستے دے دیئے اور پہاڑ کی طرح پانی کھڑا ہو گیا۔ ان کے بارہ قبیلے تھے۔ بارہ راستے دریا میں بن گئے۔ تیز اور سوکھی ہوائیں چل پڑیں جس نے راستے خشک کر دیئے۔ اب نہ تو فرعونیوں کے ہاتھوں میں گرفتار ہونے کا کھٹکا رہا' نہ پانی میں ڈوب جانے کا۔ ساتھ ہی قدرت نے پانی کی دیواروں میں طاق اور سوراخ بنا دیئے کہ ہر قبیلہ دوسرے قبیلہ کو بھی دیکھ سکے۔ تا کہ دل میں خدشہ بھی نہ رہے کہ کہیں وہ ڈوب نہ گیا ہو۔ بنو اسرائیل ان راستوں میں جانے لگے اور دریا پار اتر گئے۔ انہیں پار ہوتے ہوئے فرعونی دیکھ رہے تھے۔ جب یہ سب کے سب اس کنارے پہنچ گئے اب لشکرِ فرعون بڑھا اور سب کے سب

دریا میں اتر گئے۔ ان کی تعداد کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ ان کے پاس ایک لاکھ گھوڑے تو صرف سیاہ رنگ کے تھے۔ جو باقی رنگ کے تھے ان کی تعداد کا خیال کر لیجئے۔ فرعون بڑا کائیاں تھا۔ دل سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی صداقت جانتا تھا۔ اسے یہ رنگ دیکھ کر یقین ہو چکا تھا کہ یہ بھی بنی اسرائیل کی غیبی تائید ہوئی وہ چاہتا تھا کہ یہاں سے واپس لوٹ جائے لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا قبول ہو چکی تھی۔ قدرت کا قلم چل چکا تھا۔ اسی وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام گھوڑے پر سوار آ گئے۔ ان کے جانور کے پیچھے فرعون کا گھوڑا لگ گا۔ آپ نے اپنا گھوڑا دریا میں ڈال دیا۔ فرعون کا گھوڑا اسے گھسیٹتا ہوا دریا میں اتر گیا۔ اس نے اپنے ساتھیوں کو آواز لگائی کہ بنی اسرائیل گزر گئے اور تم یہاں ٹھہر گئے' چلو ان کے پیچھے اپنے گھوڑے بھی میری طرح دریا میں ڈال دو۔ اسی وقت ساتھیوں نے بھی اپنے گھوڑوں کو مہمیز کیا۔ حضرت میکائیل علیہ السلام اس گروہ کے پیچھے تھے تاکہ ان کے جانوروں کو ہنکائیں غرض بغیر ایک کے بھی باقی رہے سب دریا میں اتر گئے۔ جب یہ سب اندر پہنچ گئے اور ان کا سب سے آگے کا حصہ دوسرے کنارے کے قریب پہنچ چکا' اسی وقت جناب باری قادر وقیوم کا دریا کو حکم ہوا کہ اب مل جاؤ اور ان کو ڈبو دے۔ پانی کے پتھر بنے ہوئے پہاڑ فوراً پانی ہو گئے اور اسی وقت یہ سب غوطے کھانے لگے اور فوراً ڈوب گئے۔ ان میں سے ایک بھی باقی نہ بچا۔ پانی کی موجوں نے انہیں اوپر تلے کر کر کے ان کے جوڑ جوڑ الگ الگ کر دیئے فرعون جب موجوں میں پھنس گیا اور سکراتِ موت کا اسے مزہ آنے لگا تو کہنے لگا کہ میں لاشریک رب واحد پر ایمان لاتا ہوں۔ جس پر بنو اسرائیل ایمان لائے ہیں۔ ظاہر ہے کہ عذاب کے دیکھ چکنے کے بعد' عذاب کے آ جانے کے بعد ایمان سود مند نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ اس بات کو فرما چکا ہے اور یہ قاعدہ جاری کر چکا ہے۔ اسی لئے فرعون کو جواب ملا کہ اس وقت یہ کہتا ہے حالانکہ اب تک شر و فساد پر تلا رہا۔ پوری عمر اللہ کی نافرنیاں کرتا رہا۔ ملک میں فساد مچاتا رہا۔ خود گمراہ ہو کر اوروں کو بھی راہ حق سے روکتا رہا۔ لوگوں کو جہنم کی طرف بلانے کا امام تھا۔ قیامت کے دن بے یارو مددگار رہے گا۔ فرعون کا اس وقت کا قول اللہ تعالیٰ علام الغیوب نے اپنے علم غیب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اس واقعے کی خبر دیتے وقت جبرائیل علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا کہ کاش! آپ اس وقت ہوتے اور دیکھتے کہ میں اس کے منہ میں کیچڑ ٹھونس رہا تھا اس خیال سے کہ کہیں اس کی بات پوری ہونے پر اللہ کی رحمت اس کی دست گیری نہ کر لے۔ [1] ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ڈوبتے وقت فرعون نے شہادت کی انگلی! آسمان کی طرف اٹھا کر اپنے ایمان کا اقرار کرنا شروع کیا جس پر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اس کے منہ میں مٹی بھرنی شروع کی۔ اس فرعون ملعون کا منہ حضرت جبرائیل علیہ السلام اس وقت بند کر رہے تھے اور اس کے منہ میں کیچڑ ٹھونس رہے تھے۔ واللہ اعلم۔

---

[1] [صحیح لغیرہ: ترمذی: کتاب تفسیر القرآن: باب و من سورۃ یونس (۳۱۰۷) نسائی فی التفسیر (۲۵۸) صحیح ابن حبان (۶۲۱۵) مسند احمد (۱/ ۲۴۵) تفسیر ابن جریر الطبری (۱۷۸۷۵)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح لغیرہ کہا ہے۔[صحیح ترمذی]

کہتے ہیں بعض بنی اسرائیل کو فرعون کی موت میں شک سا پیدا ہو گیا تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے دریا کو حکم دیا کہ اس کی لاش بلند ٹیلے پر خشکی میں ڈال دے۔ تاکہ یہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں اور ان کا معائنہ کر لیں۔ چنانچہ اس کا جسم مع اس کے لباس کے خشکی میں ڈال دیا گیا تاکہ بنی اسرائیل کو معلوم ہو جائے اور ان کے لئے نشانی اور عبرت بن جائے وہ جان لیں کہ غضب الٰہی کو کوئی چیز دفع نہیں کر سکتی۔ باوجود ان کھلے واقعات کے بھی اکثر لوگ ہماری آیتوں سے غفلت برتتے ہیں۔ کچھ نصیحت حاصل نہیں کرتے۔ ان فرعونیوں کا غرق ہونا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مع مسلمانوں کے نجات پانا عاشورے کے دن ہوا تھا۔ چنانچہ بخاری شریف میں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینے میں آئے تو یہودیوں کو اس دن کا روزہ رکھتے ہوئے دیکھا۔ وہ کہتے تھے کہ اسی دن حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون پر غالب آئے تھے۔ آپ نے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ تم تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہ نسبت ان کے زیادہ حقدار ہو تم بھی اس عاشورے کے دن کا روزہ رکھو۔ [1]

وَلَقَدْ بَوَّأْنَا بَنِيٓ إِسْرَٰٓءِيلَ مُبَوَّأَ صِدْقٍ وَرَزَقْنَٰهُم مِّنَ ٱلطَّيِّبَٰتِ فَمَا ٱخْتَلَفُوا۟ حَتَّىٰ جَآءَهُمُ ٱلْعِلْمُ ۚ إِنَّ رَبَّكَ يَقْضِى بَيْنَهُمْ يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ فِيمَا كَانُوا۟ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿٩٣﴾

ہم نے بنی اسرائیل کو بہت اچھا مقام رہنے کو دیا اور ستھری نفیس چیزیں کھانے کو دیں، پس باوجود علم کے آجانے کے انہوں نے آپس میں اختلاف کیا، یقیناً تیرا رب ان میں قیامت کے دن ان تمام امور کا فیصلہ کر دے گا جن میں وہ اختلاف کرتے رہے ○

بنی اسرائیل پر ربانی انعامات: اللہ نے جو نعمتیں بنی اسرائیل پر انعام فرمائیں ان کا ذکر ہو رہا ہے کہ شام اور ملک مصر میں بیت المقدس کے آس پاس انہیں جگہ دی۔ تمام و کمال ملک مصر پر ان کی حکومت ہو گئی۔ فرعون کی ہلاکت کے بعد دولت موسویہ قائم ہو گئی۔ جیسے قرآن میں بیان ہے کہ ہم نے ان کمزور بنی اسرائیلیوں کو مشرق و مغرب کے ملک کا مالک کر دیا۔ برکت والی زمین ان کے قبضے میں دے دی اور ان پر اپنی سچی بات کو کھول دیا ان کے صبر کا پھل انہیں مل گیا۔ فرعون، فرعونی اور ان کی کاریگریاں سب نیست و نابود ہو گئیں۔ اور آیتوں میں ہے کہ ہم نے فرعونیوں کو باغوں سے، چشموں سے، خزانوں سے بہترین مقامات اور مکانات سے نکال باہر کیا۔ اور بنی اسرائیل کے قبضے میں یہ سب کچھ کر دیا۔ اور آیتوں میں ہے ﴿كَمْ تَرَكُوا مِنْ جَنَّاتٍ﴾ [2] الخ، باوجود اس کے خلیل الرحمٰن علیہ السلام کے شہر بیت المقدس کی محبت ان کے دل میں چٹکیاں لیتی رہی۔ وہاں عمالقہ کی قوم کا قبیلہ تھا۔ انہوں نے اپنے پیغمبر علیہ السلام سے درخواست کی، انہیں جہاد کا حکم ہوا یہ نامردی کر گئے، جس کے بدلے انہیں چالیس سال تک

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب احادیث الانبیاء: باب قول اللہ تعالی "وھل اتک حدیث موسی" (۳۳۹۷) صحیح مسلم: کتاب الصیام: باب صوم یوم عاشوراء (۱۱۳۰)]

[2] [سورۃ الدخان: آیت ۲۵]

میدان تیہ میں سرگرداں پھرنا پڑا۔ وہیں حضرت ہارون علیہ السلام کا انتقال ہوا پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا۔ ان کے بعد یہ حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کے ساتھ نکلے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں پر بیت المقدس کو فتح کیا۔ یہاں بخت نصر کے زمانے تک انہی کا قبضہ رہا پھر کچھ مدت کے بعد دوبارہ انہوں نے اسے لے لیا پھر یونانی بادشاہوں نے وہاں قبضہ کیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے تک وہاں یونانیوں کا ہی قبضہ رہا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ضد میں ان ملعون یہودیوں نے شاہ یونان سے ساز باز کی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی گرفتاری کے احکام انہیں باغی قرار دے کر نکلوا دیئے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے نبی کو تو اپنی طرف چڑھا لیا اور آپ کے کسی حواری پر آپ کی شباہت ڈال دی۔ انہوں نے آپ کے دھوکے میں اسے قتل کر دیا اور سولی پر لٹکا دیا۔ یقیناً جناب روح اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کے ہاتھوں قتل نہیں ہوئے۔ انہیں تو اللہ نے اپنی طرف بلند کر لیا۔ اللہ عزیز وحکیم ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تقریباً تین سو سال بعد یعنی قسطنطیس نامی یونانی بادشاہ عیسائی بن گیا۔ وہ بڑا پاجی اور مکار تھا۔ دین عیسوی میں یہ بادشاہ صرف سیاسی منصوبوں کے پورا کرنے اور اپنی سلطنت کو مضبوط کرنے اور دین نصاریٰ کو بدل ڈالنے کے لئے گھسا تھا۔ حیلہ اور مکر وفریب اور چال کے طور پر یہ مسیحی بنا تھا کہ مسیحیت کی جڑیں کھوکھلی کر دے۔ نصرانی علماء اور درویشوں کو جمع کر کے ان سے قوانین شریعت کے مجموعے کے نام سے نئی نئی تراشی ہوئی باتیں لکھوا کر ان بدعتوں کو نصرانیوں میں پھیلا دیا اور اصل کتاب وسنت سے انہیں ہٹا دیا۔ اس نے کلیسا' گرجے' خانقاہیں' ہیکلیں وغیرہ بنوائیں اور بیسیوں قسم کے مجاہدے اور نفس کشی کے طریقے اور طرح طرح کی عبادتیں ریاضتیں نکال کر لوگوں میں اس نئے دین کی خوب اشاعت کی اور حکومت کے زور اور زر کے لالچ سے اسے دور تک پہنچا دیا۔ جو بے چارے موحد' متبع انجیل اور سچے تابعدار حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اصلی دین پر قائم رہے' انہیں ان ظالموں نے شہر بدر کر دیا۔ یہ لوگ جنگلوں میں رہنے سہنے لگے اور یہ نئے دین والے جن کے ہاتھوں میں تبدیلی اور مسخ والا دین رہ گیا تھا اٹھ کھڑے ہوئے اور تمام جزیرہ روم پر چھا گئے۔ قسطنطنیہ کی بنیادیں اس نے رکھیں۔ بیت اللحم اور بیت المقدس کے کلیسا اور حواریوں کے شہر سب اسی کے بسائے ہوئے ہیں۔ بڑی بڑی شاندار دیرپا اور مضبوط عمارتیں اس نے بنوائیں۔ صلیب کی پرستش' مشرق کا قبلہ' کنیسوں کی تصویریں' سور کا کھانا وغیرہ یہ سب چیزیں نصرانیت میں اسی نے داخل کیں۔ فروع اصول سب بدل کر دین مسیحی کو الٹ پلٹ کر دیا۔ امانت کبیرہ اسی کی ایجاد ہے جو دراصل ذلیل ترین خیانت ہے۔ لمبے چوڑے' فقہی مسائل کی کتابیں اسی نے لکھوائیں۔ اب بیت المقدس انہی کے ہاتھوں میں رہا یہاں تک کہ صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فتح کیا۔ امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خلافت میں یہ مقدس شہر اس مقدس جماعت کے قبضے میں آیا۔ الغرض یہ پاک جگہ انہیں ملی تھی اور پاک روزی اللہ نے دے رکھی تھی جو شرعاً بھی حلال اور طبعاً بھی طیب۔ افسوس باوجود اللہ کی کتاب ہاتھ میں ہونے کے انہوں نے اختلاف بازی اور فرقہ بندی شروع کر دی۔ ایک دو نہیں بہتر (۷۲) فرقے قائم ہو گئے۔ اللہ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام نازل فرمائے۔ آپ نے ان کی اس پھوٹ کا ذکر فرما کر فرمایا کہ میری امت میں بھی یہی بیماری پھیلے گی اور ان کے تہتر

(۷۳) فرقے ہو جائیں گے جن میں سے ایک جنتی باقی سب دوزخی ہوں گے۔ پوچھا گیا کہ جنتی کون ہیں؟ فرمایا وہ اس پر ہوں گے جس پر میں اور میرے صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں۔ [1] (مستدرک حاکم) اللہ فرماتا ہے ان کے اختلافات کا فیصلہ قیامت کے دن میں آپ ہی کروں گا۔

فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ مِّمَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ فَسْـَٔلِ الَّذِيْنَ يَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَقَدْ جَآءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿٩٤﴾ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَتَكُوْنَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿٩٥﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٩٦﴾ وَلَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰيَةٍ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿٩٧﴾

جو کچھ ہم نے تیری جانب نازل فرمایا ہے اس میں سے کسی بات میں بھی تجھے شک ہو تو ان سے دریافت کر لے جو تجھ سے پہلے کتاب اللہ پڑھتے آئے ہیں یقیناً تیرے پاس تیرے رب کی طرف سے حق آ چکا ہے تجھے ہرگز شک شبہ کرنے والوں میں نہ ہونا چاہئے ○ تو ان میں سے بھی نہ ہو جو اللہ کی آیتوں کو جھلاتے ہیں ورنہ تو نقصان اٹھانے والوں میں شامل ہو جائے گا ○ جس پر تیرے پروردگار کی بات ٹھیک اتر آئی ہے وہ تو ایمان لانے کے نہیں ○ اگرچہ ان کے پاس سب نشانیاں آ جائیں یہاں تک کہ دردناک عذاب دیکھ لیں ○

اگر تمہیں شک ہے تو سابقہ الہامی کتب دیکھو: جب یہ آیت اتری تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہ مجھے کچھ شک نہ مجھے کسی سے پوچھنے کی ضرورت۔ [2] پس اس آیت سے مطلب صرف اتنا ہوتا ہے کہ آپ کی امت کے ایمان کی مضبوطی کی جائے اور ان سے بیان کیا جائے کہ اگلی الہامی کتابوں میں بھی ان کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صفتیں موجود ہیں' خود اہل کتاب بھی بخوبی واقف ہیں۔ جیسے آیت ﴿اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ﴾ [3] الخ 'میں ہے۔ ان لوگوں پر تعجب اور افسوس ہے ان کی کتابوں میں اس نبی آخر الزمان کی تعریف و

---

① [حسن: ترمذی: کتاب تفسیر القرآن: باب ماجاء فی افتراق ھذہ الامة (۲٦٤۱) ابن ماجه (۳۹۹۱) ابوداود (٤٥۹٦) مستدرك حاكم (۱۲۸/۱) صحيح ابن حبان (٦٢٤٧/١٤)] امام ابن حبانؒ، امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ امام ترمذیؒ اسے حسن صحیح کہتے ہیں۔ شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ [صحیح ترمذی، المشكاة (۱۷۱) السلسلة الصحيحة (۱۳٤۸)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس نے بھی اسے حسن کہا ہے۔]

② [مرسل: عبد الرزاق فی المصنف (۱۲٦/٦) وفی التفسير (۱۱۷۳) تفسير ابن جرير الطبری (۱۷۹۰۷) الدر المنثور للسيوطی (۵۷۱/۳) الضياء فی المختارة (۹۱/۱۰)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس نے اسے مرسل کہا ہے۔]

③ [سورۃ الاعراف: آیت ۱۵۷]

توصیف اور جان پہچان ہونے کے باوجود بھی ان کتابوں کے احکام کو غلط ملط کرتے ہیں اور تحریف و تبدیل کر کے بات بدل دیتے ہیں اور دلیل سامنے ہونے کے باوجود انکاری رہتے ہیں۔ شک و شبہ کی ممانعت کے بعد آیات رب کی تکذیب کی ممانعت ہوئی۔ پھر بدقسمت لوگوں کے ایمان سے ناامیدی دلائی گئی۔ جب تک کہ وہ عذاب نہ دیکھ لیں ایمان نہیں لائیں گے۔ یہ تو اس وقت ایمان لائیں گے جس وقت ایمان لانا بے سود ہوگا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے لئے اور فرعونیوں کے لئے یہی بددعا کی تھی۔ ان کی جہالت اس درجے پر پہنچ چکی ہے کہ بالفرض ہم اپنے فرشتوں کو ان پر اتاریں۔ مردے ان سے بولیں۔ ہر پوشیدہ چیز سامنے آجائے جب بھی انہیں ایمان نصیب نہیں ہوگا ہاں مرضی مولیٰ اور چیز ہے۔

فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَآ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ ۭ لَمَّآ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ۝۹۸

پس کیوں نہ ہوئی ایسی بستی جو ایمان لاتی اور اسے اس کا ایمان نفع دیتا سوائے یونس کی قوم کے کہ جب وہ ایمان لائی ہم نے ان سے دنیا کی زندگی میں رسوا کرنے والا عذاب دور کر دیا اور انہیں ایک معین وقت تک فائدہ دیا ۝

اکثر لوگ حق کے مخالف ہی تھے: کسی بستی کے تمام باشندے کسی نبی پر کبھی ایمان نہیں لائے۔ یا تو سب نے ہی کفر کیا یا اکثر نے۔ سورۂ یاسین میں فرمایا بندوں پر افسوس ہے ان کے پاس جو رسول آئے انہوں نے ان کا مذاق اڑایا۔ ایک آیت میں ہے ان سے پہلے جو رسول آئے، انہیں لوگوں نے جادوگر یا مجنون کا ہی خطاب دیا۔ تجھ سے پہلے جتنے رسول آئے، سب کو ان کی قوم کے سرکشوں، ساہوکاروں نے یہی کہا کہ ہم نے تو اپنے بڑوں کو جس لکیر پر پایا اسی کے فقیر بنے رہیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مجھ پر انبیاء پیش کئے گئے کسی نبی کے ساتھ تو لوگوں کا ایک گروہ تھا۔ کسی کے ساتھ صرف ایک آدمی کسی کے ساتھ صرف دو کوئی محض تنہا۔ پھر آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت کی کثرت کا بیان کیا۔ پھر اپنی امت کا، اس سے بھی زیادہ ہونا، زمین کے مشرق مغرب کی سمت کو ڈھانپ لینا بیان فرمایا۔ [1] الغرض تمام انبیاء میں سے کسی ساری امت نے انہیں نبی نہیں مانا۔ سوائے اہل نینویٰ کے جو حضرت یونس علیہ السلام کی امت کے لوگ تھے۔ یہ بھی اس وقت جب نبی علیہ السلام کی زبان سے عذاب کی خبر معلوم ہوگئی۔ پھر اس کے ابتدائی آثار بھی دیکھ لئے۔ ان کے نبی انہیں چھوڑ کر چلے بھی گئے، اسی وقت یہ سارے کے سارے اللہ کے سامنے جھک گئے، اس سے فریاد شروع کی، اس کی جناب میں عاجزی اور گریہ وزاری کرنے لگے، اپنی مسکینی ظاہر کرنے لگے۔ اور دامن رحمت سے لپٹ گئے۔ سارے کے سارے میدان میں نکل کھڑے ہوئے، اپنی بیویوں، بچوں اور جانوروں کو بھی ساتھ اٹھا کر لے گئے۔ اور آنسوؤں کی جھڑیاں لگا کر اللہ تعالیٰ سے فریاد کرنے، دعائیں

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الرقاق: باب یدخل الجنة سبعون الفا بغیر حساب (٦٥٤١) صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب الدلیل علی دخول طوائف من المسلمین الجنة بغیر حساب (٢٢٠)]

مانگنے لگے کہ یارب عذاب ہٹالے۔ رحمت رب جوش میں آئی' پروردگار نے ان سے عذاب ہٹالیا اور دنیا کی رسوائی کے عذاب سے انہیں بچالیا۔ اور ان کی عمر تک کی انہیں مہلت دے دی اور اس دنیا کا فائدہ انہیں پہنچایا۔ یہاں جو فرمایا کہ دنیا کا عذاب ان سے ہٹالیا۔ اس سے بعض نے کہا ہے کہ اخروی عذاب دور نہیں۔ لیکن یہ ٹھیک نہیں اس لئے کہ دوسری آیت میں ہے ﴿فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ﴾ [1] وہ ایمان لائے اور ہم نے انہیں زندگی کا فائدہ دیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ وہ ایمان لائے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ ایمان آخرت کے عذاب سے نجات دینے والا ہے۔ واللہ اعلم۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں آیت کا مطلب یہ ہے کہ کسی بستی اہل کفر کا عذاب دیکھ لینے کے بعد ایمان لانا ان کے لئے نفع بخش ثابت نہیں ہوا۔ سوائے یونس علیہ السلام کی قوم کے کہ جب انہوں نے دیکھا کہ ان کے نبی ان میں سے نکل گئے اور انہوں نے خیال کرلیا کہ اب اللہ کا عذاب آنا چاہتا ہے' اسی وقت توبہ استغفار کرنے لگے۔ ٹاٹ پہن کر خشوع وخضوع سے میلے کچیلے میدان میں آ کھڑے ہوئے۔ بچوں کو ماؤں سے دور کردیا۔ جانوروں کے تھنوں سے ان کے بچوں کو الگ کردیا۔ اب جو رونا دھونا اور فریاد شروع کی تو چالیس دن رات اسی طرح گزار دیئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دل کی سچائی دیکھ لی۔ ان کی توبہ و ندامت قبول فرمائی اور ان سے عذاب دور کردیا' یہ لوگ موصل کے شہر نینوی کے رہنے والے تھے۔ ((فَلَوْلَا)) کی ((فَهَلَّا)) قرأت بھی ہے ان کے سروں پر عذاب رات کی سیاہی کے ٹکڑوں کی طرح گھوم رہا تھا۔ ان کے علماء نے انہیں مشورہ دیا تھا کہ جنگل میں نکل کھڑے ہو' اور اللہ سے دعا کرو کہ وہ ہم سے اپنے عذاب دور کردے اور یہ کہو ((يَاحَيُّ حِيْنَ لَاحَيَّ يَاحَيُّ مُحْيِيَ الْمَوْتٰى يَاحَيُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ)) قوم یونس کا پورا قصہ سورۂ والصافات کی تفسیر میں انشاء اللہ العزیز ہم بیان کریں گے۔

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِى الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا ؕ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۹۹﴾ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تُؤْمِنَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰۰﴾

اگر تیرا رب چاہتا تو زمین والے سب کے سب سارے ہی ایمان دار ہو جاتے' تو کیا تو لوگوں پر زبردستی کرے گا کہ وہ مومن ہو جائیں؟ ○ بغیر اللہ کی مرضی کے کوئی شخص ایمان لا ہی نہیں سکتا' اللہ تعالیٰ گندگی کو تو انہیں پر ڈالتا ہے جو عقل سمجھ نہیں رکھتے ○

اگر اللہ چاہے تو سب مومن بن جائیں: اللہ کی حکمت ہے کہ کوئی ایمان لائے اور کسی کو ایمان نصیب ہی نہ ہو۔ ورنہ اگر اللہ کی مشیت ہوتی تو تمام انسان ایمان دار ہو جاتے۔ اگر وہ چاہتا تو سب کو ایک ہی دین پر کاربند کر دیتا۔ لوگوں میں اختلاف تو باقی ہی رہے۔ سوائے ان کے جن پر رب کا رحم ہو' انہیں اسی لئے پیدا کیا ہے' تیرے رب کا یہ

[1] [سورۃ الصافات: آیت ۱۴۷، ۱۴۸]

فرمان حق ہے کہ جہنم انسانوں اور جنوں سے پر ہوگی۔ (1) کیا ایماندار ناامید نہیں ہوگئے؟ یہ کہ اللہ اگر چاہتا تو تمام لوگوں کو ہدایت کر سکتا تھا۔ (2) یہ تو ناممکن ہے کہ تو ایمان ان کے دلوں کے ساتھ چپکا دے' یہ تیرے اختیار سے باہر ہے۔ ہدایت وضلالت اللہ کے ہاتھ ہے۔ تو ان پر افسوس اور رنج وغم نہ کر اور اگر یہ ایمان نہ لائیں تو تو اپنے آپ کو ان کے پیچھے ہلاک کر دے گا؟ تو جسے چاہے راہ راست پر لا نہیں سکتا۔ یہ تو اللہ کے قبضے میں ہے' تجھ پر تو صرف پہنچا دینا ہے حساب ہم خود لے لیں گے' تو تو نصیحت کر دینے والا ہے۔ ان پر داروغہ نہیں۔ اسی مضمون کی ان آیتوں کے سوا بھی بہت سی آیتیں قرآن کریم میں ہیں جو بتاتی ہیں کہ یہ شان اللہ ہی کی ہے کہ جو چاہے کر گزرے' جسے چاہے راہ راست دکھائے جسے چاہے گمراہ کر دے۔ اس کا علم' اس کی حکمت اس کا عدل' اسی کے ساتھ ہے۔ اس کی مشیت کے بغیر کوئی بھی مومن نہیں ہو سکتا۔ وہ ان کو ایمان سے خالی' ان کے دلوں کو نجس اور گندہ کر دیتا ہے جو اللہ کی قدرت' اللہ کی برہان' اللہ کے احکام کی آیتوں میں غور و فکر نہیں کرتے۔ عقل و سمجھ سے کام نہیں لیتے' وہ عادل ہے' حکیم ہے' اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں۔

قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَمَا تُغْنِی الْاٰیٰتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ فَهَلْ یَنْتَظِرُوْنَ اِلَّا مِثْلَ اَیَّامِ الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ قُلْ فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّیْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِیْنَ ﴿۱۰۲﴾ ثُمَّ نُنَجِّیْ رُسُلَنَا وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كَذٰلِكَ ۚ حَقًّا عَلَیْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۰۳﴾ ع

کہہ دے کہ ذرا نظر تو ڈالو کہ آسمانوں میں کیا کچھ ہے اور زمین میں کیا کچھ ہے' نہ تو نشانیاں فائدہ دیں نہ ڈراوے انہیں جنہیں ایمان نہیں ○ انہیں اور تو کوئی انتظار نہیں بجز ان لوگوں کے برے دنوں جیسے دنوں کے جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں' کہہ دے کہ اچھا انتظار کرتے رہو میں بھی تمہارے ساتھ ہی منتظر ہوں ○ آخر ہم اپنے نبیوں کو اور سچے مسلمانوں کو نجات دیں گے بات اسی طرح ہے' ہم نے اپنے اوپر ضروری کر لیا ہے کہ ہم مومنوں کو نجات دیں ○

غور و فکر کی دعوت: اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں' اس کی قدرتوں میں' اس کی پیدا کردہ نشانیوں میں غور و فکر کرو۔ آسمان و زمین اور ان کے اندر کی نشانیاں بے شمار ہیں۔ آسمانوں میں چلتے پھرتے اور ٹھہرے ہوئے' کم زیادہ روشنی والے ستارے' سورج' چاند' رات دن اور ان کا اختلاف' کبھی دن کی کمی' کبھی راتوں کا چھوٹا ہو جانا' آسمانوں کی بلندی' ان کی چوڑائی' ان کا حسن و زینت' اس سے بارش برسنا' اس بارش سے زمین کا ہرا بھرا ہو جانا' اس میں طرح طرح کے پھل پھول کا پیدا ہونا' اناج اور کھیتی کا اگنا' مختلف قسم کے جانوروں کا اس میں پھیلا ہوا ہونا' جن کی شکلیں جداگانہ' جن کے نفع الگ الگ' جن کے رنگ علیحدہ علیحدہ' پھر زمین پر پہاڑوں' جنگلوں' میدانوں' ٹیلوں' آبادیوں' غیر آباد ٹکڑوں کا ہونا' اسی پر سمندروں دریاؤں کا بہنا' ان دریاؤں میں عجائبات کا پایا جانا' ان میں طرح طرح کی ہزار ہا قسم کی مخلوق کا ہونا' اس میں چھوٹی بڑی کشتیوں کا

---

(1) [سورۃ ھود: آیت ۱۱۸، ۱۱۹] (2) [سورۃ الرعد: آیت ۳۱]

چلنا' یہ اس رب قدیر کی قدرتوں کے نشان۔ کیا تمہاری رہبری' اس کی توحید' اس کی جلالت' اس کی عظمت' اس کی یگانگت' اس کی وحدت' اس کی عبادت' اس کی اطاعت' اس کی ملکیت کی طرف نہیں کرتی؟ یقین مانو نہ اس کے سوا کوئی پروردگار نہ اس کے سوا کوئی لائق عبادت ہے درحقیقت بے ایمانوں کے لئے اس سے زیادہ نشانات بھی بے سود ہیں۔ آسمان ان کے سر پر' زمین ان کے قدموں میں' رسول ﷺ ان کے سامنے' دلیل وسندان کے آگے' لیکن یہ ہیں کہ ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ ان پر کلمہ صادق آ چکا ہے۔ یہ تو عذاب کے آ جانے سے پہلے مومن نہیں ہوں گے۔ ظاہر ہے کہ یہ لوگ اسی عذاب کے اور انہی کٹھن دنوں کے منتظر ہیں جو ان سے پہلے کے لوگوں پر ان کی بداعمالیوں کی وجہ سے گزر چکے ہیں۔ اچھا انہیں انتظار کرنے دے اور تو بھی انہیں اعلان کر کے منتظر رہ۔ انہیں ابھی معلوم ہو جائے گا۔ یہ دیکھ لیں گے کہ ہم اپنے رسولوں اور اپنے سچے غلاموں کو نجات دیں گے۔ یہ ہم نے خود اپنے نفس کریم پر واجب کر لیا ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے کہ تمہارے پروردگار نے اپنے نفس پر رحمت لکھ لی ہے۔ [1] بخاری ومسلم کی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک کتاب لکھی ہے جو اس کے پاس عرش کے اوپر ہے کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب آ چکی ہے۔ [2]

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ دِيْنِيْ فَلَآ اَعْبُدُ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ ۚۖ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَاَنْ اَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ۚ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۚ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ۭ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۭ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝

اعلان کر دے کہ اے لوگو! اگر تمہیں میرے دین میں شک ہے تو میں تو ان کی عبادت کرنے کا نہیں جن کی عبادت تم اللہ کو چھوڑ کر کر رہے ہو بلکہ میں تو اسی اپنے اللہ کی عبادت کرتا رہوں گا جو تمہیں وفات دیتا ہے' مجھے یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں باایمان ہی رہوں ○ اور یہ کہ اپنا منہ اسی دین کی طرف سیدھا رکھ مخلص ہو کر' اور ہرگز مشرکوں کے گروہ میں سے نہ ہونا ○ اللہ کے سوا کسی اور سے دعا نہ کر جو نہ تجھے نفع دے سکے نہ نقصان پہنچا سکے' اگر تو نے ایسا کیا تو پھر تو تو یقیناً ظالموں میں سے ہی ہو جائے گا ○ اگر اللہ تجھے کوئی تکلیف پہنچانا چاہے تو اسے اس کے سوا کوئی بھی دور کرنے والا نہیں' اور اگر وہ تیرے ساتھ بھلائی کا ارادہ کر لے تو اس کے فضل کا ٹالنے والا بھی کوئی نہیں' وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے اپنا فضل پہنچا دے' وہ بڑا ہی بخشنے والا اور بہت ہی مہربان ہے ○

عقیدۂ توحید پر مبنی دین کا بیان: یکسوئی والا سچا دین جو میں اپنے اللہ کی طرف سے لے کر آیا ہوں اس میں اے لوگو اگر تمہیں کوئی شک شبہ ہے تو ہو' یہ تو ناممکن ہے کہ تمہاری طرح میں بھی مشرک ہو جاؤں اور اللہ کے سوا دوسروں کی پرستش

---

[1] [سورة الانعام: آيت ٥٤]

[2] [صحيح: صحيح بخاري: كتاب التوحيد: باب قول الله تعالى ويحذركم الله نفسه (٧٤٠٤) صحيح مسلم: كتاب التوبة: باب في سعة (٢٧٥١)]

کرنے لگوں۔ میں تو صرف اسی کا بندہ ہوں اور اسی کی بندگی میں لگا رہوں گا جو تمہاری موت پر بھی ویسا ہی قادر ہے جیسا تمہاری پیدائش پر قادر ہے تم سب اسی کی طرف لوٹنے والے اور اسی کے سامنے جمع ہونے والے ہو۔ اچھا اگر تمہارے ہی معبود کچھ طاقت وقدرت رکھتے ہیں تو ان سے کہو کہ جو ان کے بس میں ہو مجھے سزا دیں۔ حق تو یہ ہے کہ نہ کوئی سزا ان کے قبضے میں نہ جزا۔ یہ محض بے بس ہیں' بے نفع ونقصان ہیں' بھلائی برائی سب میرے اللہ کے قبضے میں ہے۔ وہ واحد اور لاشریک ہے' مجھے اس کا حکم ہے کہ میں مومن رہوں' یہ بھی مجھے حکم مل چکا ہے کہ میں صرف اسی کی عبادت کروں۔ شرک سے یکسو اور بالکل علیحدہ رہوں۔ اور مشرکوں میں ہرگز شمولیت نہ کروں۔ خیر وشر' نفع وضرر' اللہ ہی کے ہاتھ ہے۔ کسی اور کو کسی امر میں کچھ بھی اختیار نہیں۔ پس کسی اور کی کسی طرح کی عبادت بھی لائق نہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ اپنی پوری عمر اللہ تعالیٰ سے بھلائی طلب کرتے رہو۔ رب کی رحمتوں کے موقعہ کی تلاش میں رہو۔ ان موقعوں پر اللہ پاک جسے چاہے' اپنی بھرپور رحمتیں عطا فرما دیتا ہے۔ اس سے اپنے عیبوں کی پردہ پوشی اور اپنے خوف ڈر کا امن طلب کیا کرو۔ [1] پھر فرماتا ہے کہ جس گناہ سے جو شخص بھی توبہ کرے' اللہ اسے بخشنے والا اور اس پر مہربانی کرنے والا ہے۔

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ﴿۱۰۸﴾ وَاتَّبِعْ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ وَاصْبِرْ حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ ۚۖ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿۱۰۹﴾ ع

کہہ دے کہ اے لوگو تمہارے پروردگار کی طرف سے حق آ چکا ہے' جو راہ پا لے وہ اپنے ہی نفع کے لئے راہ یافتہ ہوگا' اور جو راہ گم کر دے اس کا وبال بھی اسی پر ہوگا' میں کچھ تم پر داروغہ نہیں ہوں ○ اے نبی اسی کی پیروی کرتا رہ جو تیری طرف وحی کی جائے اور صبر وسہار کر یہاں تک کہ اللہ خود فیصلہ کر دے' وہی سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے ○

حق کا منکر اپنا ہی نقصان کرتا ہے: اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے حبیب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے فرماتا ہے کہ لوگوں کو آپ خبردار کر دیں کہ جو میں لایا ہوں' وہ اللہ کی طرف سے ہے۔ بلا شک وشبہ وہ نرا حق ہے جو اس کی اتباع کرے گا وہ اپنے نفع کو جمع کرے گا اور جو اس سے بھٹک جائے گا وہ اپنا ہی نقصان کرے گا۔ میں تم پر وکیل نہیں ہوں کہ تمہیں ایمان پر مجبور کر دوں۔ میں تو کہنے سننے والا ہوں۔ ہادی صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ اے نبی ﷺ! تو خود بھی میرے احکام اور وحی کا تابعدار رہ اور اس پر مضبوطی سے جما رہ۔ لوگوں کی مخالفت کی کوئی پرواہ نہ کر۔ ان کی ایذاؤں پر صبر وتحمل سے کام لے۔ یہاں تک کہ خود اللہ تجھ میں اور ان میں فیصلہ کر دے۔ وہ بہترین فیصلے کرنے والا ہے۔ جس کا کوئی فیصلہ عدل وحکمت سے خالی نہیں ہوتا۔

[1] [ضعیف ومنقطع: تاریخ دمشق لابن عساکر (۳۲۸/۸) بغوی فی شرح السنة (۱۳۷۸/۵) بیهقی فی شعب الایمان (۱۱۲۱/۲) طبرانی کبیر (۷۲۰/۱) ابو نعیم فی الحلیة (۱۶۲/۳) القضاعی فی مسند الشهاب (۷۰۱/۱) ابن عبد البر فی التمهید (۳۳۹/۵)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے اور اس میں انقطاع ہے۔]

تفسیر سورہ ہود

ابویعلی میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ آپ بوڑھے کیسے ہو گئے؟ فرمایا مجھے سورۂ ہود' سورۂ واقعہ' سورۂ عم' اور سورۂ کورت نے بوڑھا کر دیا۔ (1) ترمذی کی اس حدیث میں سورۂ ہود' سورۂ واقعہ سورۂ والمرسلات' سورۂ النبا' اور سورۂ ﴿اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ﴾ کا ذکر ہے۔ (2) ایک روایت میں ہے سورۂ ہود اور اس جیسی اور سورتوں نے مجھے بوڑھا کر دیا۔ طبرانی میں ہے مجھے سورۂ ہود نے اور اسی جیسی سورتوں مثلاً واقعہ' الحاقہ' اذا الشمس کورت نے بوڑھا کر دیا ہے۔ (3) ایک روایت میں ہے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اس سوال کے جواب میں آپ کا صرف دو سورتوں کا ذکر کرنا ہی مروی ہے۔ سورۂ ہود اور سورۂ واقعہ۔ (4)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
الٓرٰ قف كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ ۝١ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا
اللّٰهَ ؕ اِنَّنِيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ ۝٢ وَّاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ
يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّيُؤْتِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ ؕ
وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيْرٍ ۝٣ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ ۚ وَهُوَ
عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝٤

شروع اللہ کے نام سے جو تمام جہان کا پالنہار ہے۔

یہ کتاب جس کی آیتیں حکم والی ہیں اور پھر واضح کردہ ہیں جو درست کار خبردار اللہ کی طرف سے ہے ○ یہ کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو میں تمہیں اس کی طرف سے ڈرانے اور بشارت سنانے والا ہوں ○ اور تم اپنے پروردگار سے استغفار کرو اور اسی کی طرف رجوع

---

(1) [اسناده منقطع بين عكرمة وابى بكر وهو حديث صحيح: مسند ابو يعلى (١٠٧/١) ابن سعد فى الطبقات (٣٣٦/١) مسند ابى بكر (٣١) مستدرك حاكم (٤٧٦/٢)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند منقطع ہے مگر یہ روایت (دیگر شواہد کی بنا پر) صحیح ہے۔]

(2) [صحيح: ترمذی: كتاب تفسير القرآن: باب ومن سورة الواقعة (٣٢٩٧) المروزى فى مسند ابى بكر (٣٠) دارقطنى فى العلل (٢٠٠/١) ابو نعيم فى الحلية (٣٥٠/٤) بزار (١٧٠/١) مستدرك حاكم (٣٤٤/٢)] امام حاکم رحمہ اللہ نے اسے بخاری کی شرط پر صحیح کہا ہے۔ امام ذہبی رحمہ اللہ بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔[السلسلة الصحيحة (٩٥٥)]

(3) [ضعيف جدا: طبرانی کبیر (٥٨٠٤) الدر المنثور للسيوطى (٥٧٧/٣) مجمع الزوائد (٣٧/٧)] اس کی سند میں سعید بن سلام عطار کذاب ہے۔ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس اس روایت کو سخت ضعیف کہتے ہیں۔]

(4) [ضعيف جدا: تفسير ابن جرير الطبرى (١٠٠٩١) طبرانى كبير (١٠٠٩٢/١٠) دارقطنى فى العلل (٢١٠/١) مجمع الزوائد (٤٠/٧) الدر المنثور (٥٧٧/٣) ترمذى فى الشمائل (٤٢)] اس کی سند میں عمرو بن ثابت ضعیف ہے۔ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس اس روایت کو عمرو بن ثابت کی وجہ سے سخت ضعیف کہتے ہیں۔]

کرتے رہو کہ وہ تمہیں میعادِ معلوم تک اچھا فائدہ پہنچائے اور ہر بزرگی والے کو اس کی بزرگی کی جزا دے اس پر بھی اگر تم روگردانی کرو تو مجھے تو تم پر بہت بڑے دن کے عذاب کا خوف ہے ○ تم سب کا لوٹنا اللہ ہی کی طرف ہے وہ ہر ہر چیز پر قادر ہے ○

قرآن کریم کا کچھ تعارف: اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے جو حروف سورتوں کے شروع میں آتے ہیں ان کی پوری تفصیل اس تفسیر کے شروع میں سورۂ بقرہ کے ان حروف کے بیان میں گزر چکی ہے جسے دوبارہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہاں فرمان ہے کہ یہ قرآن لفظوں میں محکم اور معنی میں مفصل ہے۔ پس مضمون اور معنی ہر طرح سے کامل ہے۔ یہ اس اللہ کا کلام ہے جو اپنے اقوال واحکام میں حکیم ہے۔ جو کاموں کے انجام سے خبردار ہے۔ یہ قرآن اللہ کی عبادت کرانے اور دوسروں کی عبادت سے روکنے کے لئے اترا ہے۔ سب رسولوں پر پہلی وحی اسی توحید کی آتی رہی ہے۔ سب سے یہی فرمایا گیا ہے کہ لوگ اللہ کی عبادت کریں۔ اس کے سوا اور کسی کی پرستش نہ کریں۔ پھر فرمایا کہ اللہ کی مخالفت کی وجہ سے جو عذاب آجاتے ہیں ان سے میں ڈرا رہا ہوں۔ اور اس کی اطاعت کی بنا پر جو ثواب ملتے ہیں' ان کی میں بشارت سنا تا ہوں۔ حضور ﷺ صفا پہاڑی پر چڑھ کر قریش کے خاندانوں کو آواز دیتے ہیں۔ زیادہ قریب والے پہلے پھر ترتیب وار جب سب جمع ہو جاتے ہیں تو آپ ان سے دریافت فرماتے ہیں کہ اگر میں تم سے کہوں کہ کوئی لشکر صبح کو تم پر دھاوا کرنے والا ہے تو کیا تم مجھے سچا سمجھو گے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم نے آج تک آپ کی زبان سے کوئی جھوٹ سنا ہی نہیں۔ آپ نے فرمایا سنو! میں تم سے کہتا ہوں کہ قیامت کے دن تمہاری ان بداعمالیوں کی وجہ سے سخت تر عذاب ہوگا۔ پس تم ان سے ہوشیار ہو جاؤ۔ (1)

پھر ارشاد ہے کہ اے نبی ﷺ! یہ بھی کہہ دو کہ میں تمہیں اپنے گزشتہ گناہوں سے توبہ کرنے اور آئندہ کے لئے اللہ کی طرف رجوع کرنے کی ہدایت کرتا ہوں۔ اگر تم بھی ایسا ہی کرتے رہے تو دنیا میں بھی اچھی زندگی بسر کرو گے اور نیک عمل کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ آخرت میں بھی بڑے بلند درجے عنایت فرمائے گا۔ قرآن کریم نے آیت ﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى﴾ (2) میں فرمایا ہے کہ جو مرد وعورت ایمان دار ہو کر نیک عمل بھی کرتا رہے' اسے ہم پاکیزہ زندگی سے زندہ رکھیں گے۔ صحیح حدیث میں بھی ہے۔ حضور ﷺ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اللہ کی رضامندی کی تلاش میں تو جو کچھ بھی خرچ کرے گا اس کا اجر اللہ تعالیٰ سے پائے گا' یہاں تک کہ جو لقمہ تو اپنی بیوی کے منہ میں دے اس کا بھی۔ (3) فضل والوں کو اللہ تعالیٰ فضل دے گا۔ یعنی گناہ تو برابر لکھا جاتا ہے اور نیکی دس گنا لکھی جاتی ہے پھر اگر گناہ کی سزا دنیا میں ہی ہو گئی تو نیکیاں جوں کی توں باقی رہیں۔ اور اگر یہاں اس کی سزا نہ ملی تو زیادہ سے زیادہ ایک نیکی اس کے مقابل جا کر بھی نو نیکیاں بچ رہیں۔ پھر جس کی اکائیاں دہائیوں پر غالب آجائیں وہ تو واقعی خود ہی بد اور برا ہے۔ پھر انہیں دھمکایا جاتا ہے جو اللہ کے احکام سے روگردانی کر لیں اور

---

(1) [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب "وانذر عشیرتك الاقربین" (٤٧٧٠) صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب فی قوله تعالی وانذر عشیرتك الاقربین (٢٠٨)]

(2) [سورۃ النحل: آیت ٩٧]

(3) [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الوصایا: باب ان یترك ورثة اغنیاء خیر (٢٧٤٢) صحیح مسلم: کتاب الوصیة: باب الوصیة بالثلث (١٦٢٨)]

رسولوں کی نہ مانیں کہ ایسے لوگوں کو ضرور ضرور قیامت کے دن سخت عذاب ہوگا۔ تم سب کو لوٹ کر مالک ہی کے پاس جانا ہے' اس کے سامنے جمع ہونا ہے۔ وہ ہر چیز پر قادر ہے' اپنے دوستوں سے احسان' اپنے دشمنوں سے انتقام' مخلوق کی نئی پیدائش' سب اس کے قبضے میں ہے۔ پس پہلے رغبت دلائی اور اب ڈرایا۔

أَلَآ إِنَّهُمْ يَثْنُونَ صُدُورَهُمْ لِيَسْتَخْفُوا مِنْهُ ۚ أَلَا حِينَ يَسْتَغْشُونَ ثِيَابَهُمْ ۙ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ ۚ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝

دیکھو تو یہ لوگ اپنے سینے موڑتے ہیں کہ اس اللہ سے چھپ جائیں' یہ اس وقت جب کہ اپنے کپڑے لپیٹ لیتے ہیں وہ بخوبی جانتا ہے جسے چھپاتے ہیں اور جسے کھولتے ہیں وہ سینوں کی باتوں کا جاننے والا ہے ○

اللہ سینوں کے بھیدوں سے بھی خبردار: آسمان کی طرف اپنی شرم گاہ کا رخ کرنا وہ مکروہ جانتے تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی قرأت میں ((تَثْنُوْنِیْ)) ہے۔ مجامعت کے وقت اور تنہائی میں وہ عریانی سے حجاب کرتے تھے کہ پاخانہ کے وقت آسمان تلے ننگے ہوں یا مجامعت اس حالت میں کریں۔ [1] وہ اپنے سروں کو ڈھانپ لیتے اور یہ بھی مراد ہے کہ وہ اللہ کے بارے میں شک کرتے تھے اور کام برائی کے کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ برے کام یا برے عمل کے وقت' وہ جھک جھک کر اپنے سینے دوہرے کر ڈالتے گویا کہ وہ اللہ سے شرما رہے ہیں۔ اور اس سے چھپ رہے ہیں تو اللہ فرماتا ہے کہ راتوں کو کپڑے اوڑھے ہوئے بھی جو تم کرتے ہو اس سے بھی اللہ تو خبردار ہے۔ جو چھپاؤ' جو کھولو' جو دلوں اور سینوں میں رکھو' وہ سب کو جانتا ہے' دل کے بھید' سینے کے راز اور ہر ایک پوشیدگی اس پر ظاہر ہے۔ زہیر بن ابو سلمہ اپنے مشہور معلقہ میں کہتا ہے کہ تمہارے دلوں کی کوئی بات اللہ تعالیٰ پر چھپی ہوئی نہیں' تم گو کسی خیال میں ہو لیکن یاد رکھو کہ اللہ سب کچھ جانتا ہے۔ ممکن ہے کہ تمہارے بدخیالات پر وہ تمہیں یہیں سزا کرے اور ہو سکتا ہے کہ وہ نامہ اعمال میں لکھ لئے جائیں اور قیامت کے دن پیش کئے جائیں۔ یہ جاہلیت کا شاعر ہے۔ اسے اللہ کا' اس کے کامل علم کا' قیامت کا' اور اس دن کی جزا سزا کا' اعمال نامے کا اور قیامت کے دن اس کے پیش ہونے کا اقرار ہے۔ اس آیت کا ایک مطلب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ یہ لوگ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرتے تو سینہ موڑ لیتے اور سر ڈھانپ لیتے۔ [2]

آیت میں ﴿لِيَسْتَخْفُوا مِنْهُ﴾ ہے اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ سے چھپنا چاہتے ہیں یہی اولیٰ ہے کیونکہ اسی کے بعد ہے کہ جب یہ لوگ سوتے وقت کپڑے اوڑھ لیتے ہیں' اس وقت بھی اللہ تعالیٰ کو ان کے تمام افعال کا جو وہ چھپ کر کریں اور جو ظاہر کریں علم ہوتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی قرأت میں ﴿أَلَا إِنَّهُمْ يَثْنُونَ صُدُورَهُمْ﴾ ہے اس قرأت پر بھی معنی تقریباً یکساں ہیں۔ الحمد للہ تفسیر محمدی کا گیارہواں پارہ ختم ہوا۔

---

[1] [صحیح : صحيح بخاري : كتاب التفسير : باب الا انهم يثنون صدورهم (٤٦٨١ ـ ٤٦٨٢)]

[2] [مرسل : تفسير ابن جرير الطبرى (١٧٩٥٣ ـ ١٧٩٥٤) تفسير ابن ابى حاتم (١٠٦٥٩/٦) سعيد بن منصور وابن المنذر وابو الشيخ كما فى الدر المنثور (٥٧٩/٣)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس اسے مرسل کہتے ہیں۔]